مختصر حالات حضرت شیخ فرید الدین عطار (رحمتہ اللہ علیہ)

مصنف کتاب ہذا

حضرت شیخ فرید الدین عطارؒ جو اس کتاب کے جس کا ترجمہ ہدیہ ناظرین ہے مصنف ہیں۔ مشاہیر اولیائے عظام میں سے ہیں۔ سینکڑوں کتابیں آپ کی تصنیف سے ہیں۔ جو کہ ہم تک پہنچی ہیں۔ مولانا رومؒ فرماتے ہیں۔ کہ حضرت حسین ابن حلاجؒ کی روح پرفتوح نے ڈیڑھ سو سال کے بعد از وفات حضرت فرید الدین عطار پر تجلی فرمائی اور ان کی تربیت کی۔ مولانا عبدالرحمٰن جامیؒ فرماتے ہیں کہ جس قدر اسرار و معارف حضرت فرید الدین عطارؒ کی مثنویات اور غزلیات میں ہیں۔ کسی صوفی کے کلام میں نہیں۔ آپ کی تصنیفات میں پندنامہ عطار۔ تذکرۃ الاولیا۔ الٰہی نامہ۔ حلیہ نامہ۔ منطق الطیر وغیرہ مشہور کتابیں خاص طور پر قابل ذکر ہیں۔ آپ مضافات نیشاپور کے رہنے والے تھے۔ ماہ شعبان ۵۱۳ھ میں جبکہ سلطان سنجرؒ کی حکومت کا زمانہ تھا۔ آپ پیدا ہوئے۔ اور تقریباً ایک سو چودہ سال کی عمر میں کافر تاتاریوں کے ہاتھ ۶۲۶ھ میں جام شہادت نوش فرمایا۔ اور نیشاپور میں مدفون ہوئے۔ جہاں اب تک آپ کا مزار پر انوار مرجع خاص و عام ہے۔

ابتداء میں آپ نے شیخ رکن الدینؒ کے دست حق پرست پر توبہ کی اور پھر حضرت شیخ مجد الدین بغدادی رحمہ اللہ علیہ کے مرید ہوئے۔ اپنے وقت کے بہت سے مشائخ کرام سے فیض حاصل کیا۔ آپ کی توبہ کا قصہ یوں بیان کیا جاتا ہے۔ کہ ایک دن اپنی دکان عطاری (اسی دکان کی وجہ سے آپکو عطاری کہتے ہیں) کھول رہے تھے۔ کہ کسی درویش نے دکان پر آ کر چند مرتبہ "شَیْئاً لِلّٰہ" کہا۔ مگر آپ نے اس کی طرف کوئی توجہ نہ دی اور برابر دکان کے درست کرنے اور چیزوں کو باترتیب رکھنے

میں مصروف رہے۔ تب اس درویش نے کہا۔ کہ تم کیسے عجیب آدمی ہو۔ میں نہیں جانتا کہ تم کس طرح مروگے۔ آپ نے جواب دیا کہ جس طرح تم مروگے۔ فقیر نے کہا۔ کہ کیا تم میری طرح مرسکتے ہو۔ آپ نے کہا ہاں۔ تب وہ درویش اپنا پیالہ ایک طرف رکھ کر زمین پر لیٹ گیا۔ اور ایک مرتبہ "اللہ" کہہ کر فوت ہوگیا۔ اس حالت کو دیکھ کر آپ کے دل کو سخت چوٹ لگی۔ اور حالت کچھ کی کچھ ہوگئی۔ عشق الٰہی نے آپ کے دل میں گھر کرلیا۔ اسی وقت دکان کو راہ حق میں لٹا دیا۔ اور ریاضت اور صفائی باطن میں مصروف ہوگئے۔ یہاں تک کہ خدا کی مہربانی مرشد کی ہدایت۔ اور اپنی کوششوں سے فرید الدھر بن گئے۔

دیباچہ مصنف

سب تعریفیں اللہ ہی کے لئے ہیں۔ جو ہر قسم کی نعمتوں میں سے افضل نعمت کے ساتھ بخشش اور عطاء کی تمام قسموں میں سے سب سے بہترین عطاء کے ساتھ اپنے بندوں پر احسان کرنے والا ہے۔ سارے جہان اور صاحبان عزت وعظمت کا قابل حمد ہے۔ اور کل کائنات میں سب سے بہترین عبادت کے قابل ہے۔ صاحب عزت۔ صاحب جلال وملکوت اور صاحب ثناء ہے۔ جو سب سے برتر ناظرین کی نظروں میں انوار مجد اقدس وثناء میں پوشیدہ ہے۔ اور اپنے عشق کے دل سوختگان کی بصیرت میں نزدیک ترین اور قریب ترین ہے۔ وہ لوگ جو اس کے دریائے توحید میں غوطہ لگانے والے ہیں۔ ان کی طرف بقا کو فنا سے پیوستہ کردیا ہے۔ اور جو لوگ قریب بہا کے عمق میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ ان کے کنارہ فنا کو خالص بقا سے مربوط کردیا ہے۔

اور اپنی نعمت کے خزانوں میں سے ان کو نیک توفیق عطاء کر رکھی ہے۔ فنا وبقاء کے جھمیلوں سے ان کو بے نیاز کردیا ہے۔ وہ فناء الفناء کے نور کی وجہ سے خواہشات کے لالچ سے بے نیاز اور قدسی غنا کی محبت کی وجہ سے فناء الفناء کے امین ہیں۔ ہم اس

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

وقت تک بیشمار درود و سلام نازل فرمائے۔ جب تک کہ آفتاب مشرق سے طلوع کرتا رہے۔ اور ہدایت کی تجلی عنایت الٰہی کے بادلوں سے چمکتی رہے۔ جب تک کہ ناطق صدق کلمہء عشق کہے۔ اور شوق ذوق کے جنگل آواز کرے۔ وصلی اللہ تعالی علی خیر خلقہ محمد والہ واصحابہ واولیاء امتہ اجمعین وبارک وسلم۔

اس کے بعد چونکہ قرآن وحدیث کے بعد کوئی مشائخ عظام کے کلام سے بڑھ کر بہتر وافضل نہیں ہے۔ کیونکہ ان کا کلام حال کا نتیجہ ہوتا ہے نہ کہ حفظ وقال کا۔ اور عیاں سے ہوتا ہے نہ کہ بیان سے' اسرار سے ہوتا ہے نہ کہ تکرار سے' جوش سے ہوتا ہے نہ کہ کوشش سے اور علم لدنی سے ہوتا ہے نہ کہ علم کسی سے اور عالم ''ہستی ربی'' سے ہے نہ کہ جہان ''عَلَّمَنِیْ رَبِّیْ'' سے۔ اور یہ کہ وہ انبیاء علیہم الصلوۃ والسلام کے وارث ہیں۔ اور میں اپنے بہت سے دوستوں کی رغبت ان کے کلام کی طرف دیکھتا تھا۔ اور مجھ کو بھی ان کا کلام مطالعہ کرنے کا شوق رہتا تھا۔ مگر کلام بہت تھا۔ اگر سب کو جمع کرتا تو طول ہو جاتا۔ اس لئے اپنے اور اپنے دوستوں کی خاطر۔ اور اگر تم بھی اسی قسم کے لوگوں سے ہو' تو تمہاری خاطر بھی میں نے التفات کرلیا۔ مگر کسی شخص کی خواہش اس سے زیادہ کی ہو تو اس گروہ کے متقدمین ومتاخرین کی کتب میں بہت کچھ ہے۔ وہاں سے فائدہ حاصل کریں۔ اور اگر کوئی طالب ان بزرگوں کے کلام کی شرح کا طالب ہو۔ تو کتاب شرح القلب وکتاب کشف الاسرار اور کتاب معرفت النفس ودوراب حاصل کرسکتا ہے۔ کیونکہ جو شخص ان تینوں کتابوں کا مطالعہ کرے گا۔ امید ہے اور خیال ہے کہ اس سے اس گروہ کی کوئی بات پوشیدہ نہ رہے گی۔ ماشاء اللہ اگر میں ان کلمات کی شرح بیان کروں۔ تو ہزاروں کاغذ خرچ ہو جائیں۔ اس لئے طریق اختصار کا پسند کیا ہے۔ جیسے کہ جناب رسول کریم علیہ الصلوۃ والتسلیم فخریہ فرماتے ہیں۔ اُوْتِیْتُ بِجَوَامِعِ الْکَلِیْمِ وَ اُخْتُصِرَ لِیَ الْکَلَامُ۔ اس لئے میں نے اختصار کیا۔ کیونکہ ان میں کئی باتیں ایسی تھیں۔ کہ ایک جگہ ایک شیخ سے نقل تھی

اور دوسری جگہ ایک اور شیخ اس کے خلاف تھا۔ اور مختلف حالات کا اضافہ بھی تھا۔ چنانچہ جس قدر اختصار مجھ سے ہو سکا میں نے کیا ہے۔ لیکن ان کی شرح نہ کرنے کا مطلب یہ ہے۔ کہ میں نے اپنے آپ کو ان کی باتوں میں لانا ادب کے خلاف سمجھ کر مناسب نہ جانا۔ اور اپنی بات کو ان کے درمیان لانا اچھا خیال نہ کیا۔ مگر چند ایک جگہ پر محض نا اہل اور نا محرم لوگوں کے خیال فاسد کی ہدایت کے لئے کسی قدر اشارہ کر دینے سے کام لیا گیا ہے۔ دوسری وجہ شرح نہ کرنے کی یہ تھی۔ کہ جس کسی کو ان شرح کی ضرورت ہو گی۔ تو اس کے لئے یہ زیادہ بہتر ہو گا۔ کہ وہ ان کے اصل کلام کو دیکھ کر شرح کر لے۔ تیسرا باعث یہ ہے۔ کہ اولیا مختلف قسم کے ہوتے ہیں۔ بعض اہل معرفت۔ بعض اہل معاملہ۔ بعض اہل توحید اور بعض مجتہد۔

انبیاء علیہم الصلوۃ و السلام صحابہ کرام اور اہل بیت عظام کے حالات کو اس لئے نظر انداز کر دیا۔ کہ ان کا ذکر کرنے کے لئے ایک علیحدہ کتاب کی ضرورت تھی۔ اور ایسے لوگوں کی شرح میرے حیطہ تقریر و تحریر سے باہر تھی۔ جبکہ ان کا ذکر خود خداوند تبارک وتعالی اور اس کا اسول قبول صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم قرآن و حدیث میں فرماتے ہیں۔ کہ وہ عالم ہی دوسرا ہے۔ اور انبیاء صحابہ اور اہل البیت کے تین گروہ ہیں۔ انشا اللہ ان کے حالات میں ایک علیحدہ کتاب ترتیب دی جائے گی۔ اور مثاث عطا اران کی یادگار رہے گا۔ فرماتے ہیں۔ کہ وہ عالم ہی دوسرا ہے۔ اور انبیاء صحابہ اور اہل بیت کے تین گروہ ہیں۔ انشا اللہ ان کے حالات میں ایک علیحدہ کتاب ترتیب دی جا ئے گی۔ اور مثاث عطاران کی یادگار رہے گا۔

اس کتاب کے جمع کرنے کی کچھ وجہ تو میں اوپر لکھ آیا ہوں۔ اور کچھ یہ کہ میری یادگار باقی رہے۔ اور جو کوئی اس کو پڑھے اور اس سے کشائش پائے' مجھ کو دعائے خیر سے یاد کرے۔ اور کیا تعجب کہ اس کی کشائش کے باعث اللہ تعالی میری قبر کو بھی کشادہ کر دے۔ جیسے کہ حضرت یحیٰ عمارؒ کو جو امام سہریؒ۔ اور شیخ عبداللہ انصاریؒ کے استاد

تھے۔ وفات کے بعد کسی نے خواب میں دیکھ کر پوچھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ تو یحیٰ عمار نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اے یحیٰ میں تیرے ساتھ سخت معاملہ کرتا لیکن ایک دن تو ایک مجلس میں میری تعریف کر رہا تھا۔ ادھر سے میرے ایک دوست کا گزر ہوا۔ جس کو تمہاری تقریر سے لطف حاصل ہوا۔ چنانچہ اپنے دوست کے لطف کی طفیل تجھ کو بخشتا ہوں۔ ورنہ دیکھتا کہ تیرے ساتھ کیا سخت سلوک کیا جاتا۔

تیسری وجہ یہ کہ کسی نے شیخ ابو علید قاق سے دریافت کیا۔ کہ بزرگوں کی باتیں سننے میں کوئی فائدہ ہے یا نہیں۔ جبکہ ہم باتوں پر عمل نہیں کرتے۔ فرمایا کہ ہاں دو فائدے تو ضرور ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ سننے والا طالب ہے۔ تو قوی ہمت ہو جاتا ہے۔ اور اس کی خواہش اور طلب بڑھ جاتی ہے۔ دوسرا فائدہ یہ کہ اگر سننے والا مدمغ اور متکبر ہے۔ تو غرور اس کے دماغ سے نکل جائے گا۔ کیونکہ اپنی اچھائی یا برائی اس پر واضح ہو جاتی ہے۔ بشرطیکہ وہ آنکھوں والا اندھا نہ ہو گا۔ تو خود مشاہدہ کر لے گا۔ جیسے کہ شیخ محفوظؒ فرماتے ہیں۔ خلقت کا وزن اپنے ترازو میں نہ کر' بلکہ اپنے آپ کو مردان خدا کے ترازو میں تول۔ یا کہ تجھ پر اپنے آپ کا افلاس اور ان کا فضل و کمال واضح ہو جائے۔

چوتھی وجہ اس کتاب کی تالیف کی یہ ہے۔ کہ حضرت جنید بغدادیؒ سے لوگوں نے دریافت کیا۔ کہ بزرگوں کی حکایات و روایات میں مرید کو کیا فائدہ پہنچتا ہے۔ فرمایا کہ بزرگ لوگوں کا کلام خداوند کریم کے لشکروں میں سے ایک لشکر ہے۔ جو شکستہ دل مرید کے دل کو تقویت دیتا ہے۔ اس کی دلیل یہ ہے۔ جو خداوند کریم نے اپنے کلام پاک میں فرمائی ہے۔ وَکُلًّا نَقُصُّ عَلَیْکَ مِنْ اَنْبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَکَ یعنی اے محمد (صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم) گزشتہ رسولوں کے قصے ہم تجھ سے اس لئے بیان کرتے ہیں۔ کہ تمہارا دل اس سے آرام پائے اور زیادہ قوی ہو

جائے۔

پانچویں وجہ یہ ہے۔ کہ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ کہ صالحین کا ذکر کرنے کے وقت اللہ تعالیٰ کی رحمت نازل ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص دستر خوان بچھائے۔ کہ اس پر رحمت الٰہی نازل ہو تو بعید نہیں کہ اس کو اس دستر خوان سے مایوس واپس نہ کریں۔

چھٹی وجہ اس کتاب کی تالیف کی یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ کے بزرگوں کے مقدس کلام سے مجھ کو مدد اور فائدہ حاصل ہو۔ اور موت سے پہلے پہلے کسی بزرگ کی دولت کا سایہ نصیب ہو جائے۔

ساتویں وجہ یہ ہے کہ قرآن الٰہی اور حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد میں نے بزرگان دین ہی کے کلام کو سب سے بہتر دیکھا۔ اس لئے اپنے آپ کو اس شغل میں مصروف رکھا۔ تا کہ اگر میں ان لوگوں میں سے نہ بن سکوں تو ان کے ساتھ کچھ نہ کچھ مشابہت ہی ہو جائے گی۔ کیونکہ بموجب حدیث شریف مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ (یعنی جو شخص جس قوم کے ساتھ مشابہت رکھتا ہے وہ اسی میں سے ہے۔) شیخ جنیدؒ فرماتے ہیں۔ کہ مدعیان معرفت سے اچھا سلوک کرو۔ کیونکہ وہ سچے معلوم ہوتے ہیں۔ اور ان کے ادب کا خیال رکھو۔ کیونکہ اگر وہ بلند ہمت نہ ہوتے۔ تو کسی اور بات کا دعویٰ کرتے۔

آٹھویں وجہ یہ ہوئی۔ کہ قرآن وحدیث کے اذکار کے لئے لغت اور صرف ونحو جاننے کی ضرورت ہے۔ اور عامتہ الناس آسانی کے ساتھ ان کے معانی سے استفادہ حاصل نہیں کر سکتے۔ اس لئے بزرگوں کے حالات سے جو قرآن وحدیث کی شرح ہیں۔ خاص وعام استفادہ حاصل کر سکتے ہیں۔

نویں وجہ یہ تھی کہ میں ظاہراً یہ باتیں دیکھتا ہوں۔ کہ اگر کوئی شخص کسی بات میں تمہارے خلاف ہو تو تم اس کا خون کر ڈالنے میں تامل نہیں کرتے۔ اور برسوں تک

وہ بات تمہارے دل میں جاگزین رہتی ہے۔اندریں حالات جب ناجائز اور باطل باتوں کا اس قدر اثر نفس پر ہوتا ہے۔تو شائستہ اور فرضی باتوں کا اثر بدرجہ اولیٰ نفس پر ہوگا۔خواہ تم کو اس اثر کی خبر بھی نہ ہو۔جیسے کہ شیخ عبدالرحمان اسکاف سے لوگوں نے پوچھا کہ کیا اس شخص کو قرآن پڑھنے کا کوئی فائدہ ہوسکتا ہے جو یہ نہیں جانتا کہ اس نے جو کچھ پڑھا ہے اس کا مطلب کیا ہے۔فرمایا کہ ہاں ضرور ہوتا ہے۔اس طرح کیا قرآن کا اثر نہ ہوگا۔اگر وہ جانتا ہے کہ اس نے کیا پڑھا۔تو اس حالت میں زیادہ فائدہ ہوگا۔

دسواں سبب اس تالیف کا یہ تھا۔کہ میرا دل سوائے بزرگوں کے کلام سننے یا پڑھنے یا لکھنے کے اور کسی بات میں نہ لگتا تھا۔اور نہ ہی میں ان باتوں کے سوا کچھ کہہ سکتا تھا۔اس لئے اہل زمانہ کی خاطر بزرگوں کی باتوں کا ایک شغل ان کے لئے مہیا کر دیا ہے۔تاکہ ممکن ہے اس دستر خوان پر کوئی ہم پیالہ مل جائے۔جیسے شیخ بوعلی سینا فرماتے ہیں۔کہ میری دو خواہشیں ہیں۔اول یہ کہ اس کی (خدا) کی کوئی بات سنتا رہوں۔اور دوسری یہ کہ اس کا کوئی آدمی دیکھتا رہوں۔

گیارھواں باعث یہ ہوا۔کہ امام یوسف ہمدانی سے پوچھا۔کہ جب یہ زمانہ گزر جائے۔اور یہ بزرگ بھی وفات پا جائیں تو کیا کریں کہ سلامت رہیں۔فرمایا کہ ہر روز آٹھ ورق بزرگ لوگوں کے کلام کے پڑھ لیا کرو۔پس میں نے اہل دنیا کے لئے ایک ایسا شغل یا ورد بنانا اپنا فرض سمجھا۔جو ان کی دینی بہتری کا موجب ہو سکے۔

بارھویں وجہ یہ تھی۔کہ بچپن ہی سے دل میں بزرگوں کی محبت تھی۔اس لئے میرا دل سوائے بزرگ لوگوں کے حالات کے اور کسی صورت میں اطمینان نہ حاصل کر سکتا تھا۔اس لئے اپنی طاقت کے موافق میں نے ان باتوں کو ترتیب دیا۔

تیرھواں سبب یہ تھا۔جب شیخ جنید نے شبلی کو فرمایا تھا۔کہ اگر کسی شخص کا ایک کلمہ بھی

تمہارے موافق ہو تو اس کا دامن پکڑ لو۔اس لئے میں نے ان بزرگوں کا دامن پکڑ لیا۔جن کی ہر بات میرے دل میں اثر کرتی تھی۔

چودھواں سبب یہ ہوا۔کہ مجھ کو ایسا زمانہ نظر آ رہا تھا۔کہ اہل غفلت نے بزرگوں کو بالکل فراموش کر دیا ہے۔اس لئے میں نے بزرگوں کے کلام کو یک جا جمع کرنا مناسب خیال کیا۔اور اس کتاب کا نام تذکرۃ الاولیاء رکھا۔تا کہ گمراہ لوگ اس کا مطالعہ کر کے گوشہ نشین اور اہل خلوت لوگوں کی طلب کریں۔اور سعادت ابدی تک پہنچ جائیں۔

پندھواں باعث یہ ہے۔کہ بزرگوں کی یہ باتیں چند وجوہات کے ماتحت باقی تمام باتوں سے مجھ کو بہتر نظر آتی تھیں۔اول یہ کہ اہل دنیا کی طرف سے سرد کرتی ہیں۔دوم یہ کہ آخرت کی یاد دلاتی ہیں۔سوم یہ کہ اللہ تعالیٰ کی دوستی دل میں پیدا کرتی ہیں۔چہارم یہ کہ کوئی آدمی ان کو سنے گا یا پڑھے گا۔تو اس کٹھن اور سخت ترین راہ کے لئے زادِ سفر اکٹھا کرنا شروع کر دے گا۔جو موت کے بعد سب کو درپیش ہے۔

یہ ایک ایسی کتاب ہے۔جو مخنث لوگوں کو مرد بناتی ہے۔اور مرد لوگوں کو مرد فرد اور فرد لوگوں کو عین درد بنا دینے کے قابل ہے۔اگر کوئی شخص اس کتاب کو اس طرح پڑھے گا جیسا کہ پڑھنے کا حق ہے۔تو اس کو بخوبی طور پر معلوم ہو جائے گا۔کہ بزرگ لوگوں کی جان میں وہ کیا درد تھا۔جس کی بدولت ان کے قلوب جنگلوں اور صحراؤں میں ایسے ایسے کام کر گئے۔اور ان سے ایسی ایسی حیرت انگیز باتیں ظاہر ہوئیں۔

ایک دن میں امام محمد الدین خوارزمی کی خدمت میں گیا۔تو ان کو گریاں دیکھ کر سبب پوچھا۔تو فرمایا کہ وہ سپہ سالار (اولیاء اللہ) اس امت میں کیسے اچھے ہیں۔جو انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی مثل ہوئے۔جیسے کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے ارشاد علماء امتی کا انبیاء بنی اسرائیل نے فرمایا ہے۔پھر فرمایا کہ

میں اس لئے روتا ہوں کہ کل میں نے کہا تھا۔خداوندا تیرا کام کسی علت سے نہیں ہوتا۔ مجھ کو اس قوم میں سے کردے یا اس کا نظارہ کرنے والوں میں سے کردے۔ کیونکہ میں اپنے آپ میں اور کوئی طاقت نہیں پاتا۔شاید میری یہ دعاء قبول ہوگئی ہے۔

سولھواں سبب اس تالیف کا یہ ہے۔کہ کل قیامت کے دن شاید مجھ پر نظر عنایت کر دی جائے۔نقل ہے کہ جمال موصلی نے تمام عمر ریاضت شاقہ سے کام لیا۔اپنے مال وجاہ کو خرچ کیا۔تب جا کر جوار مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں جگہ پائی۔اور اس وقت وصیت کی۔کہ میری قبر پر ''وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذراعیہ بالوصیت '''ذرا علیہ بالوصیت'' کے الفاظ لکھ دینا اس کا مطلب یہ ہے کہ خداوندا ایک کتے نے تیرے دوستوں کے ہمراہ چند قدم ڈالے تو اس کو تو نے ان کے ساتھ کردیا۔میں بھی تیرے دوستوں کا دعویٰ کرتا ہوں۔اپنے انبیاء اولیا اور علماء کی جان پاک کا واسطہ مجھ غریب عاجز پر رحم کر اور اس قدم سے مجھ محجوب نہ کر۔اور اس نظر خاص سے محروم نہ رکھ۔جو ان پر رہتی ہے۔اور اس کتاب کو مقبولیت کا جامہ پہنا دے تو صاحب اجابت ہے۔آمین ثم آمین۔

باب نمبر 1

ذکر امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

نَحْمَدُہٗ وَنُصَلِّیْ عَلٰی رَسُوْلِہِ الْکَرِیْمِ

آپ امت مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بادشاہ حجت نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی دلیل، سچے عامل، تحقیق کے عالم۔ اولیاء اللہ کے دل کا میوہ سید انبیاء علیہ الصلوٰۃ والسلام کے لخت جگر اولادِ علی وارث نبی علیہ والسلام عارف عاشق ہیں۔ آپ کا نام ابو محمد امام جعفر صادق رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے۔

یہ بیان کیا گیا تھا۔ کہ اگر انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام صحابہ کرام رضوان علیہم اجمعین اور اہل البیت طاہر کا ذکر کروں تو ایک جداگانہ کتاب کی ضرورت ہے۔ اس کتاب میں اولیاء اللہ کا ذکر کیا گیا ہے۔ جو ان کے بعد ہوئے ہیں۔ اس لئے تبرک کے طور پر حضرت امام جعفر صادق کے حالات سے اس کتاب کا آغاز کیا جاتا ہے۔ کیونکہ آپ بھی ان کے بعد ہوئے ہیں۔ چونکہ آپ اہل البیت میں سے تھے۔ اس لئے طریقت کے بیان میں آپ کے ارشادات عالیہ کا ذکر کرنا تمام کا ذکر کرنے کے مترادف ہے۔ کیا تو نہیں دیکھتا ہے کہ ایک گروہ ان کا پیرو ہے۔ ان کا مذہب دوا زدہ اماموں کا مذہب ہے۔ یعنی بارہ امام ایک ہی ہیں۔ اور ایک امام بارہ امام ہی ہیں۔ میری زبان ان کی تعریف وتوصیف کرنے کی طاقت نہیں رکھتی۔ کیونکہ آپ تمام علوم وفنون کے عالم تھے۔ آپ تمام مشائخین کے سردار ہیں۔ اور ہر فرد و بشر آپ پر کامل اعتقاد رکھتا ہے۔ آپ مقتدائے مطلق الہیوں کے امام اور محمدیوں کے پیشوا ہیں۔ اہل ذوق آپ کے دلدادہ اور اہل تحقیق آپ کے شیدا ہیں۔ سب عابدوں سے بڑھ کر عابد اور زاہدوں کے کلام ہیں۔ حقائق کے مصنف اور لطائف و تفسیر اور تنزیل میں لاثانی تھے۔ امام باقر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے آپ نے بہت سی

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

صادق تشریف لائیں۔ اور میں اپنے سر سے ٹوپی اتاروں۔ تو تم اس وقت اس کو قتل کر دینا۔ چنانچہ جب آپ تشریف لائے۔ تو خلیفہ تعظیم کے لئے اٹھا۔ اور بڑی عزت کے ساتھ استقبال کے لئے دوڑا اور صدر پر آپ کو بٹھا کر غلاموں کی طرح دست بستہ بیٹھ گیا۔ غلاموں نے بڑا تعجب کیا۔ منصور نے آپ سے خدمت دریافت کی۔ آپ نے فرمایا دوبارہ مجھے مت بلاؤ۔ تا کہ عبادت الٰہی میں مصروف رہوں۔ چنانچہ خلیفہ نے بصد عزو اکرام آپ کو رخصت کیا۔ اور اسی وقت بادشاہ پر لرزہ طاری ہو گیا۔ اور بے ہوش ہو گیا۔ اور تین دن تک بدستور بے ہوش رہا۔ بعض کہتے ہیں کہ تین نمازوں کے وقت تک بے ہوش رہا۔ یعنی اس کی تین نمازیں قضا ہو گئیں۔ جب ہوش میں آیا۔ تو وزیر نے ماجرا دریافت کیا۔ بادشاہ نے کہا۔ کہ جب آپ اندر تشریف لائے۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ ایک عظیم اژدہا آپ کے ہمراہ تھا۔ کہ اس کا ایک لب محل کے اوپر کے کنگرے پر اور دوسرا سطح زمین پر تھا۔ اور زبان سے مجھ کو کہہ رہا تھا۔ کہ اگر تو نے ذرہ بھر بھی تکلیف دی تو تجھ کو نگل جاؤں گا۔ چنانچہ اس اژدہا کے خوف سے عذر خواہی کی۔ اور اس طرح بے ہوش ہو گیا۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ حضرت داؤد طائی رحمۃ اللہ علیہ آپ کی خدمت میں تشریف لائے اور کہا۔ کہ اے رسول اللہ کے بیٹے مجھ کو کچھ نصیحت کر۔ کیونکہ میرا دل سیاہ ہو گیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ابا سلیمان! تو زاہد زمانہ ہے۔ تجھ کو میری نصیحت کی کیا ضرورت ہے۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ اے فرزند پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اللہ تعالیٰ نے آپ کو ہم سب پر بزرگی بخشی ہے۔ اور نصیحت کرنا آپ پر فرض کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ اے ابا سلیمان! میں اس بات سے ڈرتا ہوں۔ کہ قیامت کے دن میرے جد بزرگوار مجھ سے سوال نہ کریں۔ کہ کیوں تم نے میری مشابہت کا حق ادا نہ کیا۔ نجات نسبت پر مبنی نہیں ہے۔ بلکہ نیک اعمال پر منحصر ہے۔ حضرت داؤد طائیؒ اس بات کو سن کر بہت روئے۔ اور کہا کہ الٰہی جس شخص کا گوشت پوست لہو اور ہڈیاں

نبوت سے ظہور میں آیا ہو۔ جس کا نانا رسول کریم۔ جس کی ماں فاطمۃ الزہرا ہو وہ اس قدر خوف قیامت سے ہراساں ہے۔ تو داؤد کس شمار و قطار میں ہے۔ اور کس بات پر ناز کرسکتا ہے۔

نقل ہے کہ ایک دن آپ اپنے غلاموں میں بیٹھے تھے۔ آپ نے ان کو مخاطب کر کے فرمایا۔ آؤ ہم سب آپس میں اس بات کا عہد کریں۔ کہ ہم میں سے قیامت کے دن جو شخص نجات حاصل کرے وہ دوسروں کی نجات کی سفارش درگاہ الٰہی میں کرے۔ غلاموں نے حیرانی کے ساتھ عرض کیا۔ اے جگر گوشہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم آپ کو ہم غریبوں کی سفارش کی کیا حاجت ہے۔ جبکہ آپ کا نانا شفیع روز جزاء ہے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اپنے افعال سے شرم آتی ہے۔ کہ کس طرح قیامت کے دن اپنے نانا کے چہرہ کی طرف دیکھ سکوں گا؟

نقل ہے۔ کہ جب آپ نے گوشہ نشینی اختیار کر لی۔ اور باہر تشریف نہ لائے۔ تو حضرت سفیان ثوری آپ کے پاس آئے اور عرض کی۔ کہ اے ابن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مخلوق آپ کے ارشادات عالیہ سے فیض یاب ہو رہی ہے۔ آپ نے کیوں گوشہ عزلت اختیار کر لیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اب میرا منہ ایسا ہی ہے۔ اور یہ شعر پڑھے۔ جن کا ترجمہ حسب ذیل ہے۔

وفا اب جانے والے کی طرح چلی گئی۔ لوگ اپنے خیالات اور امیدوں میں محو ہیں۔ اگرچہ ظاہر میں باہم دوستی اور وفاداری کا دم بھرتے ہیں۔ لیکن ان کے دلوں میں دغا' فریب اور کھوٹ کوٹ کر بھرا ہوا ہے۔

منقول ہے۔ کہ ایک دفعہ لوگوں نے آپ کو اعلیٰ لباس زیب تن کئے ہوئے دیکھ کر عرض کی۔ یا ابن رسول اللہ یہ آپ کے خاندان کی عادت نہیں ہے۔ چنانچہ آپ نے ایک شخص کا ہاتھ پکڑ کر اپنی آستین سے لگا کر بتایا کہ دیکھا اندر کی طرف موٹا کپڑا پہنے ہوئے ہوں۔ جو جسم کو گراں گزرتا ہے۔ اور فرمایا عمدہ کپڑا لوگوں کے لئے ہے۔ اور

موٹا کپڑا حق کے لئے ہے۔

نقل کیا۔ کہ ایک دفعہ آپ نے حضرت امام ابو حنیفہ سے دریافت فرمایا۔ کہ عقلمند کون ہے۔ انہوں نے عرض کی۔ کہ جو شخص نیک اور بد میں تمیز کر سکے۔ آپ نے فرمایا کچھ پائے بھی تمیز کر سکتے ہیں۔ وہ اپنے دشمن اور غیر کو پہچانتے ہیں۔ تب امام ابو حنیفہ نے سوال کیا کہ آپ کے نزدیک عقلمند کون ہے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جو نیکیوں اور بدیوں میں تمیز کر سکے۔ اور زیادہ اچھی نیکی کو اختیار کر لے۔ اور بشرط ضرورت کم بدی کو اختیار کرے۔

نقل ہے۔ کہ لوگوں نے امام جعفر صادق سے سوال کیا۔ کہ آپ میں سب ہنر جمع ہیں۔ زاہد بھی ہیں اور کریم بھی ہیں۔ خاندان کے چشم و چراغ بھی ہیں۔ لیکن اس کے ساتھ متکبر بھی ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں متکبر نہیں ہوں۔ لیکن کبریائی کا اثر مجھ میں ہے۔ جب میں نے دماغ سے غرور کو دور کر دیا۔ تو خدا کی کبریائی نے مجھ پر اثر کیا۔ اور کبر کی جگہ کبریائی نے لی۔ انسان کو اپنے کبر پر غرور نہیں کرنا چاہئے۔ بلکہ خدا تعالیٰ کی کبریائی پر تکبر کرنا چاہئے۔

منقول ہے۔ کہ ایک دفعہ کسی شخص کی روپوں کی تھیلی گم ہوگئی۔ اس نے آپ سے آ کر کہا۔ کہ آپ نے میری تھیلی چرائی ہے۔ آپ نے اس سے دریافت کیا۔ کہ کتنے روپے تھے۔ اس نے کہا کہ ایک ہزار۔ چنانچہ آپ اس کو گھر لے گئے۔ اور دو ہزار روپے اس کو دے دئے۔ جب وہ شخص اپنے گھر واپس آیا تو اس کو اپنے گم شدہ روپے مل گئے۔ چنانچہ وہ آپ کی خدمت میں پھر واپس آیا۔ اور سارا حال عرض کیا۔ اور معذرت چاہی اور روپیہ واپس کرنا چاہا۔ لیکن آپ نے فرمایا۔ کہ ہم لوگ دی ہوئی چیز واپس نہیں لیا کرتے۔ چنانچہ اس نے لوگوں سے آپ کی نسبت پوچھا۔ جب لوگوں نے کہا۔ کہ آپ امام جعفر صادق رضی اللہ عنہ ہیں۔ تو بہت شرمندہ ہوا۔

ایک دفعہ آپ اکیلے کہیں جا رہے تھے۔ اور ذکر اللہ دل و زبان سے جاری تھا۔ کوئی

دل جلا آدمی بھی آپ کے پیچھے پیچھے چلا آ رہا تھا۔ اور وہ بھی اللہ اللہ کہتا جاتا تھا۔ آپ نے خدا تعالیٰ سے عرض کی کہ میرے پاس کپڑے نہیں ہیں۔ چنانچہ فوراً اللہ تعالیٰ نے کپڑے عنایت کئے۔ جن کو آپ نے پہن لیا۔ اسی وقت وہ دل جلا جو آپ کے پیچھے پیچھے آ رہا تھا۔ سامنے آ کر کہنے لگا۔ کہ میں بھی اللہ اللہ کہنے میں آپ کے ساتھ شریک تھا۔ آپ اپنے پرانے کپڑے مجھے دے دیں۔ چنانچہ آپ نے فوراً اپنا لباس اتار کر اس کو دے دیا۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ کسی شخص نے آ کر عرض کی۔ کہ یا ابن رسول صلی اللہ علیہ وسلم مجھے خدا دکھلاؤ۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ کیا تو نے حضرت موسیٰ علیہ الصلوٰۃ کا قصہ نہیں سنا۔ ان کو کہا گیا تھا۔ کہ تو نہیں دیکھ سکے گا۔ اس نے عرض کی سنا تو ہے۔ لیکن یہ امت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ہے۔ ایک فریاد کرتا ہے۔ کہ میرے دل نے اپنے خداوند کریم کو دیکھا۔ دوسرا کہتا ہے۔ جب تک میں اپنے پروردگار کو نہیں دیکھ لیتا عبادت نہیں کرتا۔ چنانچہ آپ نے غلاموں سے فرمایا۔ کہ اس شخص کو باندھ کر دریائے دجلہ میں پھینک دو۔ چنانچہ آپ کے غلاموں نے آپ کے حکم کی تعمیل کی۔ جب اس کو دریا میں پھینک دیا گیا۔ اور پانی نے اسکو اوپر کی طرف اچھالا۔ تو آپ نے دریا کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ اس کو نیچے اوپر خوب غوطے دے۔ چنانچہ ہر بار آپ دریا کو کہتے رہے۔ کہ اس کو نیچے اور اوپر اچھال۔ جب اس کی حالت غیر ہوئی۔ تو اس نے کہا۔ خداوندا بچانا۔ جونہی آپ نے یہ لفظ سنے غلاموں کو حکم دیا۔ کہ اس کو فوراً نکال لو۔ چنانچہ جب اس کو کچھ عرصہ کے بعد ہوش آئی۔ تو آپ نے پوچھا۔ کہ کیا تو نے خداوند کریم کو دیکھا۔ اس نے عرض کی کہ یا ابن رسول صلی اللہ علیہ وسلم جب تک خدا کے سوا غیر سے امداد کا طالب رہا ایک حجاب سا دل میں محسوس کرتا رہا۔ لیکن جب خدا پر بھروسہ کیا۔ تو میرے دل میں ایک سوراخ کی راہ سے روشنی محسوس ہوئی۔ جس کی وجہ سے بالکل اطمینان ہو گیا۔ اور اَمَّنْ یُّجِیْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاہُ دیکھا۔

آپ نے فرمایا۔ کہ جب تک تو صادق (امام جعفر صادق) کو پکارتا رہا۔ تو کاذب تھا۔ اب تو اپنے دل کے سوراخ کی حفاظت کر۔ اور فرمایا۔ کہ وہ شخص جو کہے کہ خدا کس چیز پر ہے۔ یا کس چیز سے ہے۔ وہ کافر ہے۔ اور ارشاد فرمایا۔ کہ جس گناہ کا آغاز خوف اور انجام عذر ہو اس گناہ کی بدولت انسان خدا سے زیادہ نزدیک ہو جاتا ہے۔ لیکن جس عبادت کا آغاز امن اور انجام خود پسندی ہو بندہ اس اطاعت کی بدولت خدا سے دور ہو جاتا ہے۔ خود پسند اطاعت گذار گنہگار ہے۔ اور با عذر گنہگار اطاعت گذار۔

ایک دفعہ لوگوں نے آپ سے سوال کیا۔ کہ درویش صابر فاضل تر ہے۔ یا شکر گزار دولتمند۔ آپ نے فرمایا کہ صبر کرنیوالا درویش افضل تر ہے۔ کیونکہ اس کا دل خدا تعالیٰ کے ساتھ ہے۔ اور شکر گزار دولتمند کا دل اپنی دولت کے ساتھ ہوتا ہے۔ اور فرمایا کہ عبادت بغیر توبہ کے فضول ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے عبادت پر توبہ کو مقدم کیا ہے۔ جیسے کہ ارشاد ہے۔ کہ فرمایا۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے۔ اَلتَّآئِبُوْنَ الْعَابِدُوْنَ اور فرمایا۔ کہ خدا کا ذکر کرتے وقت توبہ کا ذکر کرنا نہ کرنا خدا سے غافل ہونے کی نشانی ہے۔ اور خدا کی یاد کرنے کے وقت ماسوائے خدا کی ذات کے اور سب کچھ بھول جانا اصل ذکر خدا ہے۔ کیونکہ ہر چیز کا عوض اللہ تعالیٰ کی ذات ہو سکتی ہے۔ اور پھر آیت کریم "وَیَخْتَصُّ بِرَحْمَتِہٖ مَنْ یَّشَآءُ" کا مطلب بیان فرماتے ہوئے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ بغیر واسطے اور وسیلے کے جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے لئے خاص کر لیتا ہے۔ تاکہ لوگوں کو معلوم ہو جائے۔ کہ عطا محض ہے۔ اور پھر فرمایا۔ کہ مومن وہ شخص ہوتا ہے۔ جو اپنے نفس کے مقابلے میں کھڑا ہو جائے۔ اور عارف وہ ہے جو اپنے خداوند کریم کے پاس کھڑا ہو۔ اور فرمایا کہ جو شخص اپنے نفس کے ساتھ خدا تعالیٰ کے لئے مجاہدہ کرتا ہے۔ وہ خداوند کریم تک پہنچ جاتا ہے۔ اور فرمایا۔ کہ الہام مقبول لوگوں کی صفات میں سے ایک صفت ہے۔ اور بغیر الہام کے استدلال کرنا

مردود لوگوں کا کام ہے۔ اور فرمایا اللہ تبارک و تعالیٰ بندے میں اس طرح سے بھی زیادہ پوشیدہ ہے۔ جیسے کہ اندھیری رات میں سیاہ پتھر پر چیونٹی کا چلنا۔

آپ نے فرمایا ہے کہ عشق خدا نہ برا ہے نہ اچھا۔

فرمایا ہے۔ کہ سر معائنہ مجھے اس وقت معلوم ہوا۔ جبکہ مجھ پر دیوانگی طاری ہوئی۔

فرمایا کہ آدمی کی نیک بختی میں سے یہ بھی ایک نیک بختی ہے کہ اس کا دشمن دانا ہو۔

فرمایا کہ پانچ آدمیوں کی صحبت سے پرہیز کرنا چاہئے۔ اول جھوٹا کیونکہ اس کی صحبت سے غرور پیدا ہوگا۔

دوسرے احمق آدمی سے۔ کیونکہ جس قدر وہ بھلا کرے گا اسی قدر نقصان پہنچے گا۔ تیسرے بخیل آدمی کی صحبت میں اچھا وقت ضائع ہوگا۔ بزدل آدمی جو ضرورت کے وقت پیٹھ دکھا جاتا ہے۔ پانچواں فاسق کی صحبت سے کیونکہ وہ ایک لقمہ کے عوض تجھ کو بیچ دے گا۔ ادنیٰ سے ادنیٰ چیز کی بھی طمع کرے گا۔

فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے بہشت و دوزخ کو دنیا ہی میں بنا دیا ہے۔ بہشت عافیت ہے۔ اور مصیبت دوزخ۔ عافیت یہ ہے کہ۔ اپنے تمام کام نفس کی بجائے اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ نیز فرمایا ہے کہ بے پردہ چیز مضر ہے۔ اگر اولیاء اللہ کو دشمنوں کی صحبت نقصان دہ ہوتی تو حضرت نوح اور لوط علیہما السلام کی بیویاں ہدایت پاتیں۔ لیکن یہ باتیں بسط و قبض سے بڑھ کر نہیں ہیں۔ آپ کے اقوال تو بے شمار ہیں۔ یہ چند قوال بطور تبرک لکھ کر ختم کرتا ہوں۔

باب نمبر 2

حضرت اویس قرنیؒ کے حالات

آپ کی ذات تابعین کا قبلہ قدوہ اربعین ۔ آفتاب پنہاں' ہم نفس رحمان ہے ۔ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کی نسبت ارشاد فرمایا ہے کہ "اَوَیْسُ الْقَرْنِیُ خَیْرُ الْتَابِعِیْنَ بِاِحْسَانٍ وَعَطْفٍ "یعنی حضرت اویس قرنی احسان اور عظمت کی رو سے تابعین میں سے اچھے ہیں ۔ جس شخص کی تعریف خود رحمتہ اللعالمین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی زبان مبارک سے فرمائیں ۔ میں اس کی تعریف کما حقہ' طور پر بیان نہیں کر سکتا ۔ کبھی کبھی جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم یمن کی طرف منہ کر کے فرماتے ۔ کہ "اِنِی لَا جِدُ نَفْسَ الرَّحْمَانِ مِنْ قِبَلُ الْیَمَنْ " یمن کی طرف سے نسیم رحمت آئی ہوئی پاتا ہوں ۔ پھر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں کہ ۔ قیامت کے دن اللہ تعالی ستر ہزار فرشتے حضرت اویس قرنی کی شکل کے پیدا کر کے ان کے درمیان حضرت اویس قرنی کو بہشت میں داخل کرے گا ۔ تا کہ مخلوق ان کو دیکھ نہ سکے ۔ سوائے اس شخص کے جس شخص کو اللہ چاہے گا کہ ان کی زیارت کرے ۔ کیونکہ آپ نے دنیا میں محض اس لئے چھپ کر خدا کی عبادت کی کہ دنیا کا کوئی آدمی ان کو نیک نہ سمجھے ۔ اس لئے قیامت کے دن بھی اللہ ان کو مخلوق کی نظروں سے پوشیدہ رکھے گا ۔ کیونکہ اولیا تحت قبائو ولا یعرفھم غیری میرے دوست میری قباء کے نیچے ہیں ۔ میرے سوا ان کو کوئی نہیں پہچان سکتا ۔

کتابوں میں وارد ہے ۔ کہ قیامت کے دن جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنے مکان سے باہر تشریف لا کر پوچھیں گے ۔ کہ اویس کہاں ہے ۔ میں اس کو دیکھنا چاہتا ہوں ۔ اس وقت آواز آئے گی ۔ کہ آپ تکلیف نہ کریں ۔ جس طرح آپ نے اس کو دنیا میں نہیں دیکھا ۔ یہاں بھی آپ اس کو نہیں دیکھ سکتے ۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت میں ایک مرد ایسا ہے۔ جس کی سفارش سے اللہ تعالیٰ میری امت کے اس قدر گنہگاروں کو قیامت کے دن بخش دے گا۔ جس قدر قبیلہ ربیعہ اور قبیلہ مضر کی بھیڑوں کے بال ہیں۔ آپ کے صحابہ نے عرض کی یارسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وہ کون شخص ہے۔ اور کہاں رہتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اویس اس کا نام ہے۔ قرن میں جو علاقہ یمن میں ہے۔ رہتا ہے۔ صحابہ کرام کے سوال پر آپ نے ارشاد فرمایا کہ میں نے اس کو باطنی آنکھوں سے دیکھا ہے۔ صحابہ نے عرض کی کہ آپ کا ایسا دوست حاضر خدمت کیوں نہیں ہوا۔ آپ نے فرمایا۔ کہ دو وجوہات ہیں۔ غلبہ حال اور تعظیم شریعت۔ اس کی والدہ ضعیف نابینا اور مومنہ ہے۔ وہ شتربانی کرکے اس کی خدمت بجالاتا ہے۔ پھر سوال کیا کہ کیا ہم اس کی زیارت کرسکتے ہیں۔ آپ نے فرمایا نہیں۔ البتہ جناب فاروق اور جناب علی اس کو دیکھیں گے۔ اس کے بائیں ہاتھ اور پہلو پر درم کے برابر ایک سفید داغ ہے۔ لیکن وہ برص کا داغ نہیں۔ جب تم اس سے ملو۔ تو میرا اسلام کہنا۔ اور مری امت کے حق میں دعاء کے لئے التماس کرنا۔

منقول ہے کہ جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے وصال کا وقت آیا۔ تو صحابہ نے عرض کی۔ کہ آپکا مرقع کس کو دیا جائے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اویس قرنی کو۔ چنانچہ جب حضرت عمر فاروق کی خلافت کے وقت جناب فاروق ؓ اور حضرت علی ؓ کوفہ میں تشریف لائے۔ تو اہل نجد سے حضرت اویس کا پتہ پوچھا۔ ایک شخص نے اٹھ کر عرض کی۔ کہ میں اس کو جانتا تو نہیں۔ لیکن ایک دیوانہ سا شتربان ضرور رہتا ہے۔ جو آبادی میں کبھی نہیں آتا۔ چنانچہ حضرت فاروق ؓ اور حضرت علی ؓ اس کے بتائے ہوئے پتہ کے مطابق وہاں تشریف لے گئے۔ تو دیکھا کہ جناب اویس قرنی نماز میں مصروف ہیں۔ پاؤں کی آہٹ محسوس کرکے نماز کو کوتاہ کیا۔ اور السلام علیکم کہا۔ جناب فاروق اعظم ؓ نے جواب میں سلام عرض کرنے کے بعد آپ سے نام

پوچھا۔ آپ نے جواب دیا۔ عبداللہ حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا۔ ہم سب عبداللہ یعنی خدا کے غلام ہیں۔ اپنا خاص نام ارشاد فرمائیں۔ آپ نے جواب دیا کہ اویس۔ پھر حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا۔ کہ اپنا دایاں ہاتھ دکھائیں۔ تب آپ نے اپنا دایاں ہاتھ دکھایا۔ جونشان جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا۔ اس کو دیکھ کر جناب حضرت فاروق اعظمؓ نے فرمایا۔ کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو سلام بھیجا ہے۔ اور اپنا مرقع تم کو ارسال فرمایا ہے۔ اور وصیت فرمائی ہے۔ کہ میری امت کے لئے دعاء فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ اے عمرؓ تم مجھ سے بہتر دعاء کر سکتے ہو۔ حضرت عمرؓ نے جواب دیا کہ میں بھی یہی کام کرتا ہوں۔ آپ حضور کی وصیت بجالائیں۔ اویس نے کہا کہ اے عمر شاید کوئی اور اویس ہے۔ جسکو وصیت دی گئی ہو۔ فاروق اعظم نے فرمایا۔ نہیں حضور علیہ الصلوۃ والسلام نے آپ ہی کا نشان دیا تھا۔ جونشان انہوں نے فرمایا تھا۔ وہ نشان ہم نے دیکھ لیا ہے۔ اس کے بعد اویس نے کہا۔ اچھا حضور علیہ الصلوۃ کا لباس لاؤ۔ تاکہ میں دعاء کروں۔ یہ کہکر آنخضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا مرقع لے کر ذرا فاصلے پر جا کر سربسجود ہو گئے۔ اور عرض کیا۔ کہ خداوندا میں اس وقت تک تیرے حبیب کا مرقع نہیں پہنوں گا۔ جب تک تو ساری امت کو نہ بخش دے۔ کیونکہ جناب رسالتمآب نے امت کو میرے حوالے کیا ہے۔ آواز آئی کہ چند آدمیوں کو تیری خاطر بخش دیا۔ آپ نے پھر عرض کی۔ کہ میں سب کو بخشانا چاہتا ہوں۔ اسی قیل وقال میں جب سفارش کی تعداد بڑھتی جارہی تھی۔ حضرت عمرؓ اور جناب مرتضیٰؓ تشریف لے آئے۔ حضرت اویسؒ نے ان کو دیکھ کر فرمایا کاش تم لوگ ذرا اور صبر کرتے تو میں ساری امت کو بخشوا لیتا۔ کیونکہ میں نے جناب باری میں عرض کی تھی۔ کہ جب تک تو ساری امت کو نہ بخشے گا۔ میں یہ مرقع نہیں پہنوں گا۔ بعد ازاں اویسؒ نے وہ مرقع پہن لیا۔ حضرت عمر فاروقؓ نے جب آپ کی طرف نگاہ کی تو خلافت

کے بعد کسی اور کو نہ پہچانے تو تیرے لئے بہتر ہے۔ پھر پوچھا۔ کہ کیا خدا تجھ کو جانتا ہے۔ عرض کی کہ ہاں۔ فرمایا کہ اگر اس کے سوا کوئی اور تجھ کو نہ جانے تو بہتر ہے۔ زاں بعد حضرت فاروق نے فرمایا۔ کہ میں آپ کے لئے کچھ لاؤں۔ آپ نے جیب میں ہاتھ ڈال کر دو درہم باہر نکالے اور فرمایا کہ میں نے شتر بانی سے دام کمائے ہیں۔ اگر آپ اس بات کی ذمہ داری لیں۔ کہ میں ان کے خرچ کرنے تک زندہ رہوں گا۔ تو اور دیدیں۔ زاں بعد فرمایا۔ کہ اب آپ تشریف لے جائیں۔ قیامت قریب ہے میں زادِ راہ حاصل کرنے کی فکر میں ہوں۔ چنانچہ دونو بزرگوار واپس تشریف لے آئے۔

حضرت فاروق اعظمؓ اور حضرت علیؓ کی ملاقات کے باعث آپ مشہور ہو گئے۔ تو وہاں سے ترک وطن کر کے کوفہ تشریف لے گئے۔ تا کہ گم نامی کی حالت میں رہیں۔ کوفہ میں صرف ایک دفعہ ہرم بن حیانؒ نے آپ کو دیکھا۔ پھر کسی نے آپ کو نہ دیکھا۔ ہرم بن حیانؒ فرماتے ہیں۔ کہ جب حضرت اویسؒ کی شفاعت کا درجہ سنا۔ تو میرے دل میں ان کی ملاقات کا شوق پیدا ہوا۔ چنانچہ میں نے کوفہ میں آ کر آپ کی تلاش کی اور اتفاقاً برلب فرات وضو کرتے ہوئے ان کو دیکھا۔ سنی ہوئی صفات کے لحاظ سے میں نے ان کو پہچان لیا۔ اور پاس جا کر سلام کیا۔ انہوں نے وعلیک السلام کہہ کر میری طرف دیکھا۔ میں نے ان کا ہاتھ پکڑنا چاہا۔ مگر انہوں نے ایسا نہ کرنے دیا۔ انہوں نے کہا اویس اللہ تم پر رحم کرے۔ اور بخشے۔ مجھ کو ان کی ضعیفی اور دوستی اور رحم کی وجہ سے رونا آ گیا۔ اویس نے روتے ہوئے فرمایا۔ حرم بن حیان خدائے کریم تم کو زندگی بخشے۔ تم یہاں کس طرح آ گئے۔ میں نے کہا۔ آپ نے خبر دی ہے۔ جس کے علم سے باہر کائنات کی کوئی چیز نہیں ہے۔ میری روح نے تمہاری روح کو شناخت کر لیا۔ کیونکہ مومن آدمیوں کی روحیں باہم واقف ہوتی ہیں۔ میں نے عرض کی۔ کہ رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کی کوئی روایت بیان فرمائیں۔

آپ نے ارشادفرمایا کہ میں نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کوکبھی نہیں دیکھا۔ اورنہ ان کی باتیں سنی ہیں۔نہ میں راوی۔محدث یامفتی اورواعظ بننا پسند کرتا ہوں۔ میں تو اپنے اشغال میں پورانہیں اتر سکتا۔میں نے عرض کی۔کہ کوئی آیت تلاوت فرمائیں۔آپ نے روتے ہوئے اعوذپڑھنے کے بعد پڑھاوَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنَ. وَمَا خَلَقْنَا السَّمَاءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لَاعِبِیْنَ. وَمَا خَلَقْنٰهُمَا اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ..... هُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ. زاں بعدایک چیخ ماری۔میں نے کہا کہ آپ سے انس اورراحت حاصل کروں۔فرمایا۔کہ جس کسی نے خدا کو پہچان لیا ہو۔میں نہیں جانتا کہ موت کے ماسوا سے محبت اختیار کرے۔اور راحت پائے۔ ہرم نے کہا۔کہ کچھ وصیت بیان فرمائیں۔فرمایا کہ موت کو اپنے سرہانے سمجھو جبکہ سوئے اور سامنے سمجھو جبکہ بیدار ہو گناہ کو حقیر مت سمجھو۔بلکہ بڑا سمجھو۔کہ اس کی وجہ سے گنہگار بنتے ہو۔اگر گناہ کو حقیر خیال کروگے تو خداوندکریم کو حقیر سمجھوگے۔ہرم نے عرض کیا۔کہ کہاں مقام کرنے کا حکم دیتے ہو۔فرمایا کہ شام میں ہے جاؤ۔عرض کیا کہ وہاں بسر اوقات کی کیا صورت ہوگی۔فرمایا۔افسوس ان دلوں پر جو شک میں پڑے ہوئے ہیں۔اورنصیحت حاصل نہیں کرتا۔میں نے کہا۔کوئی اوروصیت کریں۔فرمایا کہ اے پسرحیان آدم' حوا' نوح' ہود' داؤد علیہم السلام وفات پاگئے۔حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی رحلت فرماگئے۔ابوبکرؓ 'عمرؓ فوت ہوگئے۔میں نے عرض کیا کہ حضرت عمرؓ تو ابھی نہیں فوت ہوئے۔فرمایا کہ اللہ تعالی نے مجھے وفات کی خبر دی ہے۔پھر فرمایا کہ میں اورتم اورسب جہان مرنے والوں میں ہیں۔پھر نمازادا کی۔اوردعافرمائی اورارشاد کیا۔کہ میری وصیت یہ ہے۔کہ کتاب اللہ اوراہل اصلاح کا راستہ اختیار کرو۔اور موت کو ایک دم کے لئے بھی فراموش نہ کرو۔جب تو واپس اپنی قوم کے لوگوں میں جائے۔تو ان کو نصیحت کرنا۔اوراجماع امت سے ایک قدم ادھرادھر نہ ہونا۔تا کہ

دفعتہً بے دین نہ ہونے پائے۔ بعد ازاں دعا کہی۔ اور فرمایا۔ کہ ابن حیان نہ تو مجھے دیکھے گا۔ نہ میں تم کو دیکھوں گا۔ مجھ کو دعاء سے یاد کرنا۔ میں تم کو دعا سے یاد کرتا رہوں گا۔ اب تو اس جگہ سے چلا جا۔ تاکہ میں اس طرف کو جاؤں۔ میں نے چاہا کہ چند قدم آپ کے ہمراہ چلوں۔ مگر اجازت نہ دی۔ خود بھی روئے اور مجھے بھی رلایا۔ چنانچہ میں پھر کر ان کی طرف دیکھتا رہا۔ یہاں تک کہ نظر سے اوجھل ہو گئے۔ اس کے بعد ان کی کوئی خبر نہ ملی۔ مجھ سے زیادہ اصحاب اربعہ رضوان اللہ علیہم کے متعلق زیادہ تر گفتگو فرمائی۔

ربیع کہتا ہے۔ کہ اویس کی تلاش میں روانہ ہوا۔ چنانچہ جب میں ان کے پاس پہنچا۔ وہ صبح کی نماز میں مشغول تھے۔ نماز سے فارغ ہو کر تسبیح شروع کی۔ یہاں تک کہ ظہر کی نماز کا وقت آ گیا۔ اسی طرح دو نمازوں کے درمیان تسبیح پڑھتے اور وقت پر نماز ادا فرماتے۔ یہاں تک کہ تین دن کامل گزر گئے۔ نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ اور نہ ہی آرام کیا۔ چوتھی رات میں نے دیکھا۔ کہ یونہی ذرا سی آنکھ لگی۔ مگر فوراً بیدار ہو کر مناجات کرنے لگے۔ کہ خداوندا میں ایسی آنکھ سے جو زیادہ سوئے۔ اور ایسے پیٹ سے جو زیادہ کھائے تیری پناہ چاہتا ہوں۔ میں نے یہ حال دیکھ کر اپنے دل میں کہا۔ میرے لئے اتنی ہی بات کافی ہے۔ چنانچہ میں واپس چلا آیا۔

کہتے ہیں کہ آپ رات کو ہرگز نہ سوتے تھے۔ اور فرماتے تھے۔ یہ رات رکوع کے لئے ہے۔ یہ رات سجدہ کے لئے ہے۔ اور اسی طرح ہر رات کرتے۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا۔ کہ کیسے ہو۔ فرمایا کہ رات سجدے میں سُبْحَانَ رَبِّیَ الْاَعْلٰے نہیں کہنے پاتا کہ صبح ہو جاتی ہے۔ میں چاہتا ہوں۔ کہ فرشتوں کی طرح عبادت کروں۔ لوگوں نے پوچھا کہ نماز میں خشوع کسے کہتے ہیں۔ فرمایا۔ کہ اگر اس کے نیزہ بھی مار دیا جائے۔ تو خبر تک نہ ہو۔ پھر لوگوں نے پوچھا کہ کیسے ہو۔ فرمایا کہ وہ کیا ہے جو صبح کو بیدار ہو۔ مگر نہیں جانتا کہ شام تک اس کو موت مہلت دے گی یا

نہیں۔لوگوں نے پوچھا۔کہ آپ کا کام کیا ہے۔فرمایا کہ سفر کی درازی اور بے توشہ ہونے کی وجہ سے آہ کرتا ہوں۔

نقل ہے کہ کسی سے آپ نے فرمایا۔کہ اگر تو زمین و آسمان کے برابر بھی عبادت کرے۔تو جب تک یقین کامل خدا پر نہ ہوگا۔وہ عبادت قبول نہ کی جائے گی۔اس شخص نے عرض کی۔کہ کس طرح اس پر یقین کروں۔ارشاد کیا کہ جو کچھ تجھ کو حاصل ہے اسی پر قناعت کر۔تاکہ اس کی عبادت میں کسی دوسری شے کی طرف رغبت نہ رہے۔نیز فرمایا۔کہ جو شخص تین چیزوں کو محبوب سمجھتا ہے۔دوزخ اس کی شاہ رگ سے بھی نزدیک ہے۔اول اچھا کھانا۔دوم عمدہ لباس۔سوم امیروں کے ساتھ بیٹھنا۔لوگوں نے ایک دفعہ آپ کی خدمت میں عرض کی۔کہ آپ کے قریب ہی ایک شخص تیس سال ہوئے گلے میں کفنی ڈالے قبر میں بیٹھا ہے۔اور روتا ہے۔فرمایا کہ مجھے اس کے پاس لے چلو۔چنانچہ لوگ آپ کو اس شخص کے پاس لے آئے۔آپ نے اس کی طرف دیکھا۔کہ بہت ہی ضعیف و کمزور ہو چکا ہے۔آپ نے فرمایا۔کہ اے فلاں! کفن اور قبر نے تجھ کو خدا تعالیٰ سے مشغول کرا دیا ہے۔لیکن یہ دونوں باتیں تیری راہ میں حجاب ہیں۔محض اس کلام سے اس کے دل میں نور معرفت جلوہ گر ہوا۔نعرہ مارا اور وہیں اسی قبر میں جان دے دی۔اس سے اندازہ کرو کہ جب قبر اور کفن ہی حجاب بن گئے۔تو دنیا کی دوسری چیزوں کا کیا حال ہوگا؟

نقل ہے کہ تین دنوں تک آپ نے کچھ بھی نہ کھایا نہ پیا۔چوتھے دن باہر تشریف لائے۔اور ایک سنہری دینار راہ میں پڑا دیکھا۔مگر نہ اٹھایا۔کہ شاید کسی کا گر گیا ہوگا۔آگے چلے گئے تاکہ گھاس کھا کر بھوک کو مٹائیں۔کیا دیکھتے ہیں۔کہ ایک بکری منہ میں گرم گرم روٹی لئے چلی آ رہی ہے۔بکری نے وہ روٹی آپ کے سامنے آ کر ڈال دی۔مگر آپ نے اس روٹی کو نہ چھوا۔کہ شاید کسی کی اٹھائی ہوئی ہو۔اور آگے چلنے لگے۔مگر بکری نے زبان حال سے کہا۔کہ اس خدا کی غلام ہوں جس کا تو غلام ہے۔

تب آپ نے اس روٹی کو اٹھا کر کھالیا اور بکری گم ہوگئی۔

آپکے فضائل بے شمار ہیں۔ ابتداء میں شیخ ابو القاسم گورگانی اویسیؒ ہوئے ہیں۔ اور اویسیؒ کے اقوال یہ ہیں۔ (۱) جس شخص نے خدا کو پہچان لیا۔ اس پر کوئی چیز مخفی نہ رہی۔ کیونکہ خدا کو اس کی خدائی سے پہچانتے ہیں۔ (۲) جس شخص نے خدا کو سمجھا وہ ہر چیز کو سمجھ جاتا ہے۔ (۳) تنہائی میں سلامتی ہے۔ تنہا فرد ہوتا ہے۔ اور وحدت یہ ہے۔ کہ خدا کے سوا کسی کا خیال نہ آئے۔ ظاہری تنہا رہنا ٹھیک نہیں۔ کیونکہ دو آدمیوں سے شیطان بھاگ جاتا ہے۔ (۴) فرمایا۔ کہ دل کو حاضر رکھو تا کہ غیر کو اس میں دخل میسر نہ ہو۔ (۵) فرمایا کہ بلندی عاجزی میں ہے۔ سرداری سچائی میں ہے۔ فخری فقر میں ہے۔ نسبت پرہیز گاری میں ہے۔ بزرگی قناعت میں ہے۔ سب لا پرواہی توکل میں ہے۔

نقل ہے۔ کہ آپ کے ہمسائے آپ کو دیوانہ سمجھتے تھے۔ وہ کہتے کہ ہم نے آپ کے لئے ایک گھر بنایا۔ ہم نے کبھی نہیں دیکھا۔ کہ گھر میں کوئی ایسی چیز میسر ہے جس سے روزہ افطار کرتے۔ آپ کا کھانا اس طرح مہیا ہوتا تھا۔ کہ آپ کھجوروں کی گٹھلیاں جمع کر کے ان کو بیچتے۔ اور جو کچھ حاصل ہوتا۔ اس سے اپنی روٹی خرید کر کھاتے۔ اگر کھجور میسر ہو جاتی۔ تو اس کو فروخت کر کے صدقہ دیا کرتے تھے۔ آپ کا لباس ہمیشہ پرانا اور شکستہ ہوا کرتا تھا۔ نماز کے بعد اس کو سیتے۔ علی الصبح گھر سے نکل جاتے۔ اور عشا کی نماز کے بعد گھر واپس آتے۔ بچے آپ کو دیوانہ خیال کر کے اینٹیں پتھر مارتے۔ آپ ان کو فرماتے۔ کہ چھوٹے چھوٹے ڈھیلے مارو۔ تا کہ خون نہ نکلے اور میری طہارت نہ ٹوٹے۔ مجھ کو صرف نماز کا غم ہے۔ بدن کا کوئی غم نہیں۔

منقول ہے کہ آخر عمر میں آپ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور ان کی ہمراہی میں لڑائیوں میں شامل ہوئے۔ اور آخر کار ایک جنگ میں شہید ہو

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

باب نمبر 3

حالات حضرت خواجہ حسن بصری ؒ

آپ نبوت کے پروردہ۔ فتوت کے خوکردہ۔ کعبہ علم۔ قبلہ ورع وحلم اور صدر سنت کے صدر ہیں۔ آپ کے مناقب بیشمار اور اوصاف لاانتہاء ہیں۔ صاحب علم وعمل تھے۔ ہمیشہ آپ پر خوف حق طاری رہتا تھا۔ آپ کی والدہ ماجدہ ام المومنین ام سلمہ ؓ کی خادمہ تھیں۔ جب آپکی والدہ کسی کام میں مصروف ہوتی تھیں۔ اور آپ عہد مہد میں روتے تو ام المومنین حضرت سلمہ ؓ آپ کو گود میں اٹھا لیتی تھیں۔ اور دل بہلاتی تھیں۔ اور بعض اوقات اپنا پستان بھی آپ کے منہ میں دے دیتی تھیں۔ فرط محبت سے جو ام المومنین ؓ کو آپ سے تھی۔ پستانوں میں دودھ بھی اتر آیا کرتا تھا۔ آپ کی ساری سعادت کی وجہ ام المومنین ؓ کا شیر مبارک تھا۔

نقل ہے۔ کہ خواجہ حسن بصری نے جبکہ آپ ابھی بچے ہی تھے۔ ایک دن جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم کے کوزہ سے پانی پی لیا۔ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے کوزہ دیکھ کر پوچھا۔ کہ میرے کوزے میں سے پانی کس نے پیا ہے۔ حضرت ام المومنین ؓ نے عرض کیا۔ کہ حسن نے۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ جس قدر اس نے پانی پیا ہے۔ اسی قدر میرا علم اس میں سرایت کر گیا ہے۔ علاوہ ازیں یہ بھی روایت ہے۔ کہ ایک دن پیغمبر علیہ الصلوۃ والسلام ام المومنین ام سلمہ کے گھر تشریف لائے۔ اور خواجہ حسن بصری کو جو کہ ابھی محض بچے تھے۔ گود میں لے لیا اور ان کے حق میں دعاء کی۔ چنانچہ آپ نے جو کچھ بھی حاصل کیا۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اسی دعاء کی برکت کا نتیجہ تھا۔

نقل ہے۔ کہ جب آپ پیدا ہوئے۔ تو آپ کو فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کی خدمت میں لایا گیا۔ فاروق اعظم رضی اللہ عنہ نے دیکھ کر فرمایا۔ اس کا نام حسن رکھو۔ یہ خوبصورت ہے۔ ام المومنین حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالی عنہا نے آپ کی پرورش

اور نگہداشت کی۔ اور ہمیشہ خداوند کریم سے دعا فرمایا کرتی تھیں۔ کہ اس کو مقتدائے خلق بنا۔ چنانچہ آپ کی دعا کی برکت سے خواجہ حسن بصریؒ اپنے زمانے میں یکتا ولی اللہ ہوئے۔ آپ نے ایک سو تیس ۱۳۰ اصحابہ کرامؓ کی زیارت کی۔ ان میں سے ستر اصحاب بدری تھے۔ آپ حضرت امام حسن علیہ السلام کے مرید تھے۔ علم بھی آپ نے انہی سے حاصل کیا۔

کتاب تحفہ میں مذکور ہے۔ کہ آپ کو حضرت امام حسنؓ بن علیؓ سے ارادات تھی۔ انہی سے آپ نے خرقہ خلافت حاصل کیا۔ آپ کی توبہ کے متعلق یوں ذکر ہے۔ کہ ابتداء میں آپ جوہری تھے۔ اور حسن مولوی کے نام سے موسوم تھے۔ ایک دفعہ روم کی طرف جانے کا اتفاق ہوا۔ اور وہاں کے وزیر سے ملاقات کی۔ وزیر نے کہا۔ کہ ہم کہیں جانا چاہتے ہیں۔ کیا تم بھی ہمراہ چلو گے۔ آپ نے کہا ہاں۔ چنانچہ آپ کے لئے بھی ایک سواری کا بندوبست کر دیا گیا۔ جب آپ وزیر کے ہمراہ ایک جنگل میں تشریف لائے تو دیکھا۔ کہ ایک رومی اطلس کا خیمہ استادہ ہے۔ اور ایک مسلح لشکر جرار اس کے گرداگرد پھر کر واپس آیا۔ پھر چند عالم اور صاحب شوکت بوڑھے خیمے کی طرف گئے۔ اور طواف کر کے واپس چلے آئے۔ پھر حکیم' دانا اور فلاسفر بھی اس طرح طواف کر کے واپس آئے۔ اس کے بعد دو سو خوبصورت پری جمال عورتیں زرق برق لباس میں زر و جواہرات کے تھال بھرے ہوئے لے کر اس خیمے کے گرد طواف کر کے واپس ہوئیں۔ اس کے بعد خود بادشاہ اور وزیر خیمے کے اندر گئے۔ اور باہر چلے آئے۔ آپ نے اس معاملہ کو دل ہی میں سوچا۔ مگر کچھ سمجھ نہ آئی۔ آخر کار وزیر سے معاملہ پوچھا۔ اس نے کہا۔ قیصر روم کا حسین اور نوجوان بیٹا مر گیا ہے۔ اور اس خیمے کے اندر اسکی قبر ہے۔ سال میں ایک دفعہ ہم لوگ اسی ترتیب سے قبر کی زیارت کو آتے ہیں۔ پہلے لشکر طواف کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اے شہزادے اگر یہ حالت جو تم پر وارد ہوئی ہے لڑائی سے دور کی جا سکتی تو ہم حاضر تھے۔ لیکن معاملہ

ایسے شخص کے ہاتھ ہے جس کے ساتھ کوئی جنگ نہیں کر سکتا۔ اس کے بعد فلسفی حکیم اور دانا لوگ طواف کر کے کہتے ہیں۔ کہ اے شہزادے اگر علم و حکمت کے زور سے تمہاری رہائی ممکن ہوتی۔ تو ہم ہر طرح کوشش کرتے۔ اس کے بعد بوڑھے اور معزز لوگ آ کر کہتے ہیں۔ کہ اگر شہزادہ صاحب تمہاری یہ حالت سفارش اور منت و زاری سے بدل سکتی۔ تو ہم کوشش کرتے۔ لیکن معاملہ اس سے ہے۔ جس کے ہاں کسی کی سفارش کچھ کام نہیں کر سکتی۔ اس کے بعد خوبصورت عورتیں آ کر کہتی ہیں۔ کہ اے شہزادہ صاحب اگر حسن و جمال اور مال و دولت سے تیری یہ حالت جو تم پر وارد ہے بدل سکتی تو ہم حاضر ہیں۔ لیکن یہ حالت اس ذات کیساتھ ہے۔ جس کے ہاں مال اور جمال کی ذرہ بھر پرواہ نہیں۔ پھر خود بادشاہ اور وزیر خیمے کے اندر داخل ہو کر کہتے ہیں۔ کہ شہزادہ صاحب تیری خاطر لشکر حکیم اور فلاسفر بزرگ مال اور جمال لایا۔ اور خود بھی حاضر ہوا۔ اگر تمہاری حالت بدل سکنا امکان میں ہوتا۔ تو مقدور بھر کوشش کرتا۔ لیکن معاملہ اسی ذات مقدس کے ساتھ ہے کہ تیرا باپ تو کیا ساری کائنات اس کے مقابلے میں ہیچ اور عاجز ہے۔ دوسرے سال تک تجھ پر ہمارا سلام ہو۔ اس تقریر کو سن کر آپ کے دل پر خاص اثر اور کیفیت پیدا ہوئی۔ اور آپ اپنا کاروبار چھوڑ کر واپس بصرہ میں آ گئے اور قسم کھائی کہ اب دنیا میں ہرگز نہ ہنسوں گا۔ اس کے بعد آپ نے اس قدر ریاضت مجاہدہ کیا کہ اپنے زمانہ کے تمام لوگوں سے سبقت لے گئے۔ ستر سال تک آپ کی یہی کیفیت رہی۔ دنیا سے قطع تعلق کر کے گوشہ نشینی اختیار کیا۔

نقل ہے۔ کہ کسی نے ایک دفعہ اٹھ کر پوچھا۔ کہ ہم لوگوں میں خواجہ حسن کو برتری اور فوقیت کیوں حاصل ہے۔ ایک بزرگ نے جواب دیا۔ کہ ہم لوگوں کو آپ کے علم کی ضرورت ہے۔ لیکن خواجہ صاحب کو حق تعالی کے سوا اور کسی کی محتاجی نہیں۔ اس واسطے آپ سب کے مکرم سردار اور بزرگ ہیں۔

منقول ہے۔ کہ ہفتے میں ایک مرتبہ آپ وعظ کیا کرتے تھے۔ اگر مجلس وعظ میں حضرت رابعہ بصریؒ کو نہ دیکھتے۔ تو وعظ کو ترک کر دیتے۔ ایک دفعہ کسی شخص نے سوال کیا۔ کہ مجلس وعظ میں اس قدر بزرگ اور مقدس لوگ شامل ہوتے ہیں۔ اگر ایک عورت شامل نہ ہو تو کیا مذائقہ ہے۔ آپ نے فرمایا ہاتھیوں کے معدے کے لئے جو شربت تیار کیا گیا ہو۔ وہ چیونٹیوں کے معدے میں کس طرح بھرا جاسکتا ہے۔

دوران وعظ میں آپ جوش میں آ جاتے تو رابعہ بصری کی طرف مخاطب ہو کر فرماتے۔ یہ گرمی اور جوش جو اس وقت مجھ میں پائی جاتی ہے۔ اے سیدہ تمہارے دل کی گرمی ہے۔

ایک دفعہ لوگوں نے پوچھا۔ کہ آپ کی مجلس وعظ میں لوگ کثرت سے شامل ہوتے ہیں۔ اس سے آپ کو خوشی حاصل ہوتی ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ کثرت سے مجھے کوئی خوشی نہیں ہوتی۔ البتہ اگر کوئی صاحب دل درویش مجلس میں شامل ہو تو خوشی ہوتی ہے۔

لوگوں نے آپ سے پوچھا۔ کہ مسلمان کیا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ مسلمانی کتاب میں ہے۔ اور مسلمان قبر میں نہیں۔ آپ سے پوچھا۔ کہ دین کی اصل کیا ہے۔ فرمایا۔ ورع۔ پھر سوال کیا کہ ورع کو تباہ کرنے والی کونسی چیز ہے۔ ارشاد فرمایا۔ طمع۔ پھر پوچھا کہ جنت عدن کیا ہے۔ فرمایا کہ سونے کا ایک محل ہے جو نبیوں' شہیدوں' صدیقوں' اور عادل شاہوں کے لئے اللہ نے بنایا ہے۔ پھر سوال کیا۔ کہ طبیب دوسروں کا علاج کس طرح کرتے ہیں۔ ارشاد فرمایا۔ کہ پہلے اپنا علاج کر کے پھر مریض کا علاج کرتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ اے لوگو! جو کچھ میں کہتا ہوں اس کو سنو تمہیں فائدہ ہوگا۔ لیکن میری بے عملی سے تم کو کوئی نقصان نہیں ہوگا۔

لوگوں نے آپ سے دریافت کیا کہ ہم کیا کریں۔ ہمارے دل سوئے ہوئے ہیں۔

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

دیا۔اور لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر کہا۔ اُنظُرُ وْوَ اِلَی الرَّجُلِ (اگر تم کسی مرد خدا کو دیکھنا چاہتے ہو) تو حسن کی طرف دیکھو۔

ایک دفعہ کسی شخص نے حجاج کو خواب میں دیکھا۔ کہ میدان قیامت میں ٹہل رہا ہے۔ اس سے پوچھا کہ کیا ڈھونڈ تے ہو۔حجاج نے جواب دیا۔ کہ جو کچھ موحد ڈھونڈ تے ہیں۔ یہ بات اس نے حالت نزع میں کہی تھی۔ کہ اے میرے پروردگار تو بخشنے والا اکرم الاکرمین ہے۔ یہ بات تو خود مجھ تنگ حوصلہ پر ظاہر کرتا ہے کہ میں غفار ہوں اور لوگ بالاتفاق کہتے ہیں کہ تو مجھ کو قیامت کے دن سزا دئے بغیر نہ چھوڑے گا۔تو مجھ کو ان لوگوں کی دشمنی کے مقابلے میں بخش دے۔ اور ان لوگوں پر ظاہر کر کہ واقعی جو کچھ تو چاہتا ہے کرتا ہے۔یہ بات جب خواجہ حسنؒ نے سنی۔تو فرمایا۔ کہ خبیث (حجاج) اپنی چالاکی سے آخرت بھی حاصل کر لے گا۔

روایت ہے۔ کہ حضرت علی کرم اللہ وجہٗ ایک دفعہ بصرہ میں تشریف لائے۔اور اپنے اونٹ کی مہار کو کمر میں باندھ کر تین دن تک یہ حکم دیتے رہے۔ کہ لوگو منبر توڑ ڈالو۔ چنانچہ آپ نے سارے منبر تڑوا دئے۔ اور واعظین کو وعظ کرنے سے منع کر دیا۔ لیکن جب آپ کی مجلس وعظ میں تشریف لائے۔تو اس وقت آپ وعظ فرما رہے تھے۔حضرت علی کرم اللہ وجہ نے دریافت کیا۔ کہ آپ عالم ہیں یا طالب علم۔عرض کیا۔ کہ ان دونوں میں سے کچھ بھی نہیں۔ البتہ جو بات پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وسلم سے مجھ تک پہنچی ہے۔وہ لوگوں کو سناتا ہوں۔ یہ سن کر حضرت علی نے آپ کو منع نہ فرمایا۔اور کہا کہ یہ جوان شائستہ سخن ہے۔یہ کہہ کر آپ چلے آئے۔آپ کے چلے آنے کے بعد حضرت حسن بصریؒ کو معلوم ہوا۔ کہ یہ خلیفہ وقت امیر المومنین علیؓ تھے۔ دوڑ کر آپ کے پیچھے گئے اور عرض کی کہ خدا را مجھ کو طہارت کا طریقہ سکھائیں۔ چنانچہ باب الطشت کے نزدیک آپ کو وضو کا طریقہ سکھایا اور پھر وہاں سے چل دئے۔

نقل ہے۔ کہ ایک دفعہ بصرہ میں سخت قحط پڑ گیا۔ بارش بالکل نہ ہوئی۔ شہر کے لوگ طلب بارش کے لئے شہر سے باہر نکلے۔ اور آپ کو دعا کے لئے منبر پر بھیجا۔ آپ نے فرمایا۔ لوگو اگر تم بارش کے طالب ہو تو حسن کو (مجھے) اپنے شہر سے جلاوطن کر دو۔

روایت ہے۔ کہ آپ پر اس قدر خوف طاری ہوا کرتا تھا۔ کہ بیٹھنے کی حالت میں ایسا معلوم ہوتا تھا۔ کہ آپ کسی جلاد کے روبرو بیٹھے ہیں۔ کبھی کسی شخص نے آپ کو ہنستے ہوئے نہ دیکھا۔ ایک دفعہ کسی شخص کو روتے دیکھ کر وجہ پوچھی۔ اس نے کہا۔ کہ ایک دفعہ میں نے محمد کعب قرطبی کی مجلس وعظ میں سنا تھا۔ کہ شامت اعمال سے ایک مومن ایسا بھی ہوگا جس کو ہزار سال کے بعد دوزخ سے رہائی ملے گی۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ کہ کاش وہ شخص حسن ہی ہوتا کہ ہزار سال ہی کے بعد اس کو دوزخ سے نکال لیتے۔

ایک دن آپ کے روبرو یہ حدیث شریف پڑھی گئی ''اٰخِرُ مَنْ یُّخْرَجُ مِنَ النَّارِ یُقَالُ لَہٗ نِہَادَ '' امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وسلم میں سے سب کے بعد جو شخص دوزخ سے نکلے گا۔ اس کا نام نہاد ہوگا۔ آپ نے سن کر فرمایا کاش وہ حسن ہی ہوتا۔

روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ گھر میں رو رہے تھے۔ جب آپ سے رونے کی وجہ پوچھی گئی۔ تو آپ نے فرمایا۔ کہ شاید بے خبری میں یا غلطی میں یا بے ارادہ مجھ سے کوئی ایسی حرکت سرزد ہوگئی ہو جو درگاہ خداوندی میں ناگوار ہوئی ہو۔ اور قیامت کے دن مجھ کو یہ کہہ دیا جائے کہ جاؤ تمہاری عبادت مردود ہے۔ ہماری درگاہ میں تمہاری کوئی قدر نہیں۔

ایک دفعہ آپ گھر کی چھت پر بیٹھے ہوئے تھے اور اس قدر روئے کہ ساری مٹی تر ہو گئی کہ آنسوؤں کے پانی سے پرنالہ جاری ہوگیا۔ کوئی شخص نیچے سے گذرا تو وہ پانی اس کے اوپر پڑ گیا۔ اس نے دریافت کیا۔ آیا یہ پانی پاک ہے یا پلید۔ آپ نے

فرمایا کہ مرد خدا دھوڈالو۔ کیونکہ یہ ایک گہنگار کی آنکھوں کا پانی ہے۔ ایک دفعہ آپ کسی جنازے کے ہمراہ گئے۔ دفن کرنے کے بعد آپ قبر پر اس قدر روئے۔ کہ ساری مٹی تر ہوگئی۔ اور پھر لوگوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ لوگو! غور کرو۔ اول و آخر قبر ہے۔ اس جہان کا آخر اگلے جہان کا شروع قبر ہے۔ پھر تم کیوں غافل ہو۔

نقل ہے۔ کہ ایک دن چند آدمیوں کی ہمراہی میں آپ کا گزر قبرستان میں سے ہوا۔ فرمایا کہ اس قبرستان میں ایسے لوگ بھی ہیں جنہوں نے آٹھوں بہشتوں کی ذرہ بھر پرواہ نہ کی۔ لیکن پھر بھی اس قدر حسرت دل میں باقی لے گئے۔ کہ اگر اس حسرت کا ذرہ بھر بھی آسمان کے پیش کیا جائے۔ تو خوف کے مارے سب کے سب غرق ہو جائیں۔

ایک دفعہ بچپن میں آپ سے کوئی غلطی سرزد ہوگئی۔ چنانچہ اسی دن سے لے کر جب تک زندہ رہے آپ اسی غلطی کو اپنے ہر نئے پیراہن کے گریبان پر لکھ لیا کرتے۔ اور یاد کر کے اس قدر روتے کہ بے ہوش ہو جاتے۔

ایک دفعہ ثابتؒ نے آپ کو خط لکھا۔ کہ میں نے سنا ہے آپ حج کو جانا چاہتے ہیں۔ میں اس سفر میں آپ کے ہمرکاب رہنا چاہتا ہوں۔ آپ نے جواب دیا۔ مرد خدا اس خیال کو چھوڑ دو۔ تاکہ اللہ تعالیٰ کے ہی ستر میں میری زندگانی بسر ہو جائے۔ کیونکہ اکٹھا رہنے کی صورت میں ایک دوسرے کے عیب و ثواب معلوم ہو جاتے ہیں۔ اور ایک دوسرے کو برا بھلا کہنے لگ جاتے ہیں۔

نصیحت کے طور پر ایک دفعہ آپ نے ایک سفید ریش کو فرمایا۔ کہ تین کام ہرگز نہ کرنا۔ اول بادشاہوں کے ہاں نہ جانا۔ اگرچہ محض شفقت ہی کے طور پر کیوں نہ ہو۔ دوسرے کسی عورت کے ساتھ تنہا نہ بیٹھو۔ خواہ وہ رابعہ ثانی کیوں نہ ہو۔ اور مسجد میں اس کو قرآن شریف کا ہی سبق پڑھائے۔ تیسرے کانوں کو راگ رنگ کا عادی نہ بنانا۔ خواہ تو مردان خدا ہی کا مرتبہ حاصل کر چکا ہو۔ کیونکہ یہ تینوں کام خطرے سے

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

کا وقت ہے۔ پہلے حج کرو۔ بعد ازاں مسجد خیفمیں جا بیٹھ جانا۔ وہاں ایک بزرگ ہیں۔ جو محراب میں بیٹھے ہوں گے۔ ان کا وقت ضائع نہ کرنا۔ جب وہ عبادت سے فارغ ہوں۔ ان سے دعا کی التجا کرنا۔ چنانچہ ابو عمر نے ایسا ہی کیا۔ بصرہ سے چل کر مکہ میں آیا۔ اور حج کر کے مسجد حیف میں بیٹھ گیا۔ وہاں ان بزرگ کو دیکھا۔ کچھ دیر بعد ایک اور سفید پوش بزرگ تشریف لائے۔ دونوں نے ملاقات کی۔ ظہر کی نماز کے بعد وہ بزرگ سفید پوش چلے گئے۔ اور باقی لوگ بھی چلے گئے۔ اب وہ بوڑھے بزرگ اکیلے تھے۔ ابو عمر نے پاس جا کر ادب سے سلام کر کے اپنا حال زار بیان کیا جس کو سن کر وہ بزرگ اندوہ گین ہو گئے۔ اور آسمان کی طرف نگاہ کی۔ ابھی سر نہیں جھکایا تھا۔ کہ ابو عمر کو سارا قرآن یاد ہو گیا خوشی سے ان کے قدموں پر سر رکھ دیا۔ بوڑھے بزرگ نے پوچھا۔ کہ میرا پتہ تجھے کس نے دیا۔ عرض کی۔ کہ حضرت خواجہ حسن بصری نے۔ یہ سن کر انہوں نے فرمایا۔ کہ حسن نے مجھے رسوا اور مشہور کیا۔ میری پردہ دری کی۔ میں بھی اس کے ساتھ ایسا ہی سلوک کروں گا۔ یہ کہہ کر پوچھا۔ کہ کیا تم نے اس سفید پوش بزرگ کو دیکھا تھا۔ عرض کی کہ ہاں۔ فرمایا کہ وہ حسن بصری تھے۔ جو ہر نماز سے پہلے یہاں مجھ سے ملاقات کرتے ہیں۔ اور پھر بصرہ میں جا کر وقت پر ساری نمازیں ادا کرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ جس شخص کا امام حسن بصری ہو۔ اس کو میری دعا کی کیا ضرورت ہے۔

روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ کسی شخص کا گھوڑا عیبی ہو گیا۔ وہ مفلس تھا۔ اس نے آکر خواجہ حسن بصری سے عرض کی۔ آپ نے گھوڑے کی قیمت پوچھ کر گھوڑا چار سو دینار کے عوض خرید لیا۔ رات کو اس شخص نے خواب میں دیکھا کہ وہ گھوڑا دوسروں کے گھوڑوں کے ساتھ بہشتی چراگاہ میں چر رہا ہے۔ اس نے پوچھا کہ یہ گھوڑے کس کے ہیں۔ کہا کہ پہلے تو تیرے تھے۔ مگر اب ان کا مالک حسن بصری ہے۔ چنانچہ خواب سے بیدار ہو کر وہ شخص آپکی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور بیع فسخ کرنے کی

درخواست کی۔آپ نے فرمایا۔کہ میرا خدا تم سے پہلے تمہارے خواب کی اطلاع مجھ کو دے چکا ہے۔چنانچہ وہ مایوس ہو کر واپس چلا گیا۔اگلی رات خواجہ حسن بصری نے خواب میں عالیشان محل اور منظر دیکھ کر پوچھا۔کہ کس کے ہیں۔جواب ملا۔کہ جو بیع کو منسوخ کرلے۔چنانچہ آپ نے فوراً علی الصبح اس شخص کو بلا کر منسوخ کر دیا۔

شمعون نام ایک آتش پرست آپ کا ہمسایہ تھا۔بیماری کے بعد جب اس کی موت کا وقت قریب آیا۔تو لوگوں نے آپ کو خبردار کیا اور عرض کیا۔کہ اپنے ہمسائے کی ذرا خبر لیں۔آپ خبر سن کر اس کے پاس چلے گئے۔دیکھا کہ آگ کے دھوئیں سے اس کا رنگ سیاہ ہو گیا ہے۔آپ نے فرمایا۔ساری عمر آگ اور دھوئیں میں بسر کر دی۔ اب آخری مرتبہ تو خدا سے ڈرو۔اور اسلام قبول کرو۔تاکہ خدا تجھ پر رحم کرے۔اس نے کہا کہ۔اسلام قبول کرنے میں تین چیزیں مانع ہیں۔اول یہ کہ تم دن رات دنیا کی برائی کرتے ہو۔مگر پھر بھی دن رات اسی دنیا کی طلب میں مشغول رہتے ہو۔ دوم یہ کہ موت کو برحق سمجھ کر اس کا کوئی سامان نہیں کرتے۔سوم یہ سمجھ کر اللہ کا دیدار میسر ہوگا۔مگر کام اسکی رضا کے خلاف کرتے ہو۔آپ نے فرمایا۔کہ یہ آشنا لوگوں کی نشانی ہے۔اگر مومن لوگ ایسا کرتے ہیں۔تو تم کیا کرتے ہو۔ساری عمر تم نے آتش پرستی میں گزار دی۔لیکن میں نے آگ کی پوجا نہیں کی۔اگر ذرا آگ میں ہاتھ ڈالیں۔تو دونوں کو جلا دے گی۔اور تمہاری ستر سال کی پوجا کا ذرا بھی خیال نہیں کرے گی۔لیکن میرا خدا اگر چاہے تو آگ کی مجال نہیں کہ میرا ایک بال تک بھی جلانے پائے۔آؤ۔ہم دونوں آگ میں ہاتھ ڈالیں۔تاکہ تجھ پر آگ کی کمزوری اور اللہ کی قدرت ظاہر ہو۔یہ کہہ کر آپ نے آگ میں ہاتھ ڈال دیا۔اور دیر تک آگ میں ہاتھ رکھا۔لیکن آگ نے ذرہ بھر بھی اثر نہ کیا۔شمعون نے جب اس حال کو دیکھا۔تو اس کی حالت بدل گئی۔اور کہا کہ میری ساری عمر آتش پرستی میں بسر ہوئی۔اب چند سانس باقی ہیں۔ان میں کیا کر سکتا ہوں۔آپنے فرمایا۔کہ مسلمان

ہو جاؤ۔ شمعون نے کہا۔ کہ آپ اس بات کی تحریر کر دیں ۔ اگر میں مسلمان ہو جاؤں تو اللہ تعالیٰ مجھے عذاب نہ دے گا۔ چنانچہ آپ نے خط لکھ دیا۔ اور اس کی خواہش کے مطابق شہر کے معززین کی گواہی بھی درج کرا دی۔ شمعون خط کو لے کر ایمان لے آیا۔ اور بہت رویا۔ او روصیت کی کہ مرنے کے بعد یہ خط میرے ہاتھ میں دے دینا۔ پھر کلمہ پڑھ کر مر گیا۔ آپ نے اس کی وصیت پوری کی۔ اپنے ہاتھ سے غسل دے کر قبر میں اتارا اور خط اس کے ہاتھ میں دے دیا۔ رات کو آپ ساری رات متفکر رہے۔ کہ میں نے کیا کیا۔ مجھے اپنی ہی نجات کا علم نہیں ۔ دوسروں کو تحریر کیوں لکھ دی۔ اسی فکر میں آپ کی آنکھ لگ گئی۔ تو دیکھا۔ کہ شمعون سنہری تاج سر پر رکھے بہشت میں ٹہل رہا ہے۔ پوچھا۔ کہ کیا حال ہے۔ اللہ تعالیٰ نے مجھے بخش دیا۔ یہ اب اپنا خط لیں مجھے اس کی حاجت نہیں رہی ۔ جب آپ خواب سے بیدار ہوئے ۔ تو وہ خط آپ کے ہاتھ میں تھا۔ آپ نے خط کو دیکھ کر درگاہ الٰہی میں عرض کی ۔ کہ خداوند تیرے کام صرف فضل سے ہیں ۔ کسی علت سے نہیں ۔ جب ستر ۷۰ سال کے آتش پرست کو کلمے کے عوض بخش دیا۔ تو مومن کو کب محروم رکھے گا۔

آپ کی تواضع اس قدر تھی ۔ کہ ہر کسی کو اپنے سے بہتر سمجھتے تھے ۔ ایک دن دریائے دجلہ کے کنارے ایک حبشی کو ایک عورت کے ہمراہ دیکھا۔ جو شیشے سے کچھ پی رہا تھا۔ آپ کے دل میں خیال آیا۔ کہ اگرچہ میں گنہگار ہوں ۔ لیکن اس شخص سے ضرور اچھا ہوں۔ اسی خیال میں تھے ۔ کہ سامنے سے ایک کشتی آئی ۔ اور وہ غرق ہو گئی۔ جس میں سات آدمی سوار تھے ۔ حبشی یہ دیکھ کر فوراً دریا میں کودا۔ اور چھ آدمی باہر نکال لایا ۔ پھر خواجہ حسن بصری کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ تم اپنے آپ کو بہتر سمجھتے ہو ۔ چھ کو میں نے غرق ہونے سے بچا لیا۔ باقیماندہ ایک آدمی کو تم بچاؤ۔ امام المسلمین! میں تو تمہارا امتحان لے رہا تھا کہ آیا تم اندھے ہو یا کچھ دکھائی بھی دیتا ہے۔ یہ عورت میری ماں ہے۔ اور شیشے میں شراب نہیں ۔ بلکہ پانی ہے۔ یہ سن کر

آپ اس کے پاؤں میں گر پڑے اور عذر خواہی کی۔ اور عرض کیا۔ کہ جس طرح تم نے چھ آدمیوں کو غرق ہونے سے بچالیا۔ اسی طرح کور بینی کے دریا میں غرق ہونے سے مجھے بچاؤ۔ اس کے بعد کبھی کسی کو حقیر نہ سمجھا۔ ایک دن ایک کتے کو دیکھ کر فرمایا کہ کاش خداوند مجھ کو قیامت کے دن اس کتے کے ساتھ اٹھائے۔ لوگوں نے عرض کی کہ آپ کتے سے اچھے ہیں۔ یا کتا آپ سے اچھا ہے۔ آپ نے جواب دیا۔ اگر عذاب سے نجات ہوگئی تو میں بہتر ہوں۔ ورنہ خدا کی قسم کتا مجھ سے ہزار درجہ بہتر ہوگا۔ ایک دفعہ کسی نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ فلاں شخص نے آپ کی چغلی کی ہے۔ آپ نے تحفہ کے طور اس شخص کے پاس کھجوریں بھیجیں اور عذر کیا کہ آپ نے اپنی نیکیاں میرے نامہ اعمال میں درج کرائی ہیں۔ میں شکریہ ادا کرتا ہوں۔ مگر افسوس کہ میں اس نیکی کا عوض آپ کو نہیں دے سکتا۔ روایت ہے کہ آپ نے فرمایا۔ مجھے چار شخصوں کی باتوں پر تعجب ہے۔ ایک لڑکے۔ ایک مست۔ ایک مخنث۔ اور ایک عورت سے۔ عرض کیا کس طرح۔ فرمایا۔ ایک دن مخنث سے میں نے اپنا دامن بچایا۔ اس نے کہا۔ کہ آپ دامن نہ بچائیں۔ کیونکہ ہمارا حال ابھی ظاہر نہیں ہوا۔ خدا جانے انجام کیا ہوگا۔ ایک مست کو کیچڑ میں افتاں وخیزاں جاتے ہوئے دیکھ کر کہا۔ کہ سنبھل کر قدم رکھو۔ تاکہ گر نہ پڑو۔ اس نے کہا۔ تم ثابت قدم رہو۔ اگر میں گر پڑوں گا تو کوئی حرج نہیں۔ آخر مست ہوں۔ زیادہ سے زیادہ کیچڑ میں لتھڑ جاؤں گا۔ سو نہالوں گا۔ اس لئے تم سنبھل کر چلو۔ ایک دفعہ ایک لڑکا چراغ لئے چلا آ رہا تھا۔ میں نے پوچھا کہ یہ روشنی کہاں سے آتی ہے۔ یہ سن کر اس نے چراغ گل کر دیا اور پوچھا کہ تم ہی بتاؤ کہ روشنی کہاں چلی گئی۔ اور ایک عورت کو دیکھ کر جو ننگے منہ اور ننگے سر غصہ میں بھری ہوئی شوہر کی شکایت لے کر میرے پاس آئی۔ میں نے اس عورت کو کہا کہ اپنا سر اور منہ ڈھانک لو۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میں ایک مخلوق کی محبت میں اس قدر سرشار ہوں کہ مجھے اپنے تن بدن کا ہوش نہیں۔ یا حضرت آپ خبردار نہ

کرتے تو مجھے اپنی برہنگی کا علم نہ ہوتا۔ اور میں اسی طرح بازار چلی جاتی۔ مگر تعجب ہے کہ باوجودے کہ آپ خالق کی دوستی کا دعویٰ کرتے ہو۔ آپ نے مجھے کس طرح دیکھ لیا۔

نقل ہے۔ کہ آپ وعظ کے بعد جب منبر سے نیچے اترتے۔ تو چند لوگوں کو پکڑ کر فرماتے۔ کہ آؤ نور خدا پھیلائیں۔ ایک دن ایک اجنبی شخص ان کے ساتھ آنے لگا۔ مگر آپ نے فرمایا۔ کہ تو واپس ہو جا۔ ایک دن اپنے دوستوں سے فرمایا۔ کہ تم لوگ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کی مانند ہو۔ وہ لوگ خوش ہو گئے۔ پھر فرمایا۔ کہ صرف چہرہ تمہارا اصحابہ کرامؓ کے مشابہ ہے۔ اگر تم ان کو دیکھتے۔ تو ان کو دیوانہ سمجھتے۔ اگر وہ تم کو دیکھتے تو تم کو مسلمان ہی نہ سمجھتے۔ وہ با درفتار گھوڑوں سے آگے نکل گئے۔ اور ہم زخمی گدھوں پر سوار پیچھے رہ گئے۔

ایک دفعہ ایک اعرابی نے آپ سے سوال کیا۔ کہ صبر کیا شے ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ صبر دو طرح کا ہوتا ہے۔ ایک مصیبت پر صبر کرنا۔ دوسرے ان چیزوں پر صبر کرنا جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ اس کے بعد صبر کا جو حق تھا بیان کیا فرمایا۔ میرا زہد رغبت اور صبر جزع کے باعث ہے۔ اعرابی نے اس بات کی تشریح چاہی۔ فرمایا کہ مصیبت پر میرا صبر کرنا آتش دوزخ سے خوف کے باعث ہے۔ اور یہ عین جزع ہے۔ اور میرا زہد آخرت کی خواہش کے باعث ہے۔ پھر فرمایا کہ صبر اس شخص کا ہے جو جزاء کے سوال کو درمیان سے اٹھا دے۔ تاکہ اس کا صبر محض اللہ تعالیٰ کے لئے ہو۔ نہ کہ بدن کی سلامتی کے لئے۔ اور زہد اللہ تعالیٰ کے واسطے نہ ہو کہ بہشت کی خواہش کے لئے۔ اور یہ علامت مخلص لوگوں کی ہے۔ اور اخلاص کی ہے۔

فرمایا ہے۔ کہ آدمی کو نفع دینے والا علم، کامل عمل اور اخلاص اور قناعت لازم ہے۔ ان سب باتوں پر عمل کرنے سے اس کو بیشمار اجر ملیگا۔ پھر فرمایا ہے۔ کہ بکری آدمی کی نسبت زیادہ آگاہ ہے۔ کیونکہ چرواہے کی آواز اس کو چرنے سے باز رکھ سکتی ہے۔

لیکن آدمی خدا کا فرمان سن کر بھی نا فرمانی کرتا ہے۔ پھر فرمایا کہ بروں کی صحبت انسان کو نیکوں سے بدگمان کر دیتی ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص مجھے شراب پینے کے لئے بلائے تو میں اس کو زیادہ اچھا سمجھتا ہوں۔ بہ نسبت کہ طلب دنیا کے لئے مجھے بلائے۔ پھر فرمایا۔ کہ معرفت یہ ہے۔ کہ انسان میں دشمنی اور خصومت کا ذرہ تک باقی نہ رہے۔ پھر فرمایا۔ کہ بہشت دنیا میں چند روزہ عمل کے بدلے میں نہیں مل سکتی۔ بلکہ نیک نیتی سے ملتی ہے۔ فرماتے ہیں کہ بہشتی لوگ جب پہلے پہل بہشت کو دیکھیں گے تو سات سو سال تک اس کے نظارے سے محو حیرت رہیں گے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان پر اپنی تجلی فرمائے گا۔ اس کے جلال کو دیکھ کر سب مست ہیبت ہو جائیں گے۔ اگر جمال دیکھیں گے۔ تو وحدت میں غرق ہو جائیں گے۔ فرمایا۔ کہ فکر ایک آئینہ کی مانند ہے۔ جو اس پر اس کی نیکی اور بدی کو ظاہر کرتا ہے۔ فرمایا کہ وہ بات جو حکمت پر مبنی نہ ہو آفت ہے۔ اور جس کی خاموشی حکمت سے خالی ہے وہ غافل ہے۔ جو نظر عبرت کے طور پر نہیں وہ ذلت ہے۔ پھر فرماتے ہیں۔ کہ تورات شریف میں آیا ہے۔ کہ قناعت کرنے والا شخص بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اور جب دنیا سے کنارہ کشی اختیار کر لی۔ تب منہ سے جو کلام کی جائیگی وہ دلوں پر اثر کریگی۔

فرمایا کہ۔ ورع میں تین مقام ہیں۔ اول یہ کہ خواہ غصہ میں ہو یا سکون میں۔ ہر حال میں حق بات کی جائے۔ دوم یہ کہ اپنے اعضاء کو ان تمام باتوں اور کاموں سے باز رکھے۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا ہے۔ سوم یہ کہ اس بات کا ارادہ کرے جس میں خدا کی رضا پائی جائے۔ پھر فرمایا۔ کہ ورع کا ایک ذرہ ہزار سال کی عبادت سے بہتر افضل ہے۔ اور کہ سب اعمال سے بہتر عمل ورع ہے۔ اور کہ اگر مجھ کو معلوم ہو جائے کہ مجھ میں نفاق نہیں ہے تو دنیا اور عاقبت سے اپنے آپ کو عزیز تر رکھوں۔ اور فرمایا کہ ظاہر و باطن میں اختلاف ہونا نفاق کہلاتا ہے۔ فرمایا۔ کہ گزشتہ مومنین میں سے کوئی آدمی ایسا نہیں اور نہ آئندہ ہوگا جو منافق ہونے سے نہ ڈرتا ہو۔ پھر فرمایا۔ کہ

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

عمل کرنا ترک کر دیا ہے۔ اگر چہ اس کے اعراب و حروف کو درست اور محفوظ کر لیا ہے۔ مگر پھر کتاب دنیا کے طالب ہو۔ فرماتے ہیں۔ کہ خدا کی قسم صرف وہ شخص سیم و زر کا طالب ہوتا ہے۔ جس کو خدا ذلیل کرے۔ فرمایا کہ جس شخص کی پیروی احمق لوگ کریں۔ اس کا دل ٹھیک نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ دوسرے کو کوئی حکم دینے سے پہلے خود اس پر عمل کرو۔ فرماتے ہیں کہ جو شخص دوسرے لوگوں کی باتیں تجھ سے بیان کرتا ہے وہ ضرور ہے کہ تیری باتیں دوسروں کے پاس بیان کرتا ہوگا۔ فرمایا کہ اولاد کی نسبت بھائی زیادہ عزیز ہوتے ہیں۔ کیونکہ بھائی دین کے دوست ہیں۔ اور اولاد دنیا کی دوست۔ فرمایا ہے کہ اس حساب کا جواب دہ ہوگا جو وہ اپنے ماں اور باپ کے لئے خرچ کرتا ہے۔ لیکن اس خرچ کا کوئی حساب نہیں ہوگا۔ جو وہ مہمانوں اور دوستوں پر خرچ کرتا ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ جس نماز میں دل حاضر نہ ہو وہ نماز عذاب کے زیادہ نزدیک ہے۔ لوگوں نے پوچھا کہ خشوع کیا شے ہے۔ فرمایا کہ ایک قسم کا خوف ہے۔ جو دل میں بیٹھ جاتا ہے۔ پھر فرمایا کہ ایک شخص بیس سال سے نماز با جماعت نہیں پڑھتا۔ اور نہ ہی کسی سے ملتا ہے۔ آپ اس کے پاس تشریف لے گئے۔ اور کہا کہ تم کیوں نماز با جماعت ادا نہیں کرتے۔ اس نے عرض کیا مجھے اس بات سے معاف رکھو۔ میں مشغول ہوں۔ اور فرصت نہیں ہے۔ دریافت فرمایا۔ کہ کس بات میں مشغول ہو۔ اس نے کہا۔ کوئی سانس مجھ کو ایسا نہیں آتا۔ جس کی نعمت مجھ تک نہ پہنچتی ہو۔ اور مجھ سے گناہ سرزد نہ ہوتا ہو۔ اس لئے میں اسی نعمت اور مصیبت کے عذر میں مصروف ہوں۔ آپ نے فرمایا خدا کی قسم اسی طرح رہو۔ مجھ سے بہتر ہو۔

لوگوں نے آپ سے دریافت کیا۔ کہ آپ کبھی خوش بھی ہوئے۔ فرمایا کہ ایک دن میں اپنے مکان کی چھت پر تھا۔ میں نے ایک پڑوسی عورت کی آواز سن کر خوشی محسوس کی۔ جو اپنے شوہر کو شکایت کر رہی تھی۔ کہ میں پچاس سال سے تیرے نکاح میں

ہوں ۔میں نے ہر قسم کی تنگی ترشی برداشت کی ۔اور تجھ کو کوئی تکلیف نہ دی ۔بلکہ صبر کیا ۔اور تیری عزت و ناموس کی حفاظت کی ۔ میں کسی حالت میں بھی تجھ کو دوسرے نکاح کی اجازت نہ دوں گی ۔کیونکہ تو دوسری عورت کو مجھ پر مسلط کرنا چاہتا ہے ۔ حالانکہ صبر و تکلیف میں نے محض اس لئے برداشت کی کہ میں صرف تجھ کو دیکھوں ۔ اور تو صرف مجھ کو دیکھے ۔مگر آج تو دوسرے کی طرف توجہ کرتا ہے ۔اس لئے میں امام المسلمین سے شکایت کروں گی ۔فرماتے ہیں کہ عورت کے الفاظ سن کر مجھے خوشی ہوئی ۔اور آنسو نکل آئے ۔جب میں نے اسکی مثال قرآن کریم سے تلاش کی ۔تو یہ آیت شریف ملی ۔اِنَّ اللّٰہَ لَا یَغْفِرُ اَنْ یُّشْرَکَ بِہٖ وَیَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذَالِکَ لِمَنْ یَّشَاءُ یعنی میں نے تیرے سب گناہ بخش دیئے ۔لیکن اگر تو دوسرے کی طرف توجہ کرے گا ۔تو ہر گز نہیں بخشوں گا ۔

روایت ہے ۔کہ کسی شخص نے آپ سے مزاج پوچھا ۔فرمایا ۔کہ ان شخصوں کیا حال ہو گا ۔جو منجدھار میں کشتی شکستہ کے ایک تختے پر پڑے ہوں ۔عرض کی کہ برا حال ہو گا ۔فرمایا ۔ابھی میرا بھی یہی حال ہے ۔نقل ہے ۔کہ عید کے دن آپ کچھ لوگوں کی طرف سے گزرے ۔جو ہنس کھیل رہے ہیں ۔فرمایا کہ ان شخصوں پر مجھے تعجب آتا ہے ۔جو ہنستے ہیں ۔حالانکہ ان کو اپنے حال کی خبر نہیں ۔

آپ نے ایک دن ایک آدمی کو قبرستان میں روٹی کھاتے ہوئے دیکھ کر فرمایا ۔یہ آدمی منافق ہے ۔پوچھا گیا کہ کیوں ۔فرمایا کہ جس شخص کو مردوں کے سامنے خواہش پیدا ہو ۔وہ موت اور قیامت کا قائل نہیں ہوتا ۔اور یہی منافق کا نشان ہے ۔ نقل ہے ۔آپ ایک دفعہ مناجات کر رہے تھے ۔خداوند تعالیٰ نے نعمت عطا فرمائی میں نے شکر نہ کیا ۔مصیبت ڈالی مگر میں نے صبر نہ کیا ۔لیکن شکر نہ کرنے کے باوجود تو نے نعمت کو واپس نہ کیا ۔اور صبر نہ کرنے پر بھی مصیبت کو دور کر دیا ۔تجھ سے سوائے لطف و کرم کے اور کیا ہو گا ۔

وفات کے وقت آپ خندہ کرنے لگے (چونکہ کسی نے آپ کو ہنستے نہ دیکھا تھا) اور فرمایا۔ کہ کونسا گناہ اور رحلت کر گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ بعد از وفات کسی بزرگ نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا کہ عمر بھر تو آپ کبھی ہنسے نہیں۔ وفات کے وقت کیا موقع تھا۔ فرمایا کہ موت کے وقت میں نے آواز سنی۔ کہ ملک الموت سختی کرو۔ ابھی اس کا ایک گناہ باقی ہے۔ مجھے اس خوشی سے ہنسی آ گئی۔ میں نے دریافت کیا کہ کون سا گناہ۔ اسی اثناء میں وفات ہوگئی۔

ایک بزرگ نے اسی رات جب آپ فوت ہوئے خواب میں دیکھا۔ کہ آسمانوں کے دروازے کھلے ہیں۔ اور منادی ہو رہی ہے۔ کہ حسن بصری خدا کے ہاں پہنچ گئے۔ اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہو گیا۔

باب نمبر 4

ذکر حضرت مالک بن دینارؒ

آپ سراپا ہدایت ۔متوکل ولایت ٗپیشوائے راستین۔مقتدائے راہ دین ۔سلطان طیار یعنی حضرت مالک دینارؒ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کے رفیق تھے۔آپ کی پیدائش اس وقت ہوئی۔جبکہ آپ کے والد غلامی کی حالت میں تھے۔بظاہر اگر چہ آپ غلام زادہ ہیں۔لیکن بباطن آپ کی ذات بابرکات ہر طرح آزاد ہے۔آپ کی کرامات کا ذکر اور ریاضت کا تذکرہ اکثر مذکور ہے۔بعض کہتے ہیں۔کہ دینار آپ کے والد کا نام تھا۔اوربعض اس کے متعلق ایک روایت یوں بیان کرتے ہیں۔کہ ایک دفعہ آپ کشتی پر سوار تھے۔جب کشتی درمیان دریا کے پہنچی۔تو ملاحوں نے مسافروں سے اپنی مزدوری طلب کی۔آپ نے فرمایا کہ میرے پاس کچھ نہیں۔جس پر ملاحوں نے آپ کو بری طرح مارا۔حتیٰ کہ آپ بے ہوش ہوگئے۔جب آپ ہوش میں آئے۔تو پھر مارنا اور اجرت طلب کرنی شروع کی۔اور کہا کہ اگر تم اجرت نہ دو گے تو تمہیں باندھ کر دریا میں پھینک دیا جائے گا۔اس وقت دریا کی مچھلیاں ایک دینار منہ میں پکڑے ہوئے کشتی کے گرداگرد آ گئیں۔ایک مچھلی سے دینار لے کر آپ نے ملاحوں کے حوالے کر دیا۔جب لوگوں نے یہ ماجرا دیکھا تو۔اپنے سلوک کو دیکھ کر سخت شرمندہ ہوئے۔

مذکور ہے کہ آپ دمشق میں رہتے تھے۔خوبصورتی اور مالداری میں شہرہ آفاق تھے۔جامع دمشق میں جس کو حضرت امیر معاویہ نے تعمیر کروایا تھا۔اس خیال سے معتکف تھے۔کہ مسجد مذکور کی تولیت ان کو مل جائے۔چنانچہ ایک سال تک آپ عبادت کرتے رہے۔جس کسی نے آپ کو دیکھا۔ہر وقت نماز ہی میں مصروف پایا۔لیکن آپ اپنے آپ کو دل میں منافق کہتے تھے۔ایک سال کے بعد ایک رات مسجد سے باہر نکلے۔تو آواز سنائی دی۔کہ اے مالک تو کیوں نہیں توبہ کرتا۔آپ نے جب

اس آواز کو سنا۔ تو حیران ہو کر مسجد میں واپس آ گئے۔ اور تولیت کے خیال کو دل سے نکال کر عبادت الٰہی میں مصروف ہو گئے۔ اور ایک سال کی عبادت ریائی پر نہایت شرمندہ تھے۔ صبح کو لوگ آپکی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور عرض کرنے لگے کہ مسجد کے لئے ایک متولی کی ضرورت ہے۔ اور آپ سے بڑھ کر کوئی شخص ہم کو بہتر نظر نہیں آتا۔ حضرت مالکؒ نے دل ہی دل میں کہا۔ خداوند ایک سال کی سخت ریاضت کے باوجود مالک کو کسی نے پوچھا تک نہیں۔ اب کہ میں نے اپنے یقین کو درست کرلیا تو تو نے اتنے آدمیوں کو بھیج دیا۔ کہ یہ کام میرے گلے میں منڈھ دیں۔ خدا کی قسم اب میں مسجد سے باہر نکلنا نہیں چاہتا۔ یہ کہہ کر ریاضت ومجاہدہ میں مصروف ہو گئے۔

ایک دفعہ آپ ایک دیوار کے سائے میں آرام فرمارہے تھے۔ اور ایک سانپ نرگس کی شاخ منہ میں لے کر آپکو پنکھا کر رہا تھا۔ آپ بیان فرماتے ہیں۔ کہ میں مدت سے جہاد میں شریک ہونے کی خواہش رکھتا تھا۔ لیکن جب جہاد کا موقع آیا۔ تو میں بیمار ہو گیا۔ اور نہ جاسکا۔ اسی غم میں نیند آ گئی۔ تو کیا دیکھا کہ کوئی شخص کہہ رہا ہے۔ یہ تپ تیرے حق میں خدا کی نعمت ہے۔ کیونکہ اگر تو جہاد میں شامل ہوتا۔ تو گرفتار ہو جاتا۔ اور دشمن تجھ کو سور کا گوشت کھلاتے۔ چنانچہ میں نے خواب سے بیدار ہو کر شکر الٰہی ادا کیا۔

ایک دفعہ ایک دہریہ سے آپ کا مناظرہ ہوا۔ اور بہت دیر ہو گئی۔ وہ کہتا تھا۔ کہ میں حق پر ہوں۔ آخر فیصلہ اس امر پر ہوا۔ کہ اپنے اپنے ہاتھ آگ میں ڈالیں۔ جس کا ہاتھ جل جائے وہ باطل سمجھا جائے۔ چنانچہ ایسا ہی کیا گیا۔ مگر دونوں میں سے کسی کے ہاتھ کو آگ نے نقصان نہ دیا۔ لوگ کہنے لگے کہ دونوں حق پر ہیں۔ اس بات سے دل گیر ہو کر آپ گھر میں گئے۔ اور سر نیاز زمین پر رکھ کر درگاہ الٰہی میں مناجات کی۔ کہ ستر سال کی عبادت کے بعد ایک دہریہ کے برابر ہو سکا۔ غیب سے آواز آئی۔ کہ تمہیں علم نہیں کہ محض تمہارے ہاتھ کی برکت سے دہریے کا ہاتھ نہ جلنے پایا۔

اگر وہ تنہا اپنا ہاتھ آگ میں ڈالتا تو فی الفور جل جاتا۔

نقل ہے۔ کہ آپ ایک دفعہ سخت بیمار ہو گئے۔ اور زندگی کی امید نہ رہی۔ آخر اللہ تعالیٰ نے شفا بخشی ابھی میں کمزوری تھا۔ کہ کسی چیز کی ضرورت سے بازار جانے کا اتفاق ہوا۔ سامنے سے امیر شہر آ رہا تھا۔ اور چوبدار لوگوں کو راستے سے ہٹاتا جا رہا تھا۔ مجھ میں اتنی طاقت نہ تھی۔ کہ جلدی سے علیحدہ ہو جاتا۔ چنانچہ چوبدار نے میرے کو کوڑا مار کر علیحدہ کیا۔ میں نے کہا خدا تیرے ہاتھ کو توڑے۔ دوسرے دن میں نے اس کو دیکھا۔ کہ اس کا ہاتھ کٹا ہوا تھا۔ اور چوراہا میں ذلیل آدمیوں کی طرح پڑا تھا۔

روایت ہے۔ کہ آپ کے ہمسایہ میں ایک مفسد نوجوان رہا کرتا تھا۔ اور آپ کو ہمیشہ اس سے رنج پہنچتا تھا۔ لیکن آپ ہر حالت میں صبر فرماتے۔ آخر اس آدمی کی شکایت لے کر چند آدمی آپ کے پاس آئے۔ آپ شکایت سن کر اس کے پاس گئے۔ تاکہ اس کو سمجھائیں۔ لیکن وہ بدزبانی سے پیش آیا۔ اور کہا کہ میں بادشاہ کا آدمی ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں بادشاہ سے کہوں گا۔ اس نے کہا کہ بادشاہ میری رضامندی کے خلاف کچھ نہ کرے گا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کہ بادشاہ نہیں سنے گا تو اللہ سے کہوں گا۔ اس نے کہا کہ اللہ تعالیٰ بادشاہ سے زیادہ کریم ہے۔ یہ بات سن کر آپ واپس چلے آئے۔ چند دن بعد اسکی نامناسب حرکات حد سے بڑھ گئیں۔ اور لوگ دوبارہ اس کی شکایت کرنے لگے۔ چنانچہ آپ نے اس کو تنبیہ کرنے کا ارادہ کیا۔ راہ میں جا رہے تھے۔ کہ غیب سے آواز سنی۔ ہمارے دوست کو اس کے اپنے حال پر چھوڑ دے۔ آپ کو اس آواز سے سخت تعجب ہوا۔ لیکن آپ اس شخص کے پاس چلے گئے۔ جب اس نے آپ کو دیکھا۔ تو یہ سمجھ کر کہ پھر سمجھانے آئے ہیں کہا کہ پھر آئے ہو۔ آپ نے کہا۔ کہ میں اطلاع دینے کے لئے آیا ہوں۔ کہ میں نے ایسی آواز سنی ہے۔ اس مفسد نوجوان نے کہا۔ اگر ایسا ہے تو میں

اپنی تمام جائیداد خدا کی راہ میں بخشتا ہوں۔ یہ کہہ کر سب کچھ لٹا دیا۔ اور نیک بن گیا۔ اور گھر سے نکل گیا۔ حضرت مالکؒ فرماتے ہیں۔ کہ ایک مدت بعد میں نے اس آدمی کو مکہ معظمہ میں دیکھا۔ سوکھ کر کانٹا ہو گیا تھا۔ اور جاں بلب تھا۔ اور کہتا تھا۔ کہ اس نے کہا ہے۔ کہ یہ ہمارا دوست ہے۔ تو میں دوست کی رضامندی سے گھر سے نکلا۔ اس کی رضا میں جاتا ہوں۔ چنانچہ میں نے توبہ کی۔ یہ کہہ کر جان دے دی۔

ایک دفعہ آپ نے مکان کرایہ پر لیا۔ آپ کا ہمسایہ ایک یہودی تھا۔ آپ کے مکان کی محراب یہودی کے دروازے پر تھی۔ جہاں اس نے اپنا پاخانہ خانہ بنایا۔ اور روز نجاست آپ کے مکان میں ڈال دیتا۔ کچھ عرصہ تک یہی حال رہا۔ آپ نے اس بات کا کسی سے تذکرہ نہ کیا۔ ایک دن یہودی آ کر کہنے لگا۔ آپ کو میرے پاخانہ سے کسی قسم کی تکلیف تو نہیں ہوتی ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں نے ایک برتن اور ایک جھاڑو رکھی ہوئی ہے۔ کوئی تکلیف نہیں۔ روز صاف کر لیا کرتا ہوں۔ یہودی یہ کہہ کر کہ کیا پسندیدہ دین ہے۔ خدا دوست، دشمن خدا کی تکلیف کو برداشت کرتا ہے۔ اور شکایت نہیں کرتا۔ اسلام قبول کر لیا۔

ایک دفعہ فرماتے ہیں۔ کہ میں چالیس سال تک بصرہ میں رہا۔ لیکن کھجور نہ کھائی۔ جب ارادہ کرتے تو نفس کو یہ کہہ کر اطمینان دلاتے کہ کھجور کھانے سے میرا پیٹ کم نہیں ہوا۔ اور نہ ہی کھجور کھانے سے اہل بصرہ کا پیٹ بڑا ہوا۔ چالیس سال کے بعد پھر کھجور کھانے کی خواہش پیدا ہوئی۔ لیکن آپ بہ جبر اس خواہش کو دباتے رہے۔ ایک دن خواب میں دیکھا۔ کسی نے کہا کہ کھجور کھاؤ۔ اور نفس کو قید سے آزاد کرو۔ جب آپ نے یہ خواب دیکھا۔ تو کہا کہ اے نفس ایک ہفتہ تک روزہ رکھ۔ پھر تجھ کو کھجور ملے گی۔ چنانچہ ایسا ہی کیا۔ ہفتہ بھر کے بعد کھجور خریدی۔ اور لے کر مسجد میں آئے۔ مسجد کے متولی نے آپ کو دیکھ کر کہا۔ کہ ہیں۔ ایک یہودی کا مسجد میں کیا

کام۔ یہ کہہ کر لکڑی مارنے کیلئے دوڑا۔ لیکن جب آپ کے نزدیک پہنچا۔ تو آپ کو پہچان کر لکڑی پھینک دی۔ اور معذرت کرنے لگا۔ اور کہا کہ ہمارے محلّہ میں سوائے یہودیوں کے کوئی شخص ان کو نہیں کھاتا۔ آپ نے یہ بات سنی۔ تو تن بدن میں آگ لگ گئی۔ اور درگاہ الٰہی میں عرض کی کہ کھجور کھانے کے بغیر ہی میرا نام یہودی رکھ دیا گیا۔ تو اگر میں کھجور کھالیتا۔ تو کافر کے نام سے موسوم ہوتا۔ تیری عزت کی قسم اب میں ہرگز کھجور نہ کھاؤں گا۔

ایک مرتبہ بصرہ میں آگ لگ گئی۔ آپ اپنا عصا اور جوتیاں لے کر کوٹھے پر چڑھ گئے۔ اور دیکھنے لگے۔ کہ لوگ رنج اور تکلیف میں مبتلا ہیں۔ اور ان کے اضطراب کو دیکھا۔ کہ کوئی اسباب نکال رہا ہے۔ کوئی جل رہا ہے۔ کوئی بھاگ رہا ہے۔ آپ نے منظر دیکھ کر فرمایا۔ یہی حال قیامت کے دن ہوگا۔

نقل ہے۔ کہ ایک دن آپ ایک شخص کی عیادت کو گئے۔ دیکھا کہ اس کی موت کا وقت قریب ہے۔ آپ نے کلمہ شہادت پیش کیا۔ مگر اس نے نہ پڑھا۔ ہر چند کلمہ پڑھنے کی کوشش کرتا رہا۔ مگر اس کی زبان سے سوائے دس گیارہ کے لفظ کے اور کوئی کلمہ نہ نکلتا تھا۔ اور کہا کہ یا حضرت جب کلمہ پڑھنے کا قصد کرتا ہوں تو آگ کا ایک پہاڑ مجھ پر حملہ کرنے کے لئے بڑھتا ہے۔ آپ نے لوگوں سے اس کا پیشہ دریافت کیا۔ تو معلوم ہوا کہ وہ پیمانہ کم رکھتا تھا۔ اور دھوکے سے مال لیا دیا کرتا تھا۔

جعفر بن سلیمان کہتے ہیں۔ کہ میں حضرت مالک بن دینار کے ساتھ مکہ معظمہ میں تھا۔ جب انہوں نے لَبَّیْکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیْکَ کہا۔ تو بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ جب ہوش میں آئے۔ تو میں نے وجہ پوچھی۔ فرمایا۔ کہ مجھے ڈر تھا کہ میرے لَبَّیْکَ کا جواب لَا لَبَّیْکَ نہ آئے۔

نقل ہے۔ کہ جب آپ آیت اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ پر پہنچتے۔ تو زار و زار روتے۔ اور فرماتے۔ کہ اگر یہ قرآن کریم کی آیت نہ ہوتی۔ میں ہرگز نہ

پڑھتا۔ اور نہ ہی اس کا حکم مانتا۔ لوگوں نے وجہ دریافت کی۔ تو فرمایا۔ کہ ہم منہ سے تو اس کی عبادت اور اس ہی سے مدد چاہتے ہیں۔ لیکن حال یہ ہے۔ کہ ہم ذرا ذرا سی باتوں میں دوسروے پر امید اور سہارا رکھتے ہیں۔

نقل ہے۔ کہ آپ ساری ساری رات بیدار رہا کرتے تھے۔ ایک آپ کی لڑکی تھی۔ اس نے ایک دن کہا۔ ابا جان۔ آخر کبھی تو ذرا آرام فرمایا کریں۔ فرمایا جان پدر۔ تیرا باپ خوف سے ڈرتا ہے۔ اور فرمایا۔ ایسا نہ ہو۔ دولت دین میری طرف متوجہ ہو۔ اور مجھے سوتا ہوا پائے۔ لوگوں نے پوچھا کہ کس طرح۔ فرمایا۔ کہ میں خدا کی نعمت کھاتا ہوں۔ اور حکم شیطان کا کرتا ہوں۔ اور فرمایا۔ کہ اگر کوئی شخص مسجد کے دروازے پر آواز دے۔ کہ تم میں سے بدترین کون ہے۔ تو سوائے میرے اور کوئی اپنے آپ کو ظاہر نہ کرے گا۔ عبداللہ بن مبارکؒ نے یہ بات سنی۔ تو فرمایا۔ کہ حضرت مالک بن دینار کی بزرگی اسی وجہ سے ہے۔ کہ وہ سچ بولتا ہے۔

ایک دفعہ ایک عورت نے آپ کو ریاکار کے نام سے پکارا۔ آپ نے فرمایا۔ بیس سال ہوئے کسی نے مجھ کو میرے اصلی نام سے مخاطب نہ کیا تھا۔ لیکن تجھ کو معلوم ہو گیا۔ کہ میں کون ہوں۔ فرماتے ہیں۔ کہ اہل زمانہ کی دوستی بازار کے فالودہ کی طرح رنگ میں اچھی اور مزے میں بری ہے۔ اور فرمایا۔ کہ اس مکارہ یعنی دنیا سے پرہیز کرو۔ جس نے عطاء کے دلوں کو مسخر کر لیا۔ فرماتے ہیں۔ جو شخص ذکر خدا و مناجات کی نسبت زیادہ لطف لوگوں سے باتیں کرنے میں حاصل کرے۔ اس کی عمر برباد اور دل اندھا ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ سب سے بڑا عمل خلوص ہے۔ پھر فرمایا۔ اللہ تعالٰی نے حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف وحی بھیجی۔ کہ لوہے کی جوتی اور عصا بناؤ۔ اور تمام دنیا میں پھر کر عبرت حاصل کرو۔ اور ہماری نعمتوں اور قدرتوں کا نظارہ کرو۔ یہاں تک کہ جوتی گھس جائے۔ اور عصا ٹوٹ جائے۔ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ جہاں تک ہو سکے۔ تدبر اور تفکر سے کام لو۔ پھر فرمایا۔ کہ توراۃ شریف میں حق تعالٰی

نے فرمایا ہے۔ ہم نے تم کو (لوگوں کو) مشتاق بنایا ہے۔ مگر (اے لوگو) تم میرے مشتاق نہ بنے۔ پھر فرمایا۔ کہ میں نے بعض آسمانی صحیفوں کو پڑھا ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے امت محمدیہ کو دو ایسی چیزیں عطا فرمائی ہیں۔ جو کسی کو نہیں دی گئیں۔ اول یہ کہ فَاذْكُرُونِي أَذْكُرْكُمْ دوسری اُدْعُونِي أَسْتَجِبْ لَكُمْ پھر فرمایا۔ میں نے تو رات شریف میں پڑھا ہے۔ فرمایا اللہ تعالیٰ نے اے لوگو میرے ذکر سے دنیا میں عیش کرو۔ کیونکہ میرا ذکر ایک نعمت عظیم ہے۔ اور آخرت میں اس کی بے شمار جزا ملے گی۔ اور بعض آسمانی کتابوں میں لکھا ہے۔ کہ جو شخص دنیا کو دوست رکھے گا۔ اس کو نہایت ادنیٰ سزا یہ دوں گا کہ اپنے ذکر و مناجات کی لذت اس کے دل سے نکال لوں گا۔ فرماتے ہیں۔ کہ شہوت کے طالب سے شیطان فارغ ہے۔

ایک دفعہ آخر عمر میں ایک شخص نے عرض کی۔ کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ فرمایا کہ ہر وقت اللہ تعالیٰ کی کارسازی پر نظر رکھ۔ تاکہ نجات پائے۔ چنانچہ جب وہ شخص مر گیا۔ تو کسی بزرگ نے اس کو خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے تیرے ساتھ کیا سلوک کیا۔ اس نے کہا۔ دربار خداوندی میں گناہوں سے آلودہ پہنچا۔ محض اس نیک خیال کی بدولت جو میں اللہ تعالیٰ کی کارسازی پر رکھتا تھا۔ اس نے میرے سارے گناہ بخش دیے۔ ایک بزرگ نے خواب میں دیکھا۔ کہ فرشتے حضرت مالک بن دینارؒ اور محمد واسعؒ کو جنت میں لے جا رہے ہیں۔ اس بزرگ نے کہا۔ دیکھوں پہلے کون جنت میں جاتا ہے۔ چنانچہ حضرت مالک بن دینارؒ کو جنت میں داخل کیا۔ اور پھر حضرت محمد واسعؒ کو تب اس بزرگ نے تعجب سے پوچھا۔ کہ محمد واسعؒ زیادہ کامل اور عالم تھے۔ جواب ملا کہ یہ تفاوت محض اس وجہ سے ہے۔ کہ دنیا میں حضرت مالک بن دینارؒ کا ایک ہی پیراہن تھا۔ (یعنی خدا پر توکل) اور محمد واسعؒ کے دو پیراہن تھے۔ یعنی وہ دنیا۔ میں ذاتی کوشش اور اسباب کو بھی مدنظر رکھتے تھے۔

باب نمبر 5

ذکر حضرت محمد واسعؒ

آپ مقدم زہاد۔ معلم عباد۔ عامل' عارف کامل تونگر اور قانع تھے۔ اپنے وقت میں آپ اپنی نظیر نہ رکھتے تھے۔ بہت سے تابعین کی آپ نے خدمت کی۔ طریقت اور شریعت میں ماہر تھے۔ ریاضت کا یہ حال تھا۔ کہ روٹی بھگو کر کھایا کرتے تھے۔ اور فرماتے کہ جو شخص اس پر صبر کرے گا۔ خلقت سے بے نیاز ہو جائے گا۔

آپ مناجات میں خداوند کریم سے عرض کرتے۔ کہ خدایا تو نے اپنے دوستوں کی طرح بھوکا ننگا رکھا ہے۔ آخر یہ درجہ میں نے کس طرح حاصل کیا۔ کہ میرا حال تیرے دوستوں کی طرح ہے۔ آپ کبھی بھوک کی شدت سے خواجہ حسن بصری کی طرف تشریف لے جاتے۔ اور جو کچھ مل جاتا تھا کھا لیتے تھے۔ جب خواجہ سے واپس تشریف لاتے تو بہت خوش ہوتے۔ آپ نے فرمایا وہ شخص بہت خوش نصیب ہے۔ جو صبح کو بھوکا اٹھے اور رات کو بھوکا سوئے۔ کیونکہ ایسی حالت میں اللہ تعالیٰ کی توجہ اس بندے کی طرف ہوتی ہے۔ اور بندے کی توجہ خدا کی طرف ہوتی ہے۔ کسی نے آپ کی خدمت میں عرض کی کہ کچھ وصیت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ دنیا و آخرت سے بے نیاز ہو جا۔ کسی سے طمع نہ رکھ۔ اور تمام دنیا کو محتاج سمجھ لے۔ پھر تو غنی اور بادشاہ ہو جائے گا۔

ایک دن حضرت مالک بن دینار سے فرمایا۔ کہ خلقت سے زبان کا حفاظت میں رکھنا۔ مال اور روزی کی حفاظت سے زیادہ مشکل ہے۔ ایک روز آپ قتیبہ بن مسلمؒ کے پاس صوف کے کپڑے پہنے ہوئے تشریف لے گئے۔ انہوں نے دریافت کیا۔ کہ صوف کیوں پہن رکھا ہے۔ مگر آپ نے کوئی جواب نہ دیا۔ جب خاموشی کی وجہ پوچھی۔ تو فرمایا کہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ زہد کی وجہ سے میں نے صوف کے کپڑے پہنے۔ مگر ڈر ہے۔ کہ یا تو یہ خودستائی سمجھی جائے گی۔ یا فقیری کے باعث

خدا کا شکوہ۔ اس لئے خاموش رہنا زیادہ پسند کیا۔

ایک دن آپ نے اپنے بیٹے کو مغرورانہ انداز میں چلتے ہوئے دیکھ کر کہا۔ کہ تو اپنی اصلیت کو جانتا ہے۔ کہ تو کون ہے۔ میں نے تمہاری ماں کو چند درم کے عوض خرید کیا۔ اور میں یعنی تیرا باپ دنیا میں سب سے بدتر ہوں۔ پھر تم اس قدر مغرور کیوں ہو۔ ایک دفعہ کسی شخص نے آپ سے پوچھا۔ کہ مزاج شریف کیسا ہے۔ فرمایا کہ اس شخص کا حال کیسا ہوگا۔ جس کی عمر تو گھٹتی جا رہی ہو۔ اور گناہ بڑھ رہے ہوں۔ معرفت کے بیان میں آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے کائنات میں کوئی ایسی شے نہیں دیکھی۔ جس میں اللہ تعالی کو نہ دیکھا ہو۔ جس شے کی طرف نظر کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا جلوہ نظر آتا ہے۔ کسی شخص نے آپ سے دریافت کیا۔ کہ کیا آپ اللہ تعالی کو پہچانتے ہیں۔ آپ کچھ عرصہ تک تو سر نیچا کئے ہوئے خاموشی سے رہے۔ پھر فرمایا۔ جس نے اس کو پہچان لیا۔ وہ گفتگو کم کرتا ہے۔ اور سلامتی پا جاتا ہے۔ کیونکہ جلوہ الٰہی اس کو غیر کی طرف متوجہ ہی نہیں ہونے دیتا۔

آپ نے فرمایا۔ کہ صادق اس وقت تک صادق نہیں ہوسکتا۔ جب تک کہ اس کے دل میں بیم ورجا نہ ہو۔ اگر بیم ورجا ہے۔ تو صادق مومن ہے۔ کیونکہ خَیْرُ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا یعنی اوسط درجے کا کام بہتر ہے۔

حالات حضرت حبیب عجمیؒ

آپ قُبہ غیرت کے ولی۔ پردہ وحدت کے صفی۔ صاحب صدق۔ صاحب ہمت۔ صاحب ہمت۔ خلوت نشین بے نشان ہیں۔ آپ کی بے شمار کرامات اور ریاضات ہیں۔ ابتداء میں آپ تونگر تھے۔ بصرہ میں آپ کا ساہوکارہ تھا۔ سود لیتے تھے۔ اور قرض خواہوں کی طرف روز تقاضا کے لئے جایا کرتے تھے۔ اگر وہ سودا دانہ کرتے۔ تو آمدورفت کا خرچ ان سے طلب کرتے۔ جس سے اپنا گزارہ کرتے۔ ایک دن آپ ایک مقروض کے ہاں تقاضہ کے لئے گئے۔ مگر وہ گھر پر موجود نہ تھا۔ اس کی بیوی نے جواب دیا۔ کہ میرا شوہر گھر میں نہیں ہے۔ اور میرے پاس کچھ نہیں۔ کہ میں قرض میں کچھ حصہ ہی ادا کرسکوں۔ البتہ آج ایک بکری ذبح کی تھی۔ جس کی صرف گردن باقی ہے۔ اگر تم چاہو تو تم لے سکتے ہو۔ چنانچہ بکری کی گردن ہی لے کر اپنی گھر آئے۔ اور بیوی سے کہا کہ یہ سود کے بدلے میں ملی ہے۔ اس کو پکاؤ۔ آپ کی بیوی نے کہا۔ کہ لکڑی اور روٹی نہیں ہے۔ یہ سن کر آپ نے کہا۔ کہ اچھا میں جاتا ہوں۔ اور سود کے طریق پر ہی روٹی اور لکڑی لاتا ہوں۔ چنانچہ دوسرے مقروض لوگوں کی طرف گئے۔ اور کسی سے لکڑی اور کسی سے روٹی سود کے طور پر لے کر آگئے۔ چنانچہ آپ کی بیوی نے وہ بکری کی گردن پکا کر جب چاہا۔ کہ کھانا نکال کر کھائیں۔ تو کسی سوالی نے باہر سے آواز دی۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ چلے جاؤ۔ تم کو کچھ نہیں مل سکتا۔ جس قدر تجھ کو دیا جائے گا۔ تو امیر ہو جائے گا۔ اور ہم فقیر ہو جائیں گے۔ چنانچہ سائل ناامید ہو کر چلا گیا۔ اس کے واپس چلے جانے کے بعد جب آپ کی بیوی نے سالن نکالنے کے لئے ہانڈی میں چمچہ ڈالا۔ تو قدرت خدا سے وہ گوشت خون کی صورت میں تبدیل ہو چکا تھا۔ چنانچہ اس نے نہایت افسوس اور حیرانی کے ساتھ شوہر کو مخاطب کر کے کہا۔ دیکھ تیری شوخی اور کنجوسی نے کیا رنگ

اختیار کیا ہے۔ چنانچہ جونہی آپ نے ہانڈی کی طرف نگاہ کی۔ دل میں ایک آگ سی لگ گئی۔ اس وقت سچے دل سے تمام بری باتوں سے توبہ کی۔ دوسرے دن آپ مقروض لوگوں کی تلاش میں نکلے۔ تاکہ سود چھوڑ دیں۔ اور اپنا اصل پیسہ واپس لے لیں۔ اس روز جمعہ تھا۔ راہ میں بچے کھیل رہے تھے۔ جب انہوں نے آپ کو دیکھا۔ تو کہنے لگے۔ کہ الگ ہٹ جاؤ۔ حبیب سود خور آ رہا ہے۔ اس کے پاؤں کی گرد ہم پر نہ پڑے تاکہ ہم بھی اس کی طرح بد بخت نہ ہو جائیں۔ اس بات کو سن کر آپ کے دل پر اور ٹھیس لگی۔ اور سارے خیالات کو چھوڑ کر سیدھے خواجہ حسن بصریؒ کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ اتفاق کی بات کہ وہاں جا کر جو بات سنی وہ جلتی پر تیل کا کام کر گئی۔ پھر دوبارہ پکی توبہ کی اور واپس لوٹے۔ راہ میں ایک جال والا نظر آیا۔ جونہی اس نے آپ کو دیکھا بھاگ نکلا۔ آپ نے کہا۔ بھائی بھاگنے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ مجھ کو تجھ سے بھاگنا چاہئے تھا۔ تاکہ میرے جیسے گنہگار کا سایہ تجھ پر نہ پڑے۔ پھر آگے گئے۔ اور اسی راستہ سے گزرے۔ لڑکے کھیل رہے تھے۔ انہوں نے آپ کو دیکھ کر کہا ہٹ جاؤ حبیب تائب آ رہا ہے۔ ہم گنہگاروں کی گرد اس پر پڑ گئی تو گنہگار ہو جائیں گے۔ اس بات کو سن کر آپ کے دل پر ایک اور چرکہ لگا۔ اور دل میں کہنے لگے۔ خداوند محض ایک ہی دن میں تو نے میری توبہ کا اثر اپنے دوستوں کے دلوں تک پہنچا کر میری نیکی کو ظاہر کر دیا۔ اس کے بعد گھر پہنچے۔ اور لوگوں کو جمع کر کے کہا۔ کہ ہر کسی کا جو مال میرے پاس ہے آ کر لے جائے۔ چنانچہ سارا مال دے دیا۔ اور اپنا خالص مال بھی خدا کی راہ میں لٹا دیا۔ جب آپ کے پاس کچھ نہ رہا۔ تو ایک شخص نے آ کر اپنا کوئی حق مانگا۔ جس کے عوض آپ نے اپنا پیرہن اتار کر دیدیا۔ اس کے چلے جانے کے بعد ایک اور دعویدار آ گیا۔ جس کو اپنی بیوی کی چادر دے کر مخلصی کرائی۔ اب دونوں میاں بیوی نیم برہنہ تھے۔ دریائے فرات کے کنارے ایک عبادت گاہ بنا کر ریاضت میں مشغول ہو گئے۔ سارا سارا دن خواجہ

حسن بصریؒ کی مجلس میں رہ کر علم دین سیکھتے۔ اور رات کو درگاہ الٰہی میں حاضر رہتے۔ عرصہ تک یہی حال رہا۔ ایک دن آپ کی بیوی نے کہا۔ کہ خرچ بالکل نہیں۔ آپ نے فرمایا کہ کام پر جاتا ہوں۔ جو مزدوری ملے گی لا کر تم کو دے دوں گا۔ چنانچہ روز اسی طرح کرتے۔ اور سارا دن عبادت میں گزار دیتے۔ شام کو خالی ہاتھ گھر چلے آتے۔ جب بیوی مزدوری کے متعلق سوال کرتی۔ تو فرماتے۔ جس کے ہاں میں نے مزدوری کی ہے۔ وہ بڑا کریم ہے۔ مجھے مانگتے ہوئے شرم آتی ہے۔ وہ کہتا ہے۔ جب وقت آئے گا۔ میں خود دے دوں گا۔ وہ کہتا ہے کہ ہر دسویں روز اجرت دیا کروں گا۔ چنانچہ نو دن تک آپ روز عبادت گاہ میں چلے جاتے۔ اور رات کو واپس آ جاتے۔ دسویں دن اس خیال سے کہ اب بیوی کو جا کر کیا جواب دوں گا۔ شرمندہ ہو رہے تھے۔ اور آہستہ آہستہ تشریف لا رہے تھے۔ اسی اثنا میں اللہ تعالیٰ نے اپنے موکل کی معرفت آپ کے گھر آٹا۔ گھی۔ اور تین ہزار درم اور دیگر ضروریات کی تمام چیزیں بھجوادیں۔ اور کہا کہ یہ دس دن کی مزدوری ہے۔ اگر زیادہ کام کرو گے۔ تو اجرت زیادہ دوں گا۔ اور جب گھر کے نزدیک پہنچے۔ تو گھر کے اندر سے عمدہ عمدہ کھانوں کی خوشبو آئی۔ حیران تھے۔ اسی حیرانی میں آپ اندر داخل ہوئے تو دیکھا۔ کہ کئی قسم کے کھانے تیار ہو رہے ہیں۔ بیوی نے خوشی میں آ کر کہا۔ کہ وہ کون نیک بخت ہے۔ جس کا کام تم کرتے ہو۔ اس نے آج یہ چیزیں دس دن کی مزدوری کے طور پر بھیجی ہیں۔ اور کہلا بھیجا ہے۔ کہ کام ذرا زیادہ محنت سے کرے میں مزدوری زیادہ کروں گا۔ یہ سن کر آپ آبدیدہ ہو گئے۔ اور خیال کرنے لگے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے محض ایک گنہگار کی دس دن کی ناکام اور بے حضور عبادت کے عوض یہ کچھ عطا فرمایا۔ اگر زیادہ حضور قلب سے عبادت کی جائے گی۔ تو وہ کیا کچھ نہ کرے گا۔ یہ کہہ کر بالکل ہی دنیا سے منہ موڑ لیا۔ اور عبادت میں مصروف ہو گئے۔ اور بالآخر عنایت الٰہی سے مستجاب الدعوۃ اور بزرگوں میں سے ہو گئے۔

ایک دن ایک عورت نے آپکی خدمت میں حاضر ہوکر اپنا دکھڑا رویا۔اور کہا کہ میرا بیٹا غائب ہو گیا ہے۔جس کے فراق میں میری حالت نہایت ابتر ہو رہی ہے۔خدا کے لئے دعاء کریں۔اللہ تعالیٰ میرے بیٹے کو مجھ سے ملائے۔آپ نے فرمایا۔کہ کیا تیرے پاس کچھ ہے۔عرض کی کہ دو درم ہیں۔آپ نے وہ دو درم لے کر فقیروں کو دے دئے۔اور کہا کہ جا تیرا بیٹا گھر پہنچ گیا ہے۔ چنانچہ اس عورت نے گھر آ کر دیکھا۔تو اس کا بیٹا موجود تھا۔پھر اس سے حال پوچھا۔لڑکے نے کہا کہ میں کرمان میں تھا۔کہ ایک ہوا نے مجھ کو اڑا لیا۔میں نے ہوا ہی میں یہ آواز سنی۔کہ اے ہوا اس کو اس کے گھر پہنچا دے۔حبیبؒ کی دعا کی برکت اور دو درم کے صدقہ کی وجہ سے ۔اگر کوئی پوچھے کہ ہوا کس طرح لے آئی۔ جواب جس طرح حضرت سلیمان علیہ السلام کا تخت ہوا پر اڑتا تھا۔اور ایک مہینے کا سفر ایک دن میں طے کرتا تھا۔یا جس طرح بلقیس کا تخت پلک جھپکنے میں حضرت سلیمان علیہ السلام کے پاس پہنچ گیا تھا۔ نقل ہے۔کہ ۸ ذوالحجہ میں آپ کو کسی نے بصرہ میں دیکھا۔۹ ذوالحجہ کسی نے عرفات میں دیکھا۔

ایک دفعہ سخت قحط پڑ گیا۔آپ نے بہت سا کھانا قرض لے کر محتاجوں کو دے دیا۔اور ایک تھیلی سی لے کر سرہانے رکھ لی۔ جب قرض خواہ آتے۔اس کو تھیلی سے نکال کر قرض ادا کر دیتے۔

آپ کا دولت خانہ شہر بصرہ میں عین چوراہا پر تھا۔ایک پوستین آپ ہمیشہ پہنے رہتے تھے۔ایک دن وہ پوستین چوراہا میں چھوڑ کر آپ کہیں اور چلے گئے۔اتنے میں خواجہ حسن بصریؒ کا ادھر سے گزر ہوا۔آپ کی پوستین کو پہچان کر وہیں کھڑے ہو گئے۔ مبادا کوئی اور شخص اٹھا کر نہ لے جائے۔بڑی دیر کے بعد حبیب صاحب تشریف لائے۔اور خواجہ صاحب کو دیکھ کر پوچھا۔امام المسلمین آپ کیسے تشریف لائے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔کہ پوستین کو کس اعتماد پر یہاں چھوڑ گئے تھے۔عرض کی کہ

اس کے اعتماد پر جس نے آپ کو اس کی حفاظت کے لئے مقرر کر دیا۔

روایت ہے۔ کہ ایک دن خواجہ حسن بصریؒ آپ کے ہاں تشریف لائے۔ اس وقت ایک ٹکڑا جو کی روٹی اور نمک موجود تھا۔ وہی پیش کیا۔ ابھی خواجہ صاحب وہ ٹکڑا کھا ہی رہے تھے۔ کہ کسی سائل نے باہر سے آواز دی۔ آپ نے وہ ٹکڑا خواجہ صاحب سے آگے سے اٹھا کر سائل کو دے دیا۔ خواجہ صاحب نے پوچھا تم عجیب آدمی ہو۔ تم کو اتنی بھی تمیز اور علم نہیں۔ کہ مہمان کے آگے سے کھانا اٹھا کر کسی اور کو دے دینا کس قدر برا ہے۔ بہتر تھا۔ کہ کچھ اٹھا لیتے اور کچھ رہنے دیتے۔ لیکن آپ خاموش رہے۔ تھوڑی دیر کے بعد ایک شخص داخل ہوا۔ جس کے سر پر پر تکلف کھانا تھا۔ اور پانسو درم ساتھ تھے۔ آپ نے وہ درم تو اسی وقت فقیروں کو تقسیم کر دیئے۔ اور کھانا دونوں نے کھا لیا۔ پھر کہا۔ کہ خواجہ صاحب تم کو یقین ہوتا تو بہتر تھا۔ کیونکہ علم کے ساتھ یقین بھی ہونا چاہیئے۔

ایک دن شام کی نماز کے وقت خواجہ حسن بصریؒ کا گزر آپ کے عبادت خانہ کے پاس سے ہوا۔ آپ نماز کی نیت کر چکے تھے۔ خواجہ صاحب نے آپ کی قرات غلط سن کر نماز علیحدہ پڑھ لی۔ اسی رات خدا تعالیٰ کو خواجہ صاحب نے خواب میں دیکھا۔ اور پوچھا یا الہٰ العالمین تیری رضا کس بات میں ہے۔ جواب ملا۔ کہ حسن تم نے میری رضاء کو پا لیا۔ مگر اس کی قدر نہ کی۔ عرض کیا وہ کیا۔ جواب ملا کہ حبیب عجمی کے پیچھے نماز نہ پڑھنا۔ وہ ایک نماز تمہاری تمام نمازوں کا عوض ہو سکتی ہے۔ نیت کی درستی کا تم نے خیال نہ رکھا۔ الفاظ کی درستی کا خیال کیا۔ زبان اور دل کے ٹھیک کرنے میں بہت فرق ہے۔

نقل ہے۔ کہ خواجہ حسن حجاج کے آدمیوں سے بھاگ کر آپ کے صومعہ میں چھپ گئے۔ اتنے میں حجاج کے آدمی بھی آ گئے۔ اور حضرت حبیبؒ سے دریافت کیا۔ کہ حسنؒ کہاں ہیں۔ فرمایا کہ میرے عبادت خانہ کے اندر۔ چنانچہ وہ اندر گئے۔ مگر

انہوں نے نہ دیکھا۔ باہر آ کر کہا۔ حبیب حجاج جو کچھ تم سے سلوک کرتا ہے۔ اس کے مستحق ہو۔ کیوں کہ جھوٹ بولتے ہو۔ حبیب نے کہا۔ اگر تم کو نظر نہ آئے تو میرا کیا قصور۔ میرے سامنے عبادت خانہ کے اندر گیا ہے۔ چنانچہ انہوں نے پھر اندر جا کر دیکھا۔ مگر نہ پایا۔ لاچار وہ چلے گئے۔ تب خواجہ حسنؒ نے باہر آ کر کہا۔ تم نے میری استادی کا بھی خیال نہ کیا۔ اور میرا پتہ بتا دیا۔ فرمایا کہ میرے سچ بولنے ہی کی وجہ سے تم کو مخلصی ہوئی۔ اگر میں جھوٹ کہتا۔ تو دونوں گرفتار ہو جاتے۔ پھر کہا کہ تم نے کیا پڑھا۔۔ کہ وہ مجھ کو نہ دیکھ سکے۔ حالانکہ انہوں نے کئی دفعہ مکان کے اندر آ کر مجھ پر ہاتھ بھی رکھا۔ فرمایا کہ۔ دو بار آیت الکرسی۔ دو بار سورہ اخلاص۔ اور دو بار اٰمَنَ الرَّسُوْلُ پڑھ کر میں نے کہا۔ کہ خداوند میں نے حسن کو تیرے سپرد کیا۔ اس کی نگہداری کر۔

نقل ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ کہیں جا رہے تھے۔ دجلہ کے کنارے حبیب سے ملاقات ہوگئی۔ آپ نے پوچھا۔ کہ امام المسلمین آپ کیوں کھڑے ہیں۔ فرمایا کہ کشتی دیر میں آئے گی۔ آپ نے فرمایا۔ اگر چہ میں نے علم آپ ہی سے سیکھا ہے۔ لیکن دل سے حسد کو نکال ڈالئے۔ دنیا سے دست بردار ہو جائیں۔ یہ کہا۔ اور پھر دریا میں سے گزر کر پار چلے گئے۔ یہ دیکھ کر خواجہ صاحب بے ہوش ہو گئے۔ ہوش میں جب آئے۔ تو لوگوں نے وجہ پوچھی۔ فرمایا کہ اس شخص نے مجھ ہی سے علم سیکھا۔ اس وقت مجھ کو ملامت کی اور پانی پر پاؤں رکھ کر دریا کے پار ہو گیا۔ کل کو پل صراط سے گزرنے کے وقت ہم سب اسی طرح رہ جائیں گے۔ تو کیا ہوگا۔ پھر خواجہ صاحب نے آپ سے پوچھا۔ کہ یہ رتبہ کس طرح ملا۔ فرمایا۔ کہ دل کو سفید کرتا ہوں۔ اور آپ کاغذ سیاہ کرتے ہیں۔ حسنؒ نے فرمایا۔ کہ میرے علم نے دوسروں کو نفع دیا۔ مگر مجھ کو نہ دیا۔

شائد کسی دل میں یہ خیال آئے۔ کہ حضرت حبیبؒ کا درجہ حضرت خواجہ حسنؒ سے

زیادہ ہے۔ مگر یہ حقیقت نہیں ہے۔ کیونکہ خدا کی راہ میں علم کا درجہ بہت بڑا ہے۔ یہی وجہ تھی کہ جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو فرمان الٰہی ملا۔ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔ اکثر مشائخ عظام کے کلام میں یہی آیا ہے۔ کہ کرامات طریقت کا چودھواں درجہ ہے۔ اور اسرار اٹھارھواں۔ کیونکہ کرامات عبادت سے حاصل ہوتی ہیں۔ اور اسرار زیادہ تفکر سے نصیب ہوتا ہے۔ یہ مثال سلیمان علیہ السلام جیسی ہے۔ کہ ان کی حالت جیسی دنیا میں کسی کی حالت نہ تھی۔ ہر ایک چیز انسان جن۔ پری۔ دیو۔ چرند اور پرند ان کے تابع فرمان تھے۔ آب و آتش مطیع فرمان تھی۔ جانوروں کی زبان کو سمجھتے تھے۔ لیکن باوجود اس قدر عظمت اور شان کے کتاب کا مفہوم جو عالم اسرار سے متعلق ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو دیا گیا۔ سلیمان علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے تابع تھے۔

نقل ہے۔ کہ ایک دفعہ امام شافعیؒ اور امام احمد حنبلؒ ایک جگہ بیٹھے تھے۔ کہ اتنے میں آپ بھی ادھر آ نکلے۔ حضرت امام احمد حنبلؒ نے کہا۔ ان سے کوئی سوال کریں۔ امام شافعیؒ نے کہا۔ کہ ان لوگوں سے کچھ نہ پوچھنا چاہئے۔ کیونکہ یہ لوگ عجیب ہوتے ہیں۔ اتنے میں ان دونوں اماموں کے بالکل پاس آ گئے۔ امام احمد حنبلؒ نے پوچھا۔ کہ آپ اس شخص کے حق میں کیا کہتے ہو۔ جس کی پانچ نمازوں میں سے ایک نماز قضا ہو جائے۔ مگر بھول گیا ہو کہ کون کون سی نماز قضا ہوئی۔ اور وہ کیا کرے۔ فرمایا کہ اس دل کو جو خدا سے غافل ہے۔ تنبیہ کرنی چاہئے۔ اور پانچوں نمازوں کی قضا کرنی چاہئے۔ اس جواب سے امام احمد بن حنبلؒ حیران رہ گئے۔ اور امام شافعیؒ نے کہا۔ کہ کیا میں نے نہیں کہا تھا۔ کہ ان لوگوں سے کچھ نہ پوچھنا چاہئے۔

نقل ہے۔ کہ ایک دفعہ اندھیرے میں سوئی آپ کے ہاتھ سے گر پڑی۔ قدرت خدا سے گھر فوراً روشن ہو گیا۔ آپ نے فوراً آنکھوں کو بند کر لیا۔ اور کہا کہ نہیں نہیں۔ میں سوئی کو بغیر چراغ کے ڈھونڈھنا نہیں جانتا۔

نقل ہے۔ کہ تیس سال تک ایک کنیز آپ کے پاس رہی۔ لیکن آپ نے اس کا منہ تک نہیں دیکھا۔ آپ نے لونڈی کو فرمایا۔ کہ اے پردہ نشین میری لونڈی کو ذرا آواز دو کنیز نے عرض کیا۔ حضور میں ہی آپ کی کنیز ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ اس تیس سال کی مدت میں مجھ کو مجال نہ تھی۔ کہ خدا کے سوا کسی اور کی طرف دھیان کروں۔ اس وجہ سے تیری طرف متوجہ نہ ہو سکا۔

نقل ہے۔ کہ آپ ایک دفعہ ایک گوشہ میں تشریف فرما تھے۔ اور کہہ رہے تھے۔ کہ جس کا دل تجھ سے خوش نہیں' اس کو خوشی نہ ہو۔ جس کو تجھ سے کو محبت نہ ہو' اس کو کسی سے محبت نہ ہو۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا۔ کہ آپ گوشہ نشین ہو گئے۔ اور کام کاج سے ہاتھ اٹھا لیا ہے۔ فرمایئے کہ رضا کس بات میں ہے۔ ارشاد فرمایا۔ کہ اس دل میں رضا ہے' جس دل میں کسی قسم کا غبار نہ ہو۔ اور جب ان کے سامنے قرآن پڑھا جاتا ہے۔ تو بہت گریہ کرتے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا۔ کہ آپ عجمی ہیں۔ قرآن نہیں جانتے۔ آخر یہ رتبہ آپ نے کہاں سے حاصل کر لیا۔ ہاتف غیب نے آواز دی۔ کہ بیشک عجمیؒ ہے۔ لیکن حبیب ہے۔

نقل ہے۔ کہ کسی قاتل کو قصاص میں پھانسی دی گئی۔ اسی رات اس قاتل کو لوگوں نے خواب میں دیکھا۔ کہ پر تکلف لباس پہنے ٹہلتا ہوا چلا جا رہا ہے۔ پوچھا۔ کہ تو قاتل تھا۔ یہ رتبہ کس طرح تجھ کو مل گیا۔ اس نے کہا۔ کہ جس وقت مجھ کو پھانسی پر چڑھایا جا رہا تھا۔ حضرت حبیب عجمیؒ کا ادھر سے گزر ہوا۔ آپ نے میری طرف توجہ کر کے دعاء فرمادی۔ اور یہ سب برکت اسی دعاء کی ہے۔ (سچ ہے اللہ تعالیٰ کی ذات بے نیاز ہے۔) ناچیز گنہگار مترجم کی التجا ہے۔

آنا نکہ خاک را بہ نظر کیمیا کنند

آیا بود گوشہ چشمے بما کنند

حالات حضرت ابو حازم مکیؒ

آپ مخلص متقی۔ مقتدائے مقتدی۔ شمع سابقان۔ صبح صادقان اور فقیر غنی تھے۔ مشاہدہ اور مجاہدہ میں اپنی نظیر آپ تھے۔ آپ نے عمر زیادہ پائی۔ بہت سے مشائخ عظام کے پیشوا ہیں۔ حضرت ابو عثمان مکیؒ آپ کے بہت مداح تھے۔ آپ کا کلام ہر ایک کے پسند خاطر تھا۔ اور تمام مشکلات کے لئے کلید کامیابی تھا۔ جس کا ذکر اکثر کتابوں میں پایا جاتا ہے۔ طالب دوسری کتابوں میں پڑھ لے۔ چنانچہ یہاں بھی تبرک کے طور پر چند کلمات نقل کئے جاتے ہیں۔

آپ تابعینؒ میں سے تھے۔ اکثر صحابہ کرامؓ مثلاً حضرت انس بن مالکؓ اور ابو ہریرہؓ کی آپ نے زیارت کی ہے۔ ایک مرتبہ ہشام بن عبدالملک نے آپ سے دریافت کیا۔ کہ وہ کونسی چیز ہے۔ جس پر عمل کرنے سے ہم نجات پائیں۔ فرمایا کہ جو درم بھی تم لو۔ ایسی جگہ سے لو کہ حلال ہو۔ اور ایسی جگہ خرچ کرو کہ حلال اور مستحق ہو۔ عرض کیا۔ کہ یہ کون کرسکتا ہے۔ فرمایا کہ جو شخص دوزخ سے بھاگے۔ اور بہشت بریں کا طالب ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کی رضا کا خواہاں ہو۔ پھر فرمایا کہ تم کو احتراز کرنا چاہئے۔ کیونکہ مجھ کو ایسی خبر پہنچی ہے۔ کہ قیامت کے دن ایک شخص کو جس نے دنیا کو محبوب رکھا ہوگا۔ کھڑا کیا جائے گا۔ اور منادی کی جائے گی۔ کہ دیکھو یہ وہ شخص ہے۔ جس نے دنیا جیسی حقیر و ناچیز کو عزیز رکھا۔ پھر فرمایا کہ دنیا میں کوئی ایسی چیز نہیں۔ جس سے کہ تو خوش ہو سکے۔ مگر اس کے اندر کوئی ایسی چیز نہ ہو۔ کہ جس سے تو غمگین ہو۔ سچی خوشی دنیا میں نہیں ہے۔ پھر فرمایا کہ تجھ کو تھوڑی سی دنیا بھی آخرت سے غافل کردے گی۔ پھر فرمایا کہ میں نے تمام چیزوں کو دو چیزوں میں پایا ہے۔ ایک وہ جو میرے لئے ہے۔ اور ایک وہ جو میرے لئے نہیں ہے۔ اگر میں اس چیز سے جو میرے لئے ہے بھاگوں' تو وہ ضرور میری طرف آئے گی۔ اور جو دوسرے

شخص کے لئے ہے۔ اس کے متعلق خواہ کس قدر ہی کوشش کیوں نہ کروں۔ ہرگز حاصل نہ ہوگی۔

فرمایا کہ میں اگر دعا کرنے سے محروم رہوں' تو اس کے قبول نہ ہونے کی وجہ سے مجھ پر زیادہ مشکل آپڑے۔ پھر فرمایا کہ لوگو تم ایک ایسے عالم میں مبتلا ہو گئے ہو کہ فعل کو چھوڑ کر قول پر راضی ہو گئے ہو۔ اور عمل کو چھوڑ کر علم سے خوش ہوتے ہو۔ پس تم بد ترین آدمیوں میں سے ہو۔ اور بہترین روزگار میں سے ہو۔ کسی شخص نے آپ سے حال پوچھا۔ فرمایا کہ خالق کی رضا اور خلقت کی بے نیازی۔ اور جو شخص خدا کی رضا پر راضی ہوگا' وہ خلقت سے بے نیاز ہو جائے گا۔ چنانچہ اہل دنیا سے آپ اس قدر بے نیاز تھے' کہ ایک دن قصاب کی دکان پر سے جس کے پاس نہایت عمدہ گوشت تھا۔ آپ کا گزر رہوا۔ اور گوشت کی طرف دیکھا۔ قصاب نے کہا۔ کہ لے لیجئے۔ بہت عمدہ ہے۔ فرمایا کہ میرے پاس دام نہیں ہیں۔ دکان دار نے کہا۔ کہ میں تم کو قرض دیتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ میں اپنے آپ کو قرض دیتا ہوں۔ دکان دار نے کہا۔ تبھی آپ کی ہڈیاں نکل آئی ہیں۔ فرمایا کہ پھر بھی قبر کے کیڑوں کے لئے کافی ہے۔

ایک بزرگ روایت کرتے ہیں۔ کہ میں نے حج کا ارادہ کیا۔ بغداد پہنچ کر حضرت ابو حازم مکی کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لیکن آپ کو محو استراحت دیکھ کر ذرا ٹھہر گیا۔ اور جب آپ بیدار ہوئے۔ تو فرمایا کہ میں نے خواب میں جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آپ کو ایک پیغام پہنچانے کا حکم دیا ہے۔ اور وہ یہ ہے۔ کہ تم اپنی ماں کی رضا کے طالب رہو۔ چنانچہ میں واپس چلا آیا۔ اور حج کا ارادہ ترک کر دیا۔

ذکر حضرت عتبہ بن الغلامؒ

آپ مقبول بندگان خدا میں سے تھے۔آپ کی روش عجیب تھی۔ خواجہ حسن بصریؒ کے شاگرد تھے۔ایک دفعہ دریا کے کنارے کنارے جا رہے تھے۔ یکا یک پانی کے اوپر سے چلنے لگے۔خواجہ حسن بصریؒ یعنی آپ کے استاد بھی ساتھ تھے۔آپ کو پانی کے اوپر چلتے دیکھ کر پوچھا۔ کہ یہ درجہ کس طرح نصیب ہوا۔آپ نے جواب دیا۔ کہ تم وہ کرتے ہو' جس کا حکم دیا جاتا ہے۔اور میں وہ کرتا ہوں' جو وہ چاہتا ہے۔آپ کا یہ ارشاد تسلیم و رضا کی طرف تھا۔

آپ کے توبہ کرنے کا ذکر یوں ہے۔ کہ ابتدا میں ایک خوبصورت عورت کو دیکھ کر اس پر عاشق ہو گئے۔ کسی نہ کسی طرح اس عورت کو بھی آپ کے عشق کا حال معلوم ہو گیا۔ چنانچہ اس نے کہلا بھیجا۔ کہ تم نے میرا کیا دیکھا کہ عاشق ہو گئے۔آپ نے جواب دیا۔ کہ ایک دفعہ تمہاری صرف آنکھ کو دیکھ کر عاشق ہو گیا ہوں۔ چنانچہ اس عورت نے اپنی دونوں آنکھیں نکال کر ایک تھالی میں رکھ دیں۔اور خادمہ کے ہاتھ آپ کے پاس بھیج دیں۔اور کہلا بھیجا کہ جس پر تم عاشق ہوئے وہ لے لو۔ جب آپ نے یہ ماجرا دیکھا۔تو دل پر ایک کیفیت طاری ہو گئی۔ فوراً خواجہ حسن بصریؒ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔اور توبہ کی۔اور پھر ایسی ریاضت کی۔ کہ باید و شاید۔اپنی خوراک کے لئے اپنے ہاتھ سے جو بوتے۔اور خود ہی پیس کر روٹی پکاتے۔اور ہفتہ بھر میں صرف ایک ہی روٹی کھاتے۔اور فرماتے کہ مجھے کراماً کاتبین سے شرم آتی ہے۔ کہ روز پاخانے جاؤں۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ سخت سردی کے موسم میں لوگوں نے آپ کو کھرا پیراہن پہنے ہوئے دیکھا۔لیکن پھر بھی آپ کے بدن سے پسینہ نکل رہا تھا۔ پوچھا کہ کیا حالت ہے۔فرمایا کہ ایک دفعہ کچھ لوگ میرے پاس مہمان آئے تھے۔انہوں نے میرے

اس پڑوسی کی دیوار سے تھوڑی سی مٹی مالک کی اجازت کے بغیر لے لی۔ چنانچہ جب میں اس دیوار کو دیکھتا ہوں' شرم وندامت کے مارے پسینہ ٹپکنے لگتا ہے۔ اگرچہ میرا پڑوسی اس غلطی کو معاف بھی کر چکا ہے۔

ایک دفعہ لوگوں نے عبدالواحد زیدؒ سے پوچھا۔ کیا آپ کسی ایسے شخص کو جانتے ہیں۔ جو اپنے حال میں مشغول نہ ہو۔ فرمایا۔ کہ ہاں میں ایک شخص کو جانتا ہوں۔ اور وہ ابھی آئیگا۔ تھوڑی مدت کے بعد آپ تشریف لائے۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا۔ کہ تم نے راہ میں کسی کو دیکھا۔ فرمایا میں نے کسی کو نہیں دیکھا۔ حالانکہ آپ بازار سے ہوکر تشریف لائے تھے۔ آپ نہ اچھا کھانا کھاتے اور نہ ہی لباس اچھا رکھتے تھے۔ آپ کی ماں نے کہا۔ کہ بیٹا اپنے حال پر رحم کرو۔ فرمایا میں اپنے حال ہی پر رحم کررہا ہوں۔ دنیا میں چند روز تکلیف اٹھا کر ہمیشہ کی آسانی کا طالب ہوں۔

ایک دفعہ آپ ساری رات بیدار رہے۔ اور یہی کلمہ منہ سے بار بار کہتے رہے۔ کہ اگر تو مجھ کو عذاب دے گا' یا مجھ کو معاف کرے گا۔ ہر حال میں تجھ کو دوست رکھوں گا۔ روایت ہے کہ ایک رات آپ نے خواب میں ایک جنتی حور کو دیکھا۔ جو کہہ رہی تھی کہ اے عتبہ میں تم پر عاشق ہوں۔ دیکھو کوئی ایسا کام ہرگز نہ کرنا۔ کہ میرے اور تمہارے درمیان جدائی کی صورت بن جائے۔ فرمایا کہ میں نے دنیا کو طلاق دے دی ہے۔ میں ہرگز اس کی طرف نہ دیکھوں گا۔ یہاں تک کہ تجھ سے آملوں۔

ایک دفعہ کسی آدمی نے حاضر ہوکر عرض کی کہ لوگ مجھ سے تمہارا حال پوچھتے ہیں۔ کوئی کرامت دکھاؤ۔ فرمایا۔ کیا چاہتے ہو۔ اس نے کہا میں کھجور کا طالب ہوں۔ وہ موسم جاڑے کا تھا۔ کھجور ختم ہوچکی تھی۔ آپ نے اس کی خواہش کو سن کر کہا۔ کہ لے۔ یہ کہہ کر ایک تازہ خوشہ خرما کا اس کو دیدیا۔

نقل ہے۔ کہ ایک دفعہ محمد سماکؒ اور ذوالنون مصریؒ حضرت رابعہؒ کے پاس بیٹھے تھے۔ اتنے میں آپ بھی آگئے۔ آپ نے نیا کرتہ پہنا ہوا تھا۔ اور اکڑ کر چل رہے

تھے۔ محمد سماکؒ نے پوچھا۔ کہ یہ حال ہے۔ کہا کہ میرا نام غلام جبار ہے۔ کیوں نہ فخر کروں۔ یہ کہہ کر بیہوش ہو کر گر پڑے۔ جب لوگوں نے دیکھا۔ تو مرغ روح قفس عنصری سے پرواز کر چکا تھا۔ آپ کو خواب میں لوگوں نے دیکھا۔ آپ کا نصف منہ کا رنگ سیاہ ہو گیا تھا۔ پوچھا۔ یہ کیوں ہوا۔ فرمایا کہ ایک دفعہ ایک امرد لڑکے کی طرف صرف نظر کی تھی۔ جب مرنے کے بعد مجھ کو بہشت میں لے جا رہے تھے۔ تو دوزخ کو عبور کرنے کے وقت ایک سانپ نے کاٹ کھایا۔ اور کہا کہ صرف ایک نظر کے بدلے کاٹتا ہوں۔ اگر زیادہ نظر کرتا تو زیادہ کاٹتا۔

باب نمبر 9

ذکر حضرت رابعہ بصریؒ

آپ پردہ خلوص کی پردہ نشین۔ اور مخدرہ خدا خاص۔ سوختہ عشق الہی۔ شیفتہ و مشتاق دیدار خداوندی مریم ثانی مقبول درگاہ خداوندی ہیں۔ اگر کوئی شخص یہ کہے۔ کہ مردوں کی صف میں عورتوں کا کیا ذکر۔ تو میں کہتا ہوں۔ کہ ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مطابق کام صورت پر نہیں۔ نیت پر منحصر ہوتا ہے۔ اور کہ لوگ قیامت کے دن اپنی اپنی نیتوں کے مطابق اٹھائے جائیں گے۔ جب ام المومنین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا سے دین کا دو تہائی حصہ لینا روا ہے۔ تو ان کی کنیزوں سے بھی دینی فائدہ حاصل کرنا جائز ہے۔ کیونکہ جب خدا کی راہ میں عورت مرد ہو۔ تو اس کو عورت نہیں کہتے۔ چنانچہ عباسیہ طوسیؒ نے فرمایا ہے۔ کہ قیامت کے دن جب آواز آئے گی۔ کہ اے مردو۔ تو مردوں کی صف میں سب سے پہلے حضرت مریم سلام اللہ علیہا کا قدم پڑے گا۔ اگر آپ خواجہ حسن بصریؒ کی مجلس میں نہ ہوتیں۔ تو شاید آپ کا ذکر نہ کیا جاتا۔ اس لئے بھی ان کا ذکر ضروری تھا۔ بلکہ حقیقت تو یہ ہے۔ یہاں جن لوگوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ از روئے توحید کیا گیا ہے۔ اور توحید میں من وشما کی تمیز کیا ہے۔ جیسے کہ ابو علی فارمدیؒ فرماتے ہیں۔ کہ نبوت عین عزت و رفعت ہے۔ اس میں کمی بیشی نہیں۔ اسی طرح ولایت کا حال ہے۔ حضرت رابعہؒ اپنے زمانہ میں معرفت الہی میں بے نظیر تھیں۔ بزرگوں کی نظر میں آپ اس رتبہ کی اہل بھی تھیں۔

نقل ہے۔ کہ جس رات آپ پیدا ہوئیں۔ اس رات آپ کے والد کے ہاں اتنا کپڑا بھی نہیں تھا۔ جس میں آپ کو لپیٹا جا سکے۔ اور اتنا روغن بھی نہیں تھا۔ کہ آپ کی نافپر چپڑ دیا جاتا۔ گھر میں بالکل اندھیرا تھا۔ چونکہ آپ اپنے والد کے ہاں چوتھی لڑکی پیدا ہوئی تھیں۔ اس لئے آپ کو رابعہ کے نام سے موسوم کیا گیا۔ غرض کہ آپ

کے والد سے آپ کی پیدائش کی رات کہا گیا۔ کہ ہمسایہ کے گھر سے روغن لے آؤ۔ تا کہ چراغ جلائیں۔ لیکن آپ کے والد نے وعدہ کیا ہوتھا۔ کہ وہ کسی مخلوق سے کبھی کچھ نہیں مانگے گا۔ اس لئے گھر والوں کے مجبور کرنے پر آپ پڑوسیوں کے گھر گئے۔ مگر دروازہ پر ہاتھ رکھ کر واپس چلے آئے۔ اور کہہ دیا کہ دروازہ بند ہے۔ اسی غم میں نیند آ گئی۔ رات کو خواب میں جناب رسول کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام کی زیارت سے مشرف ہوئے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کے والد کو خواب ہی میں بشارت اور تسلی دی۔ اور فرمایا کہ اسی شہر بصرہ میں عیسٰی زادان کو ایک کاغذ پر لکھ کر میرا پیغام دو۔ کہ تو ہر شب سو بار مجھ پر درود بھیجتا تھا۔ اور جمعہ کو چار سو مرتبہ مگر گزشتہ جمعہ کو درود بھیجنا بھول گیا ہے۔ اس کا کفارہ یہ ہے۔ کہ حلال کی کمائی کے چار سو دینار اس شخص کو جو یہ پیغام تم کو پہنچا رہا ہے۔ دے دو۔

صبح اٹھ کر آپ کے والد رونے لگے۔ اور خط لکھ کر ایک شخص کے ہاتھ بھیج دیا۔ امیر عیسٰی زادان نے جب وہ خط دیکھا۔ تو کہا۔ کہ دس ہزار درم اس شکرانے میں کہ جناب رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے یاد فرمایا۔ فقیروں کو تقسیم کر دو۔ اور چار سو دینار میری طرف سے اور چار سو دینار ارشاد نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تعمیل میں اس شخص کو دے دو۔ اور لکھ بھیجا۔ کہ اس بزرگی کے باعث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا پیغام لائے ہو۔ میں مناسب نہیں سمجھتا۔ کہ تم میرے پاس آؤ۔ اس لئے میں خود آپ کے آستانہ پر حاضر ہوا کروں گا۔ خدا کی قسم جب تمہیں کسی قسم کی حاجت ہو۔ تو مجھے اطلاع دے دینا۔ چنانچہ آپ کے والد نے وہ روپیہ لے لیا۔ اور ضرورت کے مطابق سب کچھ خرید لیا۔

جب آپ بڑی ہوئیں۔ تو والدین کا سایہ سر پر سے اٹھ گیا۔ قحط اور خشک سالی کے باعث آپ کی بڑی بہنیں بھی جدا ہو گئیں۔ چنانچہ آپ بھی ایک طرف چل نکلیں۔ ایک ظالم نے پکڑ کر لونڈی بنا کر فروخت کر دیا۔ چنانچہ خریدار آپ کو گھر لے آیا۔ اور

سخت مشقت کا کام لینے لگا۔ ایک دفعہ آپ کسی کام کے لئے جا رہی تھیں۔ کسی نامحرم کو سامنے سے آتا دیکھ کر راستہ سے ہٹنے کے وقت گر پڑیں اور آپ کا ہاتھ ٹوٹ گیا۔ اسی وقت آپ نے خاک پر سربسجود ہو کر دعا کی۔ کہ الٰہی اگرچہ میں غریب و بے مددگار اور دست شکستہ ہوں۔ مگر میں اس کی پرواہ نہ کرتی ہوئی صرف تیری رضاء کی طالب ہوں۔ اسی وقت ایک آواز آئی۔ جس نے کہا۔ رابعہ غم مت کر۔ کل تمہارا وہ مرتبہ ہوگا۔ کہ آسمان کے مقرب بھی تم پر رشک کریں گے۔ چنانچہ آپ دل شاد ہو کر خاک پر سے اٹھیں اور مالک کے گھر آ گئیں۔

آپ ہمیشہ روزہ رکھتیں۔ آقا کی خدمت کرتیں۔ اور رات کو عبادت الٰہی میں مشغول ہو جاتیں۔ ایک رات اتفاق سے آپ کا آقا بیدار ہو گیا۔ باوجودیکہ چراغ گل کر دیا گیا تھا۔ لیکن پھر بھی گھر بقعہ نور بنا ہوا تھا۔ حیرانی کے ساتھ ادھر ادھر نگاہ کی تو ایک علیحدہ کوٹھڑی کے کونے میں آپ کو سربسجود پایا اور ایک معلق نور آپ کے سر پر روشنی کر رہا تھا۔ آپ کہہ رہی تھیں۔ کہ خداوندا اگر میں کسی دوسرے کی مملوک نہ ہوتی۔ تو ایک لمحہ بھی تیری عبادت سے غافل نہ ہوتی۔ لیکن تو نے مجھے ایک مخلوق کے قبضے میں دے رکھا ہے۔ اس لئے خدمت میں دیر سے حاضر ہوتی ہوں۔ یہ الفاظ سن کر آقا حیران ہو گیا۔ اور دل ہی دل میں تائب ہوا۔ کہ آئندہ ایسی برگزیدہ اور نیک ہستی سے کوئی خدمت نہ لوں گا۔ بلکہ اس کی خدمت کرتا رہوں گا۔ چنانچہ علی الصبح آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آقا نے کہا۔ کہ آپ مختار ہیں جہاں جی چاہے رہیں۔ مگر تم آزاد ہو۔ اگر یہاں رہو۔ تو تمہاری خدمت اپنی سعادت سمجھوں گا۔ یہ سن کر آپ باہر آ گئیں۔ اور خدا کی عبادت میں مشغول ہو گئیں۔

رات دن میں تقریباً ایک ہزار رکعت ادا کرتیں۔ اور بعض دفعہ حضرت خواجہ حسن بصریؒ کی خدمت میں تشریف لے جاتی تھیں۔ مدت کے بعد آپ نے حج کا ارادہ کیا۔ اور جنگل کی راہ لی۔ ایک گدھے پر جو آپ کی ملکیت تھا۔ اپنا اسباب لادا اور

چل نکلیں۔ اتفاق سے وہ گدھا راہ میں مر گیا۔ لوگوں نے کہا کہ تمہارا اسباب ہم اٹھا لیں گے۔ مگر آپ نے کہا۔ تم چلے جاؤ۔ میں تمہارے سہارے گھر سے نہیں نکلی تھی۔ چنانچہ قافلہ والے چلے گئے۔ جب آپ تنہا رہ گئیں۔ تو سر بسجود ہو کر مناجات کی۔ کہ بادشاہ کیا ایک غریب و عاجز عورت کے ساتھ بادشاہ ایسا ہی سلوک کیا کرتے ہیں۔ جو تو نے کیا۔ مجھ کو اپنے گھر کی طرف بلا کر راہ میں میرا گدھا مار ڈالا۔ اور بیابان میں اکیلی چھوڑ دیا۔ ابھی آپ کی مناجات ختم نہ ہوئی تھی۔ کہ گدھا زندہ ہو گیا۔ اور آپ اسباب لاد کر مکہ کی طرف چل پڑیں۔

راوی روایت کرتا ہے۔ کہ ایک مدت کے بعد اس گدھے کو میں نے مکہ کے بازار میں بکتے ہوئے دیکھا۔ غرض جب آپ مکہ معظمہ پہنچیں۔ تو کچھ دن جنگل میں بسر کئے۔ اور کہا۔ خداوندا میں کہاں جاتی ہوں۔ تو نے میرے دل کو پکڑ لیا ہے۔ میری پیدائش مٹی سے ہے۔ اور اس کی (خانہ کعبہ زاد اللہ شرفہا) پتھر سے ہے۔ (کیونکہ عمارت سنگی ہے) الٰہی تو ہی مجھ کو مل جا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے بغیر کسی واسطہ کے آپ کے دل سے خطاب فرمایا۔ کہ اے رابعہ تمام کائنات کا خون اپنی گردن پر لیگی۔ کیا تو نے دیکھا نہیں۔ کہ موسیٰ (علیہ الصلوٰۃ والسلام) نے دیدار کی درخواست کی۔ اپنی تجلی کا ایک ذرہ سا پہاڑ پر ڈالا۔ اور وہ ریزہ ریزہ ہو گیا۔

نقل ہے۔ کہ ایک دوسری مرتبہ آپ حج کو جا رہی تھیں۔ جنگل میں کیا دیکھتی ہیں۔ کعبہ مکہ مکرمہ آپ کے استقبال کو آ رہا ہے۔ رابعہؒ نے کہا۔ مجھ کو مکان کی ضرورت نہیں۔ صاحب مکان درکار ہے۔ کعبہ کے جمال کو دیکھ کر کیا کروں گی۔ مجھے اس کی استطاعت نہیں ہے۔

روایت ہے۔ کہ حضرت ابراہیم ادھمؒ چودہ سال سفر کے بعد کعبہ مکرمہ پہنچے۔ راہ میں فرماتے تھے۔ کہ دوسرے زائرین قدموں کے بل مکہ مکرمہ پہنچے۔ میں آنکھوں کے بل حاضر ہوں گا۔ (چنانچہ یہ کہہ کر قدم اٹھاتے۔ اور دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ غرض

اسی طرح ہر قدم پر دو رکعت نماز ادا کر تے۔ اور اگلا قدم اٹھا کر پھر دو رکعت نماز ادا فرماتے۔ غرض اسی طرح ہر قدم پر دو رکعت ادا کر کے چودہ سال کی مدت میں جب مکہ مکرمہ پہنچے) تو مکہ معظمہ (زاداللہ شرفہا) کو نہ دیکھا۔ کہنے لگے۔ شاید میری آنکھ کو دھوکا لگ رہا ہے۔ ہاتف نے آواز دی۔ کہ دھوکا نہیں ہے۔ مگر کعبہ ایک ضعیف عورت کے استقبال کے لئے گیا ہوا ہے۔ جو کہ اس طرف کو آ رہی ہے۔ چنانچہ حضرت ابراہیمؒ غیرت سے پانی پانی ہو گئے۔ اور عرض کیا۔ کہ وہ کون ہے۔ یہاں تک کہ رابعہؒ کو دیکھا۔ کہ عصا کے سہارے تشریف لا رہی ہیں۔ چنانچہ کعبہ پھر اپنی جگہ واپس آ گیا۔ حضرت ابراہیم ادھمؒ نے رابعہؒ سے پوچھا۔ کہ یہ کیا ہنگامہ ہے۔ جو دنیا میں برپا کر رکھا ہے۔ رابعہؒ نے فرمایا۔ کہ تم نے دنیا میں شور مچا رکھا ہے۔ کہ چودہ سال کے عرصہ میں کعبہ تک پہنچے۔ حضرت ابراہیمؒ نے کہا۔ کہ واقعی چودہ سال کے عرصہ میں نماز کی حالت میں راستہ طے کیا ہے۔ رابعہؒ نے کہا تم نے نماز میں سفر طے کیا۔ اور میں نے نیاز میں۔ اس کے بعد آپ نے حج ادا کیا۔ اور رو کر درگاہ الٰہی میں عرض کی۔ کہ خداوند تو نے حج پر بھی نیکی عطاء کرنے کا وعدہ کیا۔ اور مصیبت پر صبر کی حالت میں بھی نیکی کا وعدہ کیا ہے۔ اگر میرا حج قبول نہیں۔ تو مصیبت ہی کا ثواب عطاء کر۔ کیونکہ مصیبت بڑی ہے۔ اس کے بعد واپس بصرہ تشریف لے آئیں۔ اور عبادت میں مشغول ہو گئیں۔ اور کہا کہ سال گزشتہ میں کعبۃ اللہ نے میرا استقبال کیا تھا۔ امسال کعبہ اللہ کا میں استقبال کروں گی۔ چنانچہ جب حج کا وقت قریب آیا تو آپ جنگل کی طرف چل دیں۔ شیخ علی فامدیؒ فرماتے ہیں۔ کہ سات سال تک پھر عرفات میں پہنچیں۔ ہاتف نے کہا۔ کہ مدعیہ! یہ کیا مطلب ہے۔ جس نے تیرا دامن پکڑ لیا ہے۔ اگر تو میری خواہش ہے۔ تو خواہش کر کہ میں ایک تجلی کروں۔ عرض کیا۔ اے عزت کے مالک میرے پرودگار غریب رابعہؒ کی اس قدر طاقت نہیں۔ صرف فقر کا ایک نکتہ چاہتی ہوں۔ آواز آئی کہ فقر ہمارا قہر ہے۔ جو

لوگوں کی راہ میں رکھ دیا گیا ہے۔ جب بال برابر سے زیادہ رہ جائے گا کہ ہماری وصال تک پہنچ سکے' فراق سے تبدیل ہو جائے گا۔ تو ابھی ستر حجابوں کے پرے ہے۔ جب تک ان کو طے نہ کرلے گی۔ ہماری راہ میں قدم نہ رکھ سکے گی۔ (یعنی فقر کا نکتہ پا سکے گی) لیکن ادھر دیکھ۔ جب رابعہؒ نے نظر کی۔ تو محض خون کا ایک دریا ہوا میں معلق دریا دیکھا۔ آواز آئی۔ کہ ہمارے عاشق لوگوں کے خون سے یہ دریا پیدا ہوا ہے۔ جو ہماری طلب میں آئے۔ اور منزل اول میں ہیں۔ جن کا نام ونشان پردہ عالم میں کسی مقام سے ظاہر نہ ہوا۔ رابعہؒ نے عرض کی۔ کہ خداوند ان کی بدولت ایک ہی صفت مجھ پر ظاہر فرما۔ اسی وقت آپ کو حیض شروع ہو گیا۔ ہاتف نے آواز دی۔ کہ ان لوگوں کا مقام اول یہ ہے۔ کہ سات سال تک پہلو کے بل چلتے ہیں۔ تا کہ میری طلب کی راہ کے ایک مٹی کے ڈھیلے ہی کی زیارت کر لیں۔ لیکن جب وہ اس ڈھیلے کے پاس پہنچتے ہیں۔ تو وہی ڈھیلا ان کی علت کے باعث راہ بند کر دیتا ہے۔ عرض کیا۔ کہ خداوند! اگر تو مجھ کو اپنے گھر میں نہیں رہنے دیتا۔ تو مجھے بصرہ میں میرے گھر چھوڑ دے۔ یا مکہ میں اپنے گھر ابتداء میں کعبہ میں نہ آتی تھی۔ تجھ کو چاہتی تھی۔ اب میں تیرے گھر کے قابل نہیں رہی۔ یہ کہا اور واپس بصرہ کی طرف لوٹ گئیں۔ اور عبادت خانہ میں معتکف ہو گئیں۔

روایت ہے۔ کہ ایک مرتبہ تو بھوکے آدمی آپ کے گھر آ گئے۔ اور کھانا حلال کا طلب کیا۔ آپ کے پاس صرف دو روٹیاں تھیں۔ اسی وقت ایک سائل نے آ کر آواز دی۔ آپ نے وہ دونوں روٹیاں اٹھا کر سائل کو دے دیں۔ وہ لوگ بہت حیران ہوئے۔ تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک لونڈی بہت سی روٹیاں لے کر آ گئی۔ اور کہا کہ کدبانو نے بھیجی ہیں۔ آپ نے روٹیوں کو شمار کیا۔ تو وہ اٹھارہ تھیں۔ آپ نے لونڈی کو کہا کہ تو غلطی کر رہی ہے۔ تیری مالکہ نے میری طرف تم کو نہیں بھیجا۔ لونڈی نے بہتیرا کہا۔ کہ آپ ہی کی طرف بھیجا ہے۔ لیکن آپ نے معہ روٹیوں کے لونڈی

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

لیکن وہاں چراغ نہ تھا۔ اور خواجہ حسنؒ کو چراغ کی ضرورت تھی۔ چنانچہ رابعہ نے اپنی انگلی پر پھونک ماری۔ جس سے انگلی نوراً روشن ہوگئی۔ اور صبح تک چراغ کا کام دیتی رہی۔ اگر کوئی اعتراض کرے۔ کہ یہ کس طرح ممکن ہے۔ تو میں کہوں گا۔ کہ جو شخص نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی تابعداری کرتا ہے۔ اس کو اس کی کرامت سے ضرور حصہ ملے گا۔ جو بات پیغمبر کے لئے معجزہ ہے۔ وہ اس کے تابعہ ولی کے لئے کرامت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے۔ سچا خواب نبوت کا ایک حصہ ہے۔

ایک مرتبہ حضرت رابعہؒ نے خواجہ حسنؒ کو موم کا ٹکڑا، سوئی اور بال تین چیزیں بھیجیں۔ اور کہلا بھیجا۔ کہ موم کی طرح عالم کو منور کرو۔ یہ کام کر چکنے کے بعد بال کی طرح ہو جاؤ۔ تا کہ تمہارا کام خراب نہ ہونے پائے۔

خواجہ حسنؒ نے ایک دفعہ آپ سے دریافت کیا۔ کہ کیا تم کو شوہرکی رغبت نہیں۔ فرمایا کہ عقد نکاح جسم پر ہوتا ھے۔ اور یہاں میرا وجود ھی نہیں۔ میں مالک کی مملوک ہوں۔ مالک سے پوچھو۔ پھر پوچھا۔ کہ یہ درجہ تم نے کس طرح حاصل کیا۔ کہ سب حاصل کی ہوئی چیزوں کو اس میں گم کر دیا۔ پوچھا۔ کہ تم کس طرح اس کو جانتی ہو۔ جواب دیا کہ ہم بے کیفیت ھیں۔

(مترجم کی رائے میں آپ نے نکاح کیا۔ اور آپ صاحب اولاد نھیں۔ واللہ اعلم بالصواب)

نقل ہے۔ کہ ایک دن حسنؒ آپ کی عبادت گاہ میں تشریف لے گئے۔ اور رابعہؒ سے کہا۔ مجھ کو وہ باتیں بتاؤ جو نہ تم نے تعلیم حاصل کر کے سیکھی ہوں، نہ ہی کسی سے سنی ہوں۔ بلکہ بے واسطہ خلقت تجھ کو حاصل ہوئی ہوں۔ فرمایا کہ میں نے چند رسیاں بٹی تھیں۔ اور خیال تھا۔ کہ ان کو بیچ کر اپنی بسر اوقات کا انتظام کروں گی۔ چنانچہ ان رسیوں کو دو درم میں فروخت کیا۔ ایک درم ایک ہاتھ میں اور دوسرا دوسرے ہاتھ میں لیا۔ میں اس خیال سے ڈر گئی۔ مبادا دونوں درم ایک ہاتھ میں لینے سے گمراہ ہو جاؤں میری آج کی حاصل شدہ بات یہ تھی۔

لوگوں نے آپ سے کہا۔ کہ یا رابعہ حسنؒ کہتا ہے کہ اگر قیامت کے دن میں ایک

دم بھی خدا کے دیدار سے محروم رہا تو اس قدر گریہ کروں گا۔ کہ اہل بہشت کو میرے حال پر ترس آئے گا۔ فرمایا۔ بالکل ٹھیک بات ہے۔ لیکن اگر دنیا میں بھی ایک دم بھر حق تعالٰی کے ذکر سے غافل رہنے کے باعث اسی قدر گریہ وزاری ہوتی ہے۔ (کہ اہل دنیا کو ان کے حال پر رحم آتا ہے) تو قیامت میں ایسا ہی ہوگا۔ لیکن چونکہ ایسا نہیں۔ اس لئے قیامت کے دن بھی ایسا نہ ہوگا۔

لوگوں نے آپ سے پوچھا۔ کہ آپ نکاح کیوں نہیں کرلیتیں۔ فرمایا کہ مجھے تین باتوں کا غم ہے۔ اگر مجھے تم لوگ اس غم سے فارغ کردو۔ تو میں نکاح کرلوں گی۔ اول یہ کہ موت کے وقت ایمان سلامت رہے گا یا نہیں۔ لوگوں نے کہا ہم نہیں جانتے۔ دوسرا غم یہ ہے۔ کہ میرا اعمال نامہ دائیں ہاتھ میں دیا جائے گا یا بائیں ہاتھ میں۔ جواب ملا کہ اللہ ہی بہت جانتا ہے۔ تیسرا غم یہ ہے کہ جب محشر کے روز ایک جماعت کو دائیں طرف بہشت میں لے جائیں گے اور ایک جماعت کو بائیں طرف دوزخ میں۔ تو میں کس طرف ہوں گی۔ لوگوں نے جواب دیا کہ ہم نہیں جانتے۔ فرمایا کہ جب مجھ کو اس قدر غم ہوں تو بتاؤ کہ میں کس طرح شوہر کی رغبت کر سکتی ہوں۔

لوگوں نے آپ سے پوچھا۔ کہ آپ کہاں سے آئی ہیں۔ فرمایا کہ اس جہاں سے۔ پھر پوچھا۔ کہاں جاؤ گی۔ فرمایا اسی جہاں میں پھر پوچھا کہ اس جہاں میں تم کیا کرتی ہو۔ فرمایا کہ افسوس کرتی ہوں۔ پوچھا کس طرح۔ فرمایا۔ روٹی اس جہان کی کھاتی ہوں۔ اور کام اس جہاں کا کرتی ہوں۔ لوگوں نے کہا۔ کہ آپ عجیب شیریں زبان ہیں۔ اور رباط بانی کے قابل ہیں۔ فرمایا کہ میں رباط بان ہی تو ہوں۔ جو کچھ میرے اندر ہے۔ اس کو باہر کرتی ہوں۔ اور جو کچھ باہر ہے اس کو اندر نہیں آنے دیتی۔ اگر کوئی آئے یا جائے، مجھ سے کوئی واسطہ نہیں۔ میں دل کو حفاظت میں رکھتی ہوں۔ مٹی (جسم) کی حفاظت نہیں کرتی۔

پوچھا۔ کہ آپ شیطان کو دشمن سمجھتی ہیں۔ فرمایا کہ رحمان (اللہ تعالیٰ) کی دوستی کو چھوڑ کر شیطان کی دشمنی میں مشغول نہیں ہوتی۔

نقل ہے۔ کہ آپ نے کہا۔ میں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے فرمایا کہ اے رابعہ کیا تو مجھ کو دوست رکھتی ہے۔ عرض کیا۔ یا رسول اللہ کون ہے جو آپ کو دوست نہیں رکھتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی محبت نے مجھ کو اس قدر جکڑا ہوا ہے کہ بجز اس کے کسی کی دوستی کی جگہ میرے دل میں نہیں رہی۔

لوگوں نے محبت کی بابت آپ سے پوچھا۔ فرمایا کہ وہ ازل سے آئی ہے۔ اور ابد کو جائے گی۔ اور تمام کائنات میں سے کسی نے بھی اس کا ایک گھونٹ تک نہیں پیا۔ اور بالآخر وہ حق تعالیٰ ہی کے پاس پہنچ گئی۔ اور یہ آواز آئی۔ یُحِبُّوْنَھُمْ وَ یُحِبُّوْنَہٗ

لوگوں نے پوچھا۔ کہ جس کی عبادت کرتی ہیں۔ کیا اس کو دیکھتی بھی ہو۔ فرمایا۔ کہ اگر نہ دیکھتی تو عبادت کیسے کرسکتی؟

راویت ہے کہ رابعہؒ ہمیشہ روتی رہتی تھیں۔ لوگوں نے رونے کی وجہ پوچھی۔ تو فرمایا کہ میں نے رب تعالیٰ کے ساتھ محبت کی ہے۔ ایسا نہ ہو کہ مرنے کے وقت مجھے یہ آواز سنائی دے۔ تو میرے لائق نہیں۔

لوگوں نے پوچھا۔ کہ بندہ کس طرح خوش ہوسکتا ہے۔ فرمایا کہ جب محنت پر شکر کرے جیسا کہ نعمت پر شکر کرتا ہے۔ پھر پوچھا کہ گنہگار توبہ کرے تو قبول ہوگی یا نہیں۔ فرمایا۔ کس طرح توبہ کرسکتا ہے جب تک اللہ تعالیٰ توفیق نہ دے۔ جب تک وہ توبہ کی توفیق نہ دے گا توبہ کر ہی نہیں سکتا۔ اور فرمایا کہ انسان آنکھوں کے راستے سے خدا کی منزل حاصل نہیں کرسکتا۔ زبان کی طرف سے بھی راہ مل سکتی ہے۔ قوت سامعہ صرف سنتی ہے۔ ہاتھ پاؤں حیرت میں ہیں۔ معاملہ صرف دل کے ساتھ ہے۔ کوشش کرو تاکہ بیدار رہے۔ جب دل بیدار ہوگیا تو اس کو یار کی ضرورت نہیں۔ کیونکہ بیدار دل حق میں گم ہوجاتا ہے۔ اور جو اس میں گم ہوگیا۔ اس کو یار کی

حاجت ہی کیا رہی۔ یہی فنا فی اللہ کا مقام ہے۔

فرمایا کہ محض زبان سے توبہ کرنا جھوٹے لوگوں کا کام ہے۔ اگر ہم خود بخود توبہ نہ کریں۔ تو پھر دوسری توبہ کی حاجت نہیں رہتی۔ پھر فرمایا کہ اگر صابر ہوتا تو کریم ہوتا۔ اور معرفت کا مطلب خدا کی طرف دھیان کرنا ہے۔ فرمایا کہ عارف وہ ہے جو اللہ تعالی سے دل طلب کرتا ہے۔ اور جب خدا تعالی اس کو دل دے دے۔ تو وہ اسی کے قبضے میں دے دے۔ تاکہ محفوظ رہے۔ اور حق تعالی کے پردے میں لوگوں سے حجاب میں رہے۔ چنانچہ حضرت صالح مریؒ اکثر فرمایا کرتے تھے۔ کہ جو شخص دروازہ کھٹکھٹاتا ہے۔ آخر اس کے لئے دروازہ کھول دیا جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ کب تک آواز دیتا رہے گا۔ اور کون کھولے گا۔ اور کس نے بند کیا ہے کہ پھر کھولے۔ یہ سن کر حضرت صالحؒ نے فرمایا کہ مرد کی جہالت اور عورت کی عقلمندی پر تعجب ہے۔

ایک دن آپ نے ایک مرد کو روتے ہوئے دیکھا۔ جو کہہ رہا تھا۔ کہ ہائے افسوس ہائے غم آپ نے فرمایا۔ ایسا مت کہو۔ بلکہ کہو ہائے بے غم ہائے بے افسوس۔ کیونکہ اگر تو غمگین اور افسوسناک ہوتا۔ تو یہ الفاظ کہنے کی جرات ہی نہ کرتا۔

نقل ہے ایک دفعہ آپ نے ایک آدمی کو سر پر پٹی باندھے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔ اس نے کہا میرے سر میں درد ہو رہا ہے۔ پوچھا کہ تیری عمر کتنی ہے۔ اس نے کہا تیس سال۔ پھر پوچھا اس تیس سال کے عرصے میں کبھی بیمار بھی ہوا۔ کہ تندرست ہی رہا۔ اس نے کہا تندرست رہا۔ پھر آپ نے فرمایا۔ کہ تو نے تیس سال کے عرصے میں تندرستی کے شکریہ کی پٹی تو نہ باندھی لیکن محض ایک دن کی بیماری میں شکایت کی پٹی باندھ لی۔

نقل ہے۔ کہ ایک دن آپ نے کسی کو چار درم کمبل خریدنے کے لئے دیئے۔ اس نے پوچھا کہ کمبل سیاہ ہو یا سفید۔ آپ نے اس کو کہا درم واپس کر دو۔ چنانچہ درم لے کر دجلہ میں پھینک دیئے۔ اور فرمایا کہ ابھی کمبل تو خریدا نہیں۔ اور سیاہ اور سفید کا

جھگڑا پیش آ گیا۔

نقل ہے۔ کہ موسم بہار میں مکان کے اندر سے باہر نہ نکلیں۔ خادمہ نے عرض کیا۔ باہر تشریف لے آیئے۔ اور خالق کی قدرت کو ملاحظہ فرمایئے۔ آپ نے اس کو کہا۔ کہ تو ایک دفعہ اندر آ۔ اور خود صانع حقیقی کو دیکھ لے۔ اور کہ میرا کام صنعت کو دیکھنا نہیں۔ بلکہ خود صانع کو دیکھنا میرا کام ہے۔

ایک دفعہ چند آدمی آپ کے پاس آئے۔ دیکھا کہ گوشت کو دانتوں سے کاٹ رہی ہیں۔ لوگوں نے پوچھا۔ کہ کیا آپ کے پاس چھری نہیں ہے۔ فرمایا کہ جدائی کے خوف سے میں نے کبھی چھری نہیں رکھی۔

نقل ہے۔ کہ ایک دفعہ سات دن رات تک آپ نے روزہ افطار نہ کیا۔ اور نہ ہی سوئیں۔ ساتویں دن بھوک نے غلبہ کیا۔ نفس نے کہا۔ تو مجھ کو کب تک تکلیف دے گی۔ اتنے میں کسی نے آ کر آواز دی۔ اور کھانا دیدیا۔ آپ نے رکھ لیا۔ اور چراغ روشن کرنے لگیں۔ اتنے میں ایک بلی نے آ کر کھانا گرا دیا۔ پھر آپ نے پانی کا کوزہ لا کر روزہ افطار کرنا چاہا۔ مگر جب پانی لے کر آئیں تو چراغ گل ہو گیا۔ اسی وقت آپ نے پانی پینا چاہا۔ لیکن کوزہ گر کر ٹوٹ گیا۔ آپ نے افسردہ ہو کر کہا۔ خداوندا یہ کیا اسرار ہے۔ معاً آپ نے غیب سے آواز سنی۔ کہ رابعہ اگر تو چاہتی ہے تو دنیا کی نعمت تم پر وقف کر دوں۔ لیکن اپنا غم تیرے دل سے واپس لے لونگا۔ کیونکہ میرا غم اور دنیا کی نعمت کا ایک دل میں جمع ہونا ناممکن ہے۔ رابعہ تیری بھی مراد ہے۔ اور میری بھی ایک مراد ہے۔ دونوں مرادیں اکٹھی نہیں ہو سکتیں۔ آپ نے جب یہ آواز سنی۔ تو فرماتی ہیں کہ میں نے دل کو دنیا سے بالکل ہی قطع کر لیا۔ اور امید کو مختصر کر دیا۔ اور میں نے سمجھا۔ کہ یہ میری آخری نماز ہے۔ اور خلقت سے اس طرح قطع تعلق کر لیا کہ جب دن ہوتا تو اس خوف سے کہ مبادا دنیا مجھ کو اپنے میں مشغول کر لے دعا کرتی ہوں۔ خدایا مجھ کو اپنے ذکر میں مشغول رکھ۔ تا کہ کوئی مجھ کو تیرے شغل

سے باز نہ رکھ سکے۔

نقل ہے۔ کہ آپ ہمیشہ روتی رہتی تھیں۔لوگوں نے عرض کیا۔ کہ ہمیں کوئی ایسی وجہ رونے کی معلوم نہیں ہوتی۔ پھر کیوں روتی رہتی ہو۔آپ نے فرمایا۔ کہ میرے سینے میں ایک بیماری ہے جس کا علاج تمام دنیا کے طبیب بھی نہیں کر سکتے۔میری زخموں کا مرہم محض وصال خدا تعالیٰ ہے۔قیامت کے دن اپنی مراد کو پہنچنے کی غرض سے میں بہانہ کی متلاشی ہوں۔اور اسی لئے غمزدوں جیسی شکل بنائے رکھتی ہوں۔ کیونکہ آخر کچھ تو ہونا چاہئے۔

نقل ہے۔ کہ چند بزرگ لوگوں کی ایک جماعت آپ کے پاس آئی۔آپ نے ایک سے پوچھا۔ کہ خدا کی عبادت تم کس لئے کرتے ہو۔اس نے کہا۔ کہ دوزخ کے تمام طبقے نہایت عظیم ہیں۔ ہر ایک کو اس پر سے گزرنا پڑے گا۔مجبوراً اس کے خوف کے باعث اس کی پرستش کرتا ہوں۔دوسرے نے جواب دیا۔ کہ بہشت کی خاطر اس کی عبادت کرتا ہوں۔آپ نے فرمایا۔ کہ وہ بندہ بدترین بندہ ہے جو کسی خوف یا طمع کے باعث اس کی عبادت کرتا ہے۔ان لوگوں نے پوچھا۔ کہ آپ کیوں عبادت کرتی ہیں۔ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ سے کوئی امید یا طمع نہیں ہے۔فرمایا کہ پہلے ہمسایہ کی تلاش ضروری ہے۔ اور پھر گھر کی۔ دوزخ یا بہشت نہ ہوتے۔تو کیا عبادت کا حق نہ تھا۔ کہ اس کی عبادت کی جاتی۔

نقل ہے۔ کہ ایک دفعہ بزرگ آپ کے پاس تشریف لائے۔آپ کا لباس اس وقت نہایت دریدہ اور بوسیدہ تھا۔ بزرگ نے کہا۔ بہت سے لوگ ایسے ہیں۔ جو محض اشارہ ہی کرنے سے آپ پر مہربانی کرنے کے لئے تیار ہیں۔آپ نے فرمایا۔ کہ مجھے دنیا طلب کرتے ہوئے شرم آتی ہے۔اور پھر وہ بھی خدا کی ملکیت۔ کسی دوسرے سے کس طرح مانگ سکتی ہوں۔ جبکہ خود اللہ تعالیٰ نے اس کو عارضی طور پر دنیا دی ہے۔بزرگ نے فرمایا۔ کہ اس عورت کی بلند ہمتی پر نظر کرو۔اللہ تعالیٰ

نے اس کو کس قدر بلند رتبہ بخشا ہے۔ کہ اس کو اپنا قیمتی وقت سوال میں ضائع کرنے پر افسوس آتا ہے۔

نقل ہے۔ کہ ایک دفعہ چند آدمی آپ کو آزمانے کی غرض سے آپکی خدمت میں پہنچے۔ اور کہا کہ خداوند کریم نے تمام برکتیں اور فضائل آدمیوں کو بخشے ہیں۔ کرامت بھی آدمیوں کو عطا فرمائی۔ آج تک کبھی کوئی عورت پیغمبر نہیں ہوئی۔ آپ کیوں اس قدر لاف زنی کرتی ہیں۔ فرمایا کہ جو کچھ تم کہتے ہو درست ہے۔ لیکن خود پرستی اور اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی کی لاف مارنا بھی آدمیوں کا ہی کام ہے۔ علاوہ ازیں آج تک کوئی عورت مخنث نہیں ہوئی۔ آدمی ہی مخنث ہوتے ہیں۔

ایک مرتبہ آپ بیمار ہو گئیں۔ لوگوں نے بیماری کی وجہ پوچھی۔ تو فرمایا کہ آج صبح کے وقت میرے دل میں جنت کی خواہش پیدا ہوئی۔ تو دوست (اللہ تعالیٰ) نے مجھ پر عتاب کیا۔ چنانچہ بیماری اسی عتاب کی وجہ سے ہے۔ جس وقت حسنؒ آپ کی عیادت کو تشریف لائے تو دیکھا کہ ایک رئیس آدمی روپوں کی تھیلی لئے ہوئے آپ کے دروازے پر روتا ہے۔ چنانچہ انہوں نے رونے کی وجہ پوچھی۔ اس نے کہا کہ میں وحیدہ اثر (رابعہؒ) کے لئے ایک چیز لایا ہوں۔ اور اس خیال سے رو رہا ہوں کہ شاید وہ قبول نہ کریں۔ چنانچہ آپ میری سفارش کر دیں۔ جب حسنؒ اندر داخل ہوئے تو آپ نے اس کا پیغام دے دیا۔ آپ نے فرمایا کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کو برا کہتا ہے خدا اس کی روزی کو بند نہیں کرتا۔ جس کی زندگی اسی کے دم سے ہے اس کو وہ رزق کے بغیر زندہ رکھتا ہے۔ جب سے میں نے اس کو دیکھ لیا مخلوق سے منہ پھر لیا۔ تم ہی بتاؤ اس شخص کا مال جس کی نسبت مجھ کو نہیں معلوم کہ حرام ہے یا حلال۔ کس طرح لے سکتی ہوں۔

نقل ہے۔ کہ آپ فرماتی ہیں۔ ایک دفعہ بادشاہ کے چراغ کی روشنی میں میں نے اپنا پیرہن سیا۔ چنانچہ میرا دل اس وقت تک بند رہا۔ جب تک میں نے اس کو پھاڑ نہ

ڈالا۔ اور خدا سے معافی مانگی۔ عبدالواحد صوفیؒ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ وہ سفیانؒ کے ساتھ عیادت کو گئے۔ لیکن آپ کے خوف کی وجہ سے کوئی بات نہ کر سکے۔ یہاں تک کہ آپ ہی نے سفیانؒ سے کہا۔ کچھ فرمایئے۔ سفیانؒ نے کہا رابعہ میں دعاء کرتا ہوں۔ اللہ تعالیٰ اس تکلیف کو آپ پر سے دور کر دے۔ آپ نے یہ سن کر سفیانؒ کی طرف دیکھا۔ اور کہا کہ تم نہیں جانتے۔ کہ یہ بیماری اس کے حکم سے ہے۔ جواب ملا کہ ہاں پھر کہا کہ تب میں دوست کی مرضی کے خلاف کس طرح درخواست کر سکتی ہوں۔

سفیانؒ نے پھر پوچھا۔ کہ رابعہؒ تمہیں کس چیز کی خواہش سب سے زیادہ ہے۔ آپ نے کہا۔ کہ سفیان تم سمجھدار آدمی ہو کر ایسی باتیں کرتے ہو۔ بارہ سال سے مجھ کو تازہ خرما کھانے کی خواہش ہے۔ اور یہ تم جانتے ہو کہ بصرہ میں خرمے کس قدر سستے اور بے قدری سے بکتے ہیں۔ لیکن میں نے ابھی تک نہیں کھائے۔ کیونکہ میں غلام ہوں۔ اور غلام کو آرزو سے کوئی تعلق نہیں۔ اگر میں چاہوں اور خداوند پسند نہ کرے تو یہ کفر ہے۔ اس کے بعد سفیان نے عرض کی۔ کہ میں آپ کے کاموں میں دخل نہیں دے سکتا۔ لیکن آپ میرے متعلق کچھ فرمائیں۔ آپ نے کہا۔ کہ اگر تم دنیا کو دوست رکھتے ہو تو نیک مرد ہوتے۔ سفیان نے پوچھا۔ کہ وہ کس طرح۔ آپ نے فرمایا کہ آپ کی باتوں کے مطابق۔ سفیانؒ نے کہا۔ کہ مجھے رونا آ گیا۔ اور کہا کہ خداوند مجھ سے خوش ہو جا۔ رابعہؒ نے فرمایا۔ کہ کیا تجھے شرم نہیں آتی۔ جس کی رضا طلب کرتا ہے۔ تو خود اس سے راضی نہیں۔

مالک بن دینارؒ فرماتے ہیں کہ میں رابعہؒ کے پاس گیا۔ دیکھا کہ ایک ٹوٹا ہوا پیالہ رکھا تھا۔ جس سے آپ وضو کیا کرتیں۔ اور پانی پیا کرتی تھیں۔ ایک پرانی چٹائی تھی اور ایک اینٹ۔ جس پر آپ تکیہ لگایا کرتی تھیں۔ مجھے رونا آ گیا۔ اور کہا کہ اے رابعہؒ میرے بعض دولت مند دوست ہیں۔ اگر تم چاہو تو تمہارے لئے ان سے کچھ

مانگوں۔آپ نے فرمایا کہ مالک تو نے سخت غلطی کی۔کیا میرا اور ان کا روزی رساں ایک نہیں ہے۔میں نے کہا۔کہ ہاں۔فرمایا کہ کیا کبھی فقیروں کو اس نے فراموش کیا۔محض اس وجہ سے کہ وہ مفلس ہیں۔اور امیروں کو ان کی دولت کی بدولت یاد کیا۔میں نے کہا کہ نہیں۔فرمایا کہ جب وہ حال جانتا ہے پھر کیا ضرورت ہے کہ اس کو یاد کرایا جائے۔اگر اس کی خواہش یہی ہے۔تو ہماری خواہش بھی یہی ہے۔

نقل ہے۔کہ مالک دینار بنؒ حسن بصریؒ،شفیق بلخیؒ آپ کی خدمت میں حاضر تھے۔اور''صدق''کے متعلق کچھ ذکر فرمایا۔کہ جو شخص خداوند کریم کی سزا پر صبر نہیں کرتا۔وہ صادق نہیں ہے۔رابعہؒ نے فرمایا۔کہ اس بات سے خود پسندی کی بو آتی ہے۔شفیق بلخیؒ نے فرمایا۔کہ وہ شخص جو اپنے خدا کے رحم پر شکر کرتا ہے۔وہ صادق نہیں ہے۔رابعہؒ نے فرمایا۔کہ اس سے کچھ بہتر ہونا چاہئے۔حضرت مالک بن دینارؒ نے فرمایا۔کہ جو شخص اپنے دوست کے زخم سے نادم نہیں ہوتا۔وہ صادق نہیں ہے۔

آپ نے فرمایا کہ اس بھی بہتر ہونا چاہئے۔ان سب نے کہا۔کہ آپ ہی فرمائیں۔فرمایا۔کہ جو شخص دوست کے زخم کے درد کو اپنے دوست کے مشاہدہ میں نہ بھول جائے،وہ صادق نہیں ہے۔اور اس صفت کا ہونا کوئی تعجب بھی نہیں۔کیونکہ مصری عورتوں نے سیدنا و نبینا حضرت یوسف علیہ الصلوٰۃ والسلام کے مشاہدہ جمال میں درد و زخم کو فراموش کر دیا تھا۔اگر کوئی بندہ اپنے خدا کے مشاہدہ میں ایسا ہی کرے۔تو کوئی تعجب کا مقام نہیں ہے۔

ایک دفعہ مشائخین بصرہ میں سے ایک شخص آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ کے سرہانے آ کر بیٹھ گیا۔اور دنیا کی برائی شروع کر دی۔آپ نے فرمایا۔کہ تم دنیا کو محبوب رکھتے ہو۔اگر ایسا نہ ہوتا تو تم شکایت نہ کرتے۔کیونکہ جو شخص دنیا کو دوست رکھتا ہے۔وہ اکثر اسی کا تذکرہ کرتا ہے۔

حضرت حسن بصریؒ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ عصر کی نماز کے بعد میں آپ کی خدمت میں گیا۔ آپ اس وقت کچھ پکانا چاہتی تھیں۔ اور گوشت ہانڈی میں ڈال دیا تھا۔ آپ کی توجہ گفتگو میں پڑ گئی۔ اور ہانڈی کا خیال نہ رہا۔ شام کی نماز کے بعد ایک خشک روٹی کا ٹکڑا اور پانی لے کر بیٹھ گئیں۔ اس وقت آپ کو ہانڈی کا خیال آیا۔ دیکھا تو قدرت خدا سے گوشت نہایت لذیذ پکا ہوا موجود تھا۔ چنانچہ ہم نے کھانا شروع کیا۔ وہ ایسا لذیذ تھا کہ کبھی نہیں کھایا تھا۔

حضرت سفیانؒ فرماتے ہیں۔ کہ ایک رات ہم رابعہؒ کی خدمت میں گئے۔ آپ نماز پڑھنے کے لئے کھڑی ہو گئیں۔ اور صبح تک نماز میں مصروف رہیں۔ میں دوسرے گوشہ میں ذکر خدا میں مصروف رہا۔ صبح آپ نے فرمایا۔ کہ اس بات کا کس طرح شکریہ ادا کریں، کہ اللہ تعالیٰ نے رات بھر ہم کو نماز کی توفیق بخشی۔ پھر فرمایا۔ کہ میں کل شکریہ کا روزہ رکھوں گی۔

آپ کی دعاء مناجات یہ تھی۔ کہ خداوندا اگر تو حشر کے دن مجھے دوزخ میں بھیجے گا۔ تو میں ایک ایسا راز ظاہر کروں گی، کہ دوزخ مجھ سے ہزار سالہ راہ کے فاصلہ پر بھاگ جائیگی۔ اور جو کچھ دنیا میں ہمارا حصہ مقرر کر رکھا ہے۔ وہ دشمنوں کو دے دے۔ اور جو کچھ تو نے آخرت میں ہمارا حصہ رکھا ہے۔ وہ اپنے دوستوں کو دے دے۔ کیوں کہ میرے لئے تیری ذات ہی کافی ہے۔ اور کہ اگر الٰہی میں دوزخ کے خوف سے تیری عبادت کرتی ہوں۔ تو مجھے دوزخ میں سزا دے۔ اگر بہشت کی امید میں عبادت کرتی ہوں۔ تو اپنے جمال سے مجھ کو شادکام کر۔ اگر تو مجھ کو دوزخ میں ڈالے گا۔ تو میں فریاد کروں گی۔ کہ میں نے تجھ کو دوست رکھا تھا۔ دوست دوست کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرتا۔ غیب سے آواز آئی۔ کہ رابعہؒ خوہ مخواہ بدگمانی نہ کر۔ تجھ کو اپنے دوستوں کے قرب و جوار میں جگہ ملے گی۔ پھر فرمایا۔ کہ خداوند! میری آرزو محض تیری یاد ہے۔ تیرے دیدار کی خواہش۔

ایک دفعہ آپ فرماتی تھیں۔ کہ خداوند تو میرے دل کو اپنی طرف حاضر کر لے۔ یا بے حضور نماز کو قبول کر۔

آپ کی وفات کے وقت بہت سے بزرگ موجود تھے۔ آپ نے ان سے کہا۔ کہ آپ لوگ علیحدہ ہو جائیں۔ اور خداوند کریم کے قاصدوں کے لئے جگہ خالی کر دیں۔ چنانچہ سب لوگ علیحدہ ہو گئے۔ اور دروازے بند کر دئے۔ اس کے بعد سب نے یہ آواز سنی۔ اے نفس مطمئن اپنے رب کی طرف رجوع کر۔ اس کے بعد کچھ عرصہ تک کوئی آواز نہ آئی۔ چنانچہ سب نے دروازہ کھول کر دیکھا۔ کہ آپ وفات پا چکی تھیں۔ بزرگوں نے کہا۔ کہ رابعہؒ دنیا میں آئی اور آخرت کو چلی گئی۔ کبھی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی۔ نہ کچھ خواہش کی نہ کچھ کہا۔

لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا۔ اور حالت پوچھی۔ کہ منکر نکیر نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ فرمایا کہ جب انہوں نے آ کر پوچھا۔ کہ تیرا رب کون ہے۔ میں نے ان کو کہا کہ واپس تشریف لے جاؤ۔ اور حق تعالیٰ کو کہو۔ کہ باوجود اس قدر خلقت کے تو نے ایک کمزور عورت کو اب فراموش نہ کیا۔ تو میں جس نے تمام کائنات میں تجھی کو عزیز رکھا۔ کیونکر بھول سکتی ہوں۔ تو خوانخواہ دوسروں کو بھیج کر مجھ سے پوچھتا ہے۔ کہ تیرا رب کون ہے؟

محمد اسلم طوسی اور نعمی طرطوسیؒ جنہوں نے جنگل میں تیس ہزار آدمیوں کو سیراب کیا تھا۔ رابعہؒ کی قبر پر آئے۔ اور کہا۔ کہ تم کہا کرتی تھیں۔ کہ میں دونوں جہانوں سے فارغ ہو گئی ہوں۔ اب وہاں تمہاری حالت کیا ہوئی۔ چنانچہ قبر سے آواز آئی۔ کہ جو چیز میں نے دیکھی تھی۔ اور اب دیکھ رہی ہوں۔ مجھ کو مبارک رہے۔ واللہ اعلم بالصواب۔

باب نمبر 10

حالات حضرت فضیل بن عیاضؒ

آپ مقدم تا بان ۔آفتاب کرم واحسان ۔دریائے ورع وعرفان' دونوں جہان سے مستغنی ۔شیخ وقت تھے ۔مشائخین کبار میں سے اور طریقت کے اسرار کے ماہر تھے ۔ وہ لوگ جو آپ کے ہمعصر تھے ۔آپکی تعریف کیا کرتے تھے ۔ریاضات اور کرامات بے شمار ہیں ۔ابتدائے عمر میں آپ تمام علاقہ کے چوروں اور ڈاکوؤں کے سردار تھے ۔آپ فقیرانہ لباس پہنے جنگل میں خیمہ ڈالے پڑے رہتے ۔آپ کے دوست جو سب کے سب ڈاکو تھے ۔لوٹ مار کر کے سارا مال آپ کے سامنے لا کر رکھ دیتے اس مال سے جو کچھ آپ پسند کرتے اپنے لئے رکھ لیتے ۔اور باقی سب تقسیم کر دیتے ۔لیکن باوجود اس مال کے بھی ہمیشہ نماز با جماعت ادا کرتے ۔اور اپنے ان تمام دوست ڈاکوؤں اور چوروں کو بھی جو نماز نہ پڑھتا' نکال دیتے تھے ۔

ایک دن ایک مال دار قافلہ ادھر سے گزرا ۔جب اہل قافلہ نے ڈاکوؤں کو دیکھا ۔تو ان میں سے ایک شخص نے جس کے پاس کچھ نقدی تھی ۔نقدی کو بچانے کے خیال سے وہ قافلے سے علیحدہ ہوا ۔تاکہ جنگل میں کسی جگہ دفن کر دے ۔جونہی وہ قافلے سے علیحدہ ہوا ۔تو اس نے آپ کو ایک زاہد مرتاض (کیونکہ آپ زاہدوں کا لباس پہنے بیٹھے رہا کرتے تھے) سمجھ کر تمام حال ان سے بیان کر دیا ۔اور روپیہ امانت رکھ دیا ۔چنانچہ آپ کے فرمان کے مطابق وہ شخص ایک جگہ روپیہ رکھ کر قافلہ میں جا ملا ۔ ڈاکوؤں نے قافلے کو خوب لوٹا ۔جب ڈاکو واپس چلے گئے ۔تو وہ آدمی اپنی امانت کو واپس لینے کی غرض سے آپ کے خیمہ کی طرف گیا ۔مگر وہاں جا کر کیا دیکھتا ہے ۔کہ ڈاکوؤں کو آپ لوٹ کا مال تقسیم کر رہے ہیں ۔اس نے کہا افسوس میں نے اپنا روپیہ خود ایک ڈاکو کے حوالے کر دیا ۔لیکن آپ نے اس آدمی کو دور سے دیکھ کر اشارہ کیا ۔ چنانچہ وہ ڈرتا ڈرتا آپ کے پاس گیا ۔آپ نے پوچھا کیا چاہتا ہے ۔اس نے کہا ۔

اپنی امانت اگر واپس مل جائے۔ آپ نے کہا جہاں رکھی تھی۔ وہیں سے جا کر اٹھا لے۔ چنانچہ اس نے روپیہ لے کر فوراً قافلے کی طرف رخ کیا۔ آپ کے دوستوں نے کہا۔ کہ آپ نے روپیہ کیوں واپس کیا۔ فرمایا کہ اس شخص نے مجھ پر نیک گمان کیا تھا۔ اور میں بھی اللہ تعالیٰ پر نیک گمان رکھتا ہوں۔

کچھ دن کے بعد آپ نے ایک اور قافلہ لوٹا۔ جب کھانے پر بیٹھے۔ تو قافلے کے ایک آدمی نے ان سے پوچھا۔ کہ کیا تمہارا کوئی سردار نہیں ہے۔ ڈاکوؤں نے کہا کہ سردار تو ہے۔ مگر اس وقت دریا کے کنارے پر نماز پڑھ رہا ہے۔ اس نے کہا کہ اب تو کسی نماز کا وقت نہیں۔ کہا کہ نفل پڑھ رہا ہے۔ اس نے پھر پوچھا۔ کہ وہ کھانے میں کیوں شریک نہیں ہوا۔ کہا کہ وہ روزے رکھتا ہے۔ اس آدمی کو تعجب ہوا۔ اور کہا۔ کہ مجھے اس کے پاس لے چلو۔ چنانچہ وہ لوگ اس آدمی کو آپ کے پاس لائے۔ تو اس نے پوچھا۔ کہ نماز روزہ اور چوری کا آپس میں کیا تعلق۔ آپ نے فرمایا۔ کہ کیا تو قرآن کریم جانتا ہے۔ اس نے کہا۔ کہ ہاں۔ تب آپ نے فرمایا۔ کیا تو نے یہ آیت نہیں پڑھی۔ وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلاً صَالِحاً چنانچہ آدمی حیران رہ گیا۔

نقل ہے کہ آپ بہت صاحب مروت تھے۔ اگرچہ ڈاکہ ڈالا کرتے تھے۔ کمزوروں ضعیفوں اور عورتوں پر ہمیشہ رحم کرتے۔ اور حتی الامکان ان کی کچھ خدمت کرتے۔ محتاجوں پر خاص شفقت کرتے۔ ابتداء میں آپ ایک عورت پر عاشق تھے۔ تمام مال جو آپ کے حصہ میں آتا۔ اس کو دیدیتے۔

آپ کے توبہ کرنے کا قصہ یوں ہے۔ کہ ایک رات قافلہ لوٹنے کی غرض سے آپ کے ساتھی گئے ہوئے تھے۔ جب وہ قافلہ آپ کے نزدیک سے گزرا۔ تو ایک شخص قرآن شریف کی تلاوت کرتا ہوا جا رہا تھا۔ اور یہ آیت شریف اَلَمْ یَاْنِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا اَنْ تَخْشَعَ قُلُوْبُهُمْ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَمَا نَزَلَ مِنَ الْحَقِّ ۔ اس وقت اس کی

زبان پر تھی۔ جو آپ کے کانوں تک پہنچی۔ معاً سنتے ہی آپ کے دل پر ایک سخت چوٹ لگی۔ اور کہنے لگے۔ فضیل تو کب تک راہزنی کرتا رہے گا۔ فریاد کرتے ہوئے کہا۔ کہ اب توبہ کا وقت آ گیا ہے۔ چنانچہ اسی وقت سچی توبہ کی۔ اور دوڑ کر قافلے کے قریب پہنچ گئے۔ اور کہا کہ تم سب کو بشارت دیتا ہوں۔ کہ بے خوف وخطر چلے جاؤ۔ فضیل ڈاکو نے آج توبہ کر لی ہے۔ بعد ازاں آپ ہر اس شخص کے پاس گئے۔ جس کو آپ سے کچھ رنج پہنچا تھا۔ اور اس سے معافی مانگی یا اس کی تلافی کر دی۔ لیکن ایک یہودی نے معافی نہ دی۔ اور کہا۔ کہ میں تم کو اس وقت معاف کروں گا۔ اگر اس ریت کے ٹیلے کو اٹھا دے۔ چنانچہ اللہ کا نام لے کر آپ سارا دن ریت اٹھا کر دریا میں ڈالتے رہے۔ رات کو خدا کی قدرت ایسی ہوا چلی جس نے ساری ریت کو اڑا کر دریا میں بہا دیا۔ اور میدان صاف کر دیا۔ پھر یہودی نے کہا۔ کہ جب تک تو میرا مال نہ دے گا۔ میں معاف نہیں کروں گا۔ لیکن چونکہ تو نے شرط پوری کر دی ہے۔ اس لئے یہ شرط بھی پوری کرنے کے لئے میرے سرہانے کے نیچے زر کی تھیلی اٹھا کر مجھے دیدے۔ چنانچہ آپ نے ایسا ہی کیا۔ تھیلی پکڑ کر یہودی کو دے دی۔ بعد ازاں یہودی نے کہا جانے سے پہلے مجھے مسلمان کرو۔ پھر تجھ کو معاف کروں گا۔ چنانچہ آپ نے اس کو کلمہ شہادت پڑھا کر مسلمان کیا۔ اور اس نے بھی آپ کو معاف کر دیا۔ پھر یہودی نے کہا۔ کہ کیا تم جانتے ہو۔ میں کیوں مسلمان ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ نہیں۔ یہودی نے کہا۔ کہ میں نے توراۃ میں پڑھا ہے۔ کہ جو شخص سچی توبہ کرتا ہے۔ وہ اگر مٹی پر ہاتھ ڈالتا ہے۔ تو وہ سونا بن جاتی ہے۔ خدا کی قسم میرے سرہانے مٹی کی تھیلی بھری ہوئی تھی۔ لیکن جب وہ تھیلی تم نے مجھے دی۔ تو وہ سب سونے میں تبدیل ہو چکی تھی۔ میں نے آزمائش کرنے کے لئے ایسا کیا تھا۔ مجھ کو معلوم ہو گیا۔ کہ تمہارا مذہب حق ہے۔

ایک دفعہ آپ نے ایک شخص سے کہا۔ کہ میں مجرم ہوں۔ اور بہت ہی سزا کا مستحق

ہوں۔ مجھے بادشاہ کے پیش کرو۔ تاکہ شرعی حد مجھ پر جاری کرے۔ چنانچہ اس شخص نے آپ کو بادشاہ کے پیش کیا۔ بادشاہ نے آپ کو دیکھ کر نہایت عزت کے ساتھ واپس گھر بھیج دیا۔ جب آپ اپنے دروازے پر پہنچے۔ تو آواز دی آپ کی بیوی نے آپ کی آواز میں تغیر دیکھ کر خیال کیا۔ کہ شاید کہیں زخم آیا ہے۔ پوچھا۔ کہ کہاں زخم لگا۔ فرمایا۔ کہ دل اور جان پر۔ اس کے بعد اپنی توبہ کا سارا ذکر سنا کر کہا۔ کہ میں مکہ معظمہ کی طرف جاتا ہوں۔ اگر تم چاہو تو میں تم کو آزاد کر دوں۔ آپ کی بیوی نے کہا کہ ایسا نہیں ہوسکتا۔ میں ہر حال میں آپ کی خدمت کروں گی۔ چنانچہ اہل وعیال سمیت آپ مکہ معظمہ آگئے۔ اور مجاور بن گئے۔ تمام اولیاء کبار سے فیض حاصل کیا۔ ایک عرصہ تک امام ابو حنیفہ کی خدمت میں رہ کر کامل ہوئے۔ چنانچہ پھر ملکی لوگ آپ سے فیض حاصل کرنے کے لئے آپ کے پاس آتے۔

نقل ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ کے رشتہ دار آپ کو خراساں سے آپ کو ملنے کے لئے مکہ معظمہ میں آئے۔ لیکن آپ نے ان کو ملاقات کی اجازت نہ دی۔ مگر جب ان لوگوں نے بغیر آپ کی ملاقات کے واپس جانے سے انکار کر دیا۔ تو دروازہ بند کر کے آپ مکان کی چھت پر تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ غافل لوگو۔ خداوند کریم تم کو ہدایت دے۔ اور کسی کام میں مشغول کرے۔ یہ لفظ سنتے ہی وہ سب گر پڑے۔ اور انجام کار مایوس ہو کر واپس خراسان کو چلے گئے۔ لیکن آپ بدستور کتنا عرصہ تک روتے رہے۔

نقل ہے۔ کہ خلیفہ ہارون الرشید نے اپنے وزیر فضیل برمکی کو ایک رات کہا کہ مجھے کسی صاحبدل مرد خدا کے پاس لے چلو۔ کیونکہ میری طبعیت اس شان وشوکت سے اکتا گئی ہے۔ میں کچھ روحانی آرام اور سکون حاصل کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ فضیل خلیفہ کو ہمراہ لے کر سفیان عینیہ کے در دولت پر حاضر ہوا۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا۔ آواز آئی کون ہے۔ جواب ملا۔ کہ امیر المومنین۔ تب سفیان نے کہا۔ کہ تم نے مجھے

پہلے کیوں خبر نہ دی۔تاکہ میں ان کی خدمت میں حاضر ہو گیا ہوتا۔خلیفہ نے یہ سنتے ہی کہا۔کہ جس صاحبدل کی مجھے تلاش ہے۔یہ ان میں سے نہیں۔چنانچہ یہ الفاظ سن کر سفیان نے کہا۔کہ امیر المومنین کو فضیل بن عیاض کے پاس جانا چاہئے۔چنانچہ خلیفہ اور وزیر دونوں نے آپ کا دروازہ آ کر کھٹکھٹایا۔اندر سے آواز آئی کون ہے۔جواب ملا کہ امیر المومنین۔پھر آپ نے کہا۔امیر المومنین کو میرے ساتھ کیا کام ہے۔اور مجھے امیر المومنین سے کیا مطلب۔میری توجہ کو تبدیل نہ کیجئے۔فضیل برمکی نے کہا۔کہ صاحب امراء کی اطاعت واجب ہے۔آپ نے کہا۔کہ مجھے تکلیف نہ دو۔پھر فضیل برمکی نے کہا۔کہ اجازت سے اندر آئیں یا حکم سے۔آپ تو نہیں۔اگر آپ حکم سے آنا چاہتے ہیں تو یہ تمہاری مرضی۔چنانچہ امیر المومنین اندر داخل ہوئے۔لیکن آپ نے فوراً شمع کو گل کر دیا۔تاکہ ان کا چہرہ نظر نہ آئے۔اسی اثناء میں خلیفہ کا ہاتھ آپ کے ہاتھ سے چھو گیا۔آپ نے فرمایا کہ ہاتھ کیسا نرم ہے۔بشرطیکہ دوزخ سے بچا رہے۔یہ کہہ کر آپ نماز کے لئے کھڑے ہو گئے۔جب آپ نے سلام پھیرا تو امیر المومنین نے کہا کہ کچھ تو بات کیجئے۔آپ نے فرمایا کہ تمہارا باپ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا چچا تھا۔اس نے درخواست کی کہ مجھے کسی قوم پر حاکم کر دیں۔چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔کہ میں نے تم کو تمہارے نفس پر امیر کیا۔کیونکہ حکومت قیامت کے دن ندامت کا موجب ہو گی۔خلیفہ نے کہا۔کچھ اور ارشاد فرمائیں۔آپ نے کہا کہ حضرت عمرؒ بن عبدالعزیز کو تخت خلافت پر بٹھایا گیا۔تو آپ نے چند اکابرین کو بلا کر کہا۔کہ مجھے اس اہم بوجھ کے نیچے دبا دیا گیا ہے۔اب میری رہائی کی کیا تدبیر ہے۔آپ نے فرمایا۔اگر تم کل قیامت کو مخلصی حاصل کرنا چاہتے ہو۔تو ہر ضعیف العمر مسلمان کو اپنا باپ سمجھو۔جوانوں کو اپنا بھائی۔اور چھوٹوں کو اپنے بیٹے تصور کرو۔عورتوں کو ماں۔بہن اور بیٹی سمجھو۔اور ان سے ایسا ہی سلوک کرو۔یہ سن کر خلیفہ نے کہا کہ کچھ اور ارشاد فرمائیں۔آپ نے

فرمایا۔ تمام اسلامی علاقہ تمہارا گھر ہے۔ اور رعایا اولاد۔ والدین کے ساتھ احسان۔ بھائیوں کے ساتھ محبت۔ اور اولاد کے ساتھ نیکی کرو۔ مجھے ڈر ہے۔ کہ تمہارا خوبصورت جسم دوزخ کی آگ میں نہ جلے۔ خلیفہ نے کہا کچھ اور ارشاد فرمایئے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ خدا سے ڈرو۔ اور قیامت کی جوابدہی کے لئے اپنے آپ کو تیار رکھو۔ تجھ سے ایک ایک آدمی کے متعلق سوال کیا جائے گا۔ اگر کسی گھر میں کوئی عاجز عورت رات کو بھوکی سوئی۔ تو قیامت کے روز تمہارا دامن پکڑے گی۔ خلیفہ ان باتوں کو سن کر روتا رہا۔ یہاں تک کہ بے ہوش ہو گیا۔ یہ حالت دیکھ کر فضیل برمکی نے کہا۔ اب بس کرو۔ تم نے تو امیر المومنین کو مار ہی ڈالا۔ آپ نے فرمایا کہ اے ہامان چپ رہ۔ میں نے اس کو نہیں مارا۔ بلکہ تم نے اور تمہاری قوم نے اس کو مارا ہے۔ یہ بات سن کر خلیفہ کی گریہ وزاری اور بڑھ گئی۔ اور اپنے وزیر سے کہا۔ کہ مجھے فرعون سمجھتے ہیں۔ اس لئے تجھ کو ہامان کے نام سے مخاطب کیا گیا۔ پھر خلیفہ نے آپ سے پوچھا۔ کہ کیا آپ کو کوئی حاجت ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ خدا کا مقروض ہوں۔ اور قرض اس کی عبادت و اطاعت۔ خلیفہ نے کہا۔ میرا مطلب مخلوق کے متعلق تھا۔ آپ نے فرمایا کہ خدا کا شکر ہے۔ کہ اس کی بخشی ہوئی نعمت کافی ہے۔ اور کوئی حاجت نہیں۔ اس کے بعد خلیفہ نے ایک ہزار کی تھیلی نظر کی۔ اور کہا کہ یہ تھیلی وجہ حلال سے ہے۔ قبول فرمائیں۔ آپ نے جواب دیا۔ کہ افسوس میری ساری نصیحت بے کار گئی۔ اور تم پر ذرا بھر اثر نہیں ہوا۔ میں تجھ کو نجات کی طرف بلاتا ہوں۔ اور تو مجھے ہلاکت میں ڈالنا چاہتا ہے۔ یہ سب کچھ حقداروں کو دینا چاہیئے۔ اور تو اس کو دیتا ہے جس کو نہ دینا چاہیئے۔ اس کے بعد خلیفہ وہاں سے واپس ہوا۔ اور کہا کہ فضیل حقیقت میں نیک مرد ہے۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ آپ اپنے فرزند کو گود میں لئے پیار کر رہے تھے۔ اس معصوم نے کہا۔ کہ ابا۔ کیا میں تم کو پیارا لگتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ پھر لڑکے نے

پوچھا۔ کہ خدا تعالیٰ بھی پیارا لگتا ہے۔ اور اس کو بھی دوست سمجھتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ تب لڑکے نے کہا۔ کہ ابا جان ایک دل میں دو محبوب نہیں رہ سکتے۔ یہ سن کر غیرت حق کے باعث آپ نے لڑکے کو علیحدہ کر دیا۔ اور ذکر الٰہی میں مصروف ہو گئے۔

ایک دن آپ میدان عرفات میں کھڑے خلق خدا کے نظارہ میں مصروف تھے۔ آپ نے نظارہ دیکھ کر کہا۔ کہ اگر اس قدر لوگ کسی بخیل کے ہاں چلے جائیں۔ اور اس سے زر طلب کریں۔ تو وہ ان لوگوں کو ناکام واپس نہ کرے۔ پس اے خداوند تو کریموں کا کریم ہے۔ اور ان لوگوں کی بخشش ایک معمولی سی بات ہے۔ امید ہے۔ کہ تو ان سب کو بخش دے گا۔

اسی میدان میں ایک شخص نے آپ سے پوچھا۔ کہ آپ لوگوں کے متعلق کیا دیکھ رہے ہیں۔ فرمایا کہ اگر فضیل ان لوگوں میں نہ ہوتا۔ تو سب بخشے جاتے۔ پوچھا گیا۔ کہ یہ کس طرح۔ ہم ڈرنے والوں کو نہیں دیکھتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اگر تم ڈرنے والے ہوتے تو وہ تم سے پوشیدہ نہ ہوتے۔ کیونکہ خائف کو خائف ہی پہچان سکتا ہے۔ اور غمگین کو غمگین ہی۔ پھر لوگوں نے پوچھا۔ کہ آدمی حق تعالیٰ کی دوستی میں انتہا درجے پر کس وقت پہنچتا ہے۔ فرمایا۔ جب منع اور عطا اس کے لئے یکساں ہو جائیں۔ پھر پوچھا۔ کہ آپ اس شخص کی متعلق کیا کہتے ہیں۔ جو اس خوف سے لبیک نہیں کہتا۔ مبادا لا لبیک کا جواب ملے۔ فرمایا۔ کہ ایسے شخص سے بلند رتبے والا کوئی شخص نہیں ہو سکتا۔ پھر پوچھا کہ دین کی اصل کیا ہے۔ فرمایا کہ عقل۔ پھر پوچھا کہ عقل کی اصل۔ فرمایا علم۔ پھر پوچھا کہ علم کی اصل فرمایا صبر۔

حضرت امام احمد بن حنبلؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے حضرت فضیل کو فرماتے ہوئے سنا ہے کہ دنیاوی امارت کا خواہشمند خوار ہوتا ہے۔ پھر میں نے کہا۔ کہ کچھ وصیت فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ تابع بنو۔ متبوع رہو۔ کیونکہ یہ پسندیدہ ہے۔ حضرت

بشر حافیؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے آپ سے پوچھا۔ کہ زہد بہتر ہے یا کہ رضاء فرمایا کہ رضاء بہتر ہے۔ کیونکہ رضاء کا طالب اپنے اصل مرتبہ سے زیادہ کا طالب نہیں ہوتا۔

حضرت سفیان ثوریؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ آپ کی خدمت میں گیا۔ مختلف باتوں کے بعد میں نے کہا۔ کہ آج کی رات مبارک ہے۔ اور آج کی مجلس بھی مبارک ہے۔ اور خلوت سے بہتر و افضل ہے۔ لیکن آپ نے فرمایا۔ کہ آج کی رات سخت نا مبارک اور مجلس بھی تباہ کن۔ میں نے پوچھا کہ کیوں۔ فرمایا آج ساری رات ہم تم اس خیال میں رہے۔ کہ ایسی باتیں کریں جو ایک دوسرے کو اچھی معلوم ہوں۔ اس کی نسبت خلوت میں بیٹھنا اور مناجات کرنا بدرجہا افضل اور بہتر ہے۔

نقل ہے۔ کہ ایک دن عبداللہ بن مبارک کو اپنے آگے آگے جاتے دیکھ کر ان کو کہا۔ کہ جہاں سے آئے ہو وہیں واپس چلے جاؤ۔ ورنہ میں واپس ہو جاتا ہوں۔ کیونکہ تم اس غرض سے آتے ہو۔ کہ میں تم سے کچھ باتیں کروں۔ اور تم مجھ سے باتیں کرو۔

ایک دفعہ ایک آدمی آپکی زیارت کو آیا۔ تو آپ نے پوچھا کہ کس طرح آئے ہو۔ اس نے عرض کیا کہ اپ سے آسائش حاصل کرنے کی غرض سے۔ آپ نے فرمایا کہ یہ وحشت کی بات ہے۔ تم اس لئے آئے ہو کہ مجھے فریب دو۔ اور میں جھوٹ بول کر تم کو فریب دوں۔ واپس تشریف لے جایئے۔ پھر فرمایا کہ میں چاہتا ہوں کہ میں بیمار ہو جاؤں۔ تا کہ نماز با جماعت ادا نہ کرنی پڑے۔ اور نہ لوگوں کو دیکھوں۔ پھر فرمایا کہ اگر ممکن ہو تو ایسی جگہ جا رہو۔ جہاں نہ تم کو کوئی دیکھ سکے۔ اور نہ تم کسی کو دیکھ سکو اور یہ اچھی بات ہے۔

فرمایا کہ وہ شخص مجھ پر احسان کرتا ہے۔ جو میرے پاس سے گزرتا ہے۔ لیکن سلام نہیں کرتا اور اگر بیمار ہوں تو عیادت کو نہ آئے۔ پھر فرمایا۔ کہ جب رات چھا جاتی ہے۔ تو میں خوش ہوتا ہوں۔ کہ خلوت کا موقع نصیب ہوا۔ اور صبح ہونے پر اداس اور

غمگین ہو جاتا ہوں ۔ کیونکہ اندیشہ ہوتا ہے۔ کہ لوگ آئیں گے ۔اور تشویش میں مبتلا کر دیں گے ۔ جو شخص خلوت اور تنہائی سے دکھ اٹھاتا ہے۔ وہ سلامتی سے بعید ہے۔ پھر فرمایا کہ جو شخص خدا سے ڈرتا ہے ۔تمام جہان اس سے ڈرتا ہے۔ جو شخص خدا سے نہیں ڈرتا ۔اس سے کوئی چیز نہیں ڈرتی ۔پھر فرمایا کہ خوف خدا کسی بندے پر اس کے علم کے مطابق ہوتا ہے۔اور زہد اس کی رغبت کے موافق ہوتا ہے ۔فرمایا کہ ابن سیرینؒ سے زیادہ خدا سے امید اور خوف رکھنے والا میں نے نہیں دیکھا۔پھر فرمایا کہ اگر تمام دنیا میرے لئے حلال کر دی جائے ۔تو بھی میں اس سے ایسی شرم رکھوں ۔جیسے تم لوگ مردار سے رکھتے ہو۔ پھر فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے بدیوں کو ایک مکان میں جمع کر دیا۔اور اس مکان کے دروازے کی چابی دشمن دنیا کو بنا دیا۔پھر فرمایا کہ دنیا کو شروع کرنا آسان ہے ۔لیکن اس سے عہدہ برآ ہو سکنا مشکل کام ہے ۔فرمایا ۔کہ دنیا ایک پاگل خانہ ہے ۔اور لوگ دیوانوں کی مانند ہیں ۔پھر فرمایا۔خدا کی قسم اگر آخرت مٹی کی ہوتی ۔اور دنیا سونے کی ہوتی مگر فانی ۔تو بھی لازم تھا۔کہ لوگوں کی رغبت مٹی کی طرف جو باقی ہے ہوتی ۔لیکن افسوس کہ آخرت سونے کی ہے ۔اور باقی ۔اگرچہ دنیا مٹی کی ہے ۔اور فانی ۔باوجود اس کے لوگوں کی توجہ آخرت کی طرف نہیں ہے ۔پھر فرمایا۔ کہ دنیا کی کوئی چیز کسی انسان کو نہیں دی جاتی جب تک کہ آخرت کے توشے میں سے کچھ کم نہیں کر لیا جاتا ۔فرمایا کہ نرم کپڑے اور لذیذ کھانے کی عادت نہ ڈالو ۔کیونکہ کل کو اس کی لذت اور عادت سے محروم کئے جاؤ گے ۔فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے تمام پہاڑوں پر وحی نازل کی ۔کہ میں تم میں سے کسی ایک پر اپنے پیغمبر کے ساتھ کلام کروں گا۔ چنانچہ سب پہاڑوں نے اپنی بلندی پر فخر کیا ۔مگر کوہ طور نے کوئی غرور نہ کیا۔ اللہ تعالیٰ نے کوہ طور پر ہی موسیٰ علیہ السلام سے کلام کیا۔ کیونکہ اس کی عاجزی اللہ کو پسند آئی ۔پھر فرمایا کہ تین چیزوں کو تلاش نہ کرو ۔کیونکہ نہیں مل سکتیں ۔ایسا عالم جس کا علم میزان پر پورا اترے ۔ اگر تم ایسا عالم تلاش کرتے

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

کو ہنستے ہوئے نہ دیکھا۔لیکن جس دن آپ کا فرزند فوت ہوا۔آپ ہنسے تھے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی۔تو فرمایا۔کہ اللہ تعالیٰ اس کی موت پر راضی تھا۔میں راضی برضا ہوں۔اس کی موافقت میں تبسم کرتا ہوں۔آپ فرمایا کرتے کہ مجھے پیغمبروں پر رشک نہیں۔کیونکہ ان کو بھی موت۔دوزخ۔بہشت اور پلصراط وغیرہ کے مرحلے طے کرنے ہوں گے۔اور نفسی نفسی پکاریں گے۔فرشتوں پر بھی رشک نہیں۔ان کے لئے انسانوں سے بھی زیادہ خوف ہے۔مجھے صرف اس پر رشک ہے جو ماں کے پیٹ سے پیدا ہی نہیں ہوا ہوگا۔

روایت ہے۔کہ ایک دفعہ کسی خوش الحان قاری نے قرآن کریم کی کوئی آیت شریف آپ کے سامنے پڑھی۔آپ نے فرمایا۔کہ اس قاری کو میرے فرزند کے سامنے لے جاؤ۔اور ساتھ ہی قاری کو ہدایت کردی۔کہ سورۃ القارعہ کی تلاوت نہ کرنا۔ کیونکہ میرا لڑکا قیامت کے مطلق کچھ سن سکنے کی طاقت نہیں رکھتا۔مگر نادانستہ طور پر قاری نے آپ کے صاحبزادے کے سامنے سورۃ القارعہ ہی کی تلاوت فرمادی۔ بس سورۃ سنتے ہی اس نے ایک نعرہ مارا۔اور وفات پائی۔

آپ کی وفات کے وقت آپ کی دو بیٹیاں زندہ تھیں۔آپ نے اپنی بیوی کو وصیت فرمائی۔کہ میرے کفن دفن سے فارغ ہونے کے بعد ان دونوں لڑکیوں کو ابوقبیس پر لے جانا اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہنا۔کہ خداوند فضیل نے اپنی مقدور کے موافق ان پناہ گزینوں کو اپنے پاس رکھا۔لیکن اب جبکہ تو نے اس کو قبر میں قید کر دیا ہے۔تو وہ ان پناہ گزینوں کو واپس تیرے حوالے کرتا ہے۔چنانچہ آپ کی بیوی نے ایسا ہی کیا۔ابھی آپ کی اہلیہ مناجات ہی کر رہی تھی۔کہ وہاں سے امیر یمن کا گزر ہوا۔جس نے تمام حال پوچھ کر لڑکیاں کفالت میں لے لیں۔اور ان کی رضامندی سے ان کا نکاح اپنے دونوں بیٹوں سے کر دیا۔سچ ہے۔مَنْ کَانَ اللّٰہَ کَانَ اللّٰہُ مَنْ۔جو خدا کا بن جاتا ہے۔خدا اس کا ہو جاتا ہے۔

عبداللہ بن مبارک سے روایت ہے۔ کہ آپ کی وفات کے بعد روئے زمین سے غم والم ظاہر ہوتا تھا۔ وَاللّٰہُ اَعْلَمُ بِالصَّوَابِ ۔

باب نمبر 11

حالات حضرت ابراہیم ادھمؒ

دین و دنیا کے بادشاہ۔ ردائے یقین کے شہباز۔ عالم انتہائی کے ماہر اسرار۔ دولت دنیوی کے سرمایہ دار۔ عظیم الشان ملک کے بادشاہ۔ یعنی حضرت ابراہیم ادھمؒ اپنے زمانہ میں سب سے زیادہ متقی اور صدیق تھے۔ آپ کو بہت سے بزرگان عظام سے شرف نیاز حاصل تھا۔ عام طور پر حضرت امامؒ سے زیادہ مجلس رہا کرتی تھی۔ حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں۔ کہ اس گروہ فقراء کے تمام علوم کی کنجی حضرت ابراہیم ادھمؒ ہیں۔

روایت ہے۔ کہ ایک مرتبہ آپ حضرت امام اعظمؒ کی مجلس میں حاضر ہوئے۔ لیکن امام صاحبؒ کے دوستوں نے آپ کو بچشم حقارت دیکھا۔ یہ صورت دیکھ کر امام صاحب نے آپ کو "سیدنا" کے لفظ سے مخاطب فرمایا۔ چنانچہ امام صاحب کے دوستوں نے شرمندہ ہو کر پوچھا۔ کہ یہ سعادت ان کو کہاں سے حاصل ہوئی۔ امام صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ ہر وقت خدا کی اطاعت میں مصروف و مشغول رہتے ہیں۔ لیکن ہم دوسرے کاروبار بھی کرتے ہیں۔

ابتداء میں آپ بلخ کے بادشاہ تھے۔ بڑے کروفر اور شان و شوکت سے آپ حکومت کرتے تھے۔ ایک رات آپ محل میں محو خواب تھے۔ آدھی رات کے وقت آپ کی آنکھ ایک اچانک واقعہ سے کھل گئی۔ معلوم ہوا کہ ایک آدمی چھت کے اوپر ٹہل رہا ہے۔ پوچھا کہ تو کون ہے۔ اور یہاں اس وقت کیا کر رہا ہے۔ اس نے کہا کہ آپ کا دوست ہوں۔ اور یہاں اپنا جو اونٹ گم ہو گیا ہے تلاش کر رہا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ بھلا یہ ممکن ہو سکتا ہے۔ کہ شاہی محلات کی چھتوں پر اونٹ آ جائیں۔ اس آدمی نے جواب دیا۔ بھلا یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ کہ جامہ اطلس پہن کر عیش و عشرت میں خدا مل جائے۔ یہ جواب سن کر آپ کے دل میں ایک خوف سا پیدا ہو گیا۔ دوسرے دن

جب آپ دربار عام میں بصد شان وشوکت تشریف فرما تھے۔ یکا یک ایک بارعب آدمی اندر داخل ہوا۔ امراء و وزراء اور غلام وغیرہ میں سے کسی کو جرات نہ ہوئی۔ کہ اس طرح گستاخانہ طور پر اندر آنے کی وجہ پوچھے۔ چنانچہ وہ بے تحاشہ آپ کے تخت تک پہنچ گیا۔ آپ نے نہایت تعجب سے پوچھا کہ تو کون ہے۔ اور یہاں کس طرح آیا۔ اس نے کہا۔ میں اس سرائے میں ذرا ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ یہ سرائے نہیں شاہی محل اور دربار ہے۔ اس آدمی نے کہا۔ کہ آپ سے پہلے اس محل میں کون رہتا تھا۔ فرمایا کہ میرا باپ۔ پھر پوچھا۔ کہ تمہارے باپ سے پہلے کون تھا۔ فرمایا کہ میرا دادا۔ اسی طرح کئی پشتوں تک پہنچ کر اس نے پوچھا۔ کہ آپ کے بعد یہاں کون رہے گا۔ فرمایا کہ میری اولاد۔ پھر اس آدمی نے کہا کہ ذرا خیال کرو۔ جس مقام میں اتنے آدمی آئیں اور جائیں۔ لیکن کسی کا مستقل قیام نہ ہو۔ تو پھر وہ مقام سرائے نہیں تو اور کیا ہے۔ یہ کہہ کر وہ باہر چلا گیا۔ لیکن آپ کے دل میں رات کے واقعہ سے آگ لگی ہوئی تھی۔ اس معاملہ نے جلتی پر تیل کا کام کیا۔ آپ تنہا اس کے پیچھے دوڑے۔ اور اس کو پکڑ کر پوچھا۔ کہ تم کون ہو۔ اس نے جواب دیا۔ کہ میں خضر ہوں۔ یہ سنتے ہی آپ کا درد اور بڑھ گیا۔ چنانچہ واپس محلات میں آکر لیٹ گئے۔ مگر سکون ندارد تھا۔ ناچار باہر ہوا خوری کے لئے گھوڑے پر سوار ہو کر گئے۔ ساتھ کے آدمی قدرت خدا سے جدا ہو گئے۔ اس وقت آپ نے آواز سنی۔ کہ ابراہیم اس وقت سے پہلے جاگو جبکہ تمہیں موت کے ذریعے جگایا جائے۔ پھر ایک ہرن کو دیکھ کر اس کا شکار کرنا چاہا۔ مگر قدرت خدا سے ہرن بولا۔ تم میرا شکار نہیں کر سکتے۔ بلکہ خود شکار ہو جاؤ گے۔ کیا تمہارے لئے کوئی اور مشغلہ نہیں ہے۔ ان باتوں سے آپ کے دل میں خوف الٰہی اس قدر طاری ہوا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے آپکی باطنی آنکھوں کو منور کر دیا۔ اور برکات الٰہی کا نزول ہونے لگا۔ چنانچہ آپ نے تخت وحکومت پر لات ماری اور فقیرانہ لباس بدل کر شہر سے باہر نکل

گئے۔اپنے گناہوں پر روتے جاتے تھے۔اور جنگلوں اور وادیوں میں سے پیادہ گزرتے جاتے تھے۔

بادشاہی کو چھوڑ کر فقر کا جامہ اختیار کر کے صحرا نوردی کرتے ہوئے آپ نواح نیشا پور میں پہنچ گئے۔وہاں ایک غار جو نہایت مشہور اور بھیانک تھی۔اس غار میں تقریباً نو سال تک ریاضت کرتے رہے۔ہر جمعہ کے جمعہ آپ غار سے باہر نکلتے۔لکڑیوں کو جنگل سے اکٹھا کرتے اور نیشا پور جا کر فروخت کرتے۔جو کچھ حاصل ہوتا۔اس میں سے نصف راہ خدا میں دیدیتے اور نصف کی روٹی خرید کر جمعہ کی نماز پڑھتے اور پھر غار میں آجاتے۔پھر ہفتہ بھر باہر نہ نکلتے۔

ایک دفعہ سخت سردی کے دوران آپ کا وضو کا پانی بھی جم گیا۔لیکن آپ نے اسی پانی کو توڑ کر وضو کیا۔صبح کے وقت آپ کو سردی نے ذرا زیادہ ستانا شروع کیا۔آپ کے دل میں آگ تاپنے کا خیال پیدا ہوا۔خدا کی قدرت آپ اس وقت نماز میں مشغول تھے۔اسی حالت میں آپ کو ایسا معلوم ہوا۔گویا کسی نے پوستین پہنا دی ہے۔اور گرم ہو گئے۔اور اسی حالت میں نماز پڑھ کر اپنے وظائف میں مشغول ہو گئے۔جب آپ فارغ ہوئے۔تو دیکھا کہ ایک اژدہا تھا۔جس نے آپ کو گرم کر رکھا تھا۔آپ کے دل میں خوف پیدا ہوا۔اور فرمایا۔الٰہی تو نے صورت لطف میں اس کو بھیجا تھا۔مگر میں اس کو قہر کی صورت میں دیکھ رہا ہوں۔اس وقت اژدہا نے اپنے چہرے کو زمین پر ملا۔اور غائب ہو گیا۔

روایت ہے۔کہ جب لوگ آپ کے مرتبہ اور شکل سے واقف ہو گئے۔تو آپ اس غار سے بھاگ گئے۔اور مکہ معظمہ جا نکلے۔اسی زمانہ میں جبکہ آپ نے غار کو چھوڑا۔شیخ ابوسعیدؒ نے اس غار کی زیارت کی۔اور فرمایا کہ اگر اس غار کو مشک عنبر سے بھر دیا جاتا۔تو بھی اس قدر خوشبو اس میں نہ آتی۔جو ایک صاحب دل کے کچھ عرصہ قیام کرنے سے پیدا ہو گئی ہے۔

روایت ہے۔ کہ دوران صحرانوردی ایک بزرگ سے آپ کی ملاقات ہوئی۔ جس نے آپ کو اسم اعظم سکھا دیا۔ اسی نام سے اللہ تعالیٰ کو یاد کرتے رہے۔ پھر آپ کی ملاقات حضرت خضر علیہ السلام سے ہوئی۔ جنہوں نے فرمایا۔ کہ ابراہیم' وہ بزرگ میرا بھائی حضرت الیاس علیہ السلام تھے۔ پھر آپ نے ان سے اور بہت سی باتیں سکھیں۔ اور انہی کی بدولت اس عظیم الشان مرتبے تک پہنچے۔

آپ کا قول ہے۔ کہ دوران صحرانوردی جب میرا گزر فرات العراق سے ہوا۔ تو میں نے ستر فقیروں کو دیکھا۔ جنہوں نے اللہ کی راہ میں جان دی تھی۔ ان میں سے ایک میں کچھ زندگی باقی تھی۔ میں نے اس سے پوچھا کہ یہ کیا ماجرا ہے۔ اس نے کہا۔ کہ اے ابراہیم ادھم اپنے لئے پانی اور ثواب لازم کر لے۔ دور نہ جا مجبور ہو جائے گا۔ نزدیک نہ آ دکھ اٹھائے گا۔ کوئی ایسا شخص نہ ہو جو بساط سلامتی پر گستاخی کرے۔ ایسے دوست سے ڈر۔ جو حاجیوں کو کافران روم کی طرح قتل کرتا ہے۔ اور حاجیوں سے جنگ کرتا ہے۔ تجھے واضح ہو۔ کہ ہم صوفیوں کے گروہ میں سے تھے۔ ہم نے محض خدا کے توکل پر اس بیابان میں قدم رکھا۔ اور عہد کیا۔ کہ کسی سے بات نہ کریں گے۔ اور نہ کسی سے ڈریں گے۔ مگر سوائے اللہ تعالیٰ کے۔ اور نہ ہی کسی اور کی طرف توجہ دیں گے۔ چنانچہ جب ہم جنگل طے کر کے بیت الحرام کے نزدیک پہنچے۔ تو حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات ہوئی۔ ہم نے سلام کیا۔ اور خوش ہوئے۔ اور اپنی سعی کو مشکور و منظور سمجھ کر خدا کا شکریہ ادا کیا۔ اور کہا کہ ایسا برگزیدہ آدمی ہماری ملاقات اور استقبال کو آیا۔ اسی وقت درگاہ الٰہی سے ہماری جانوں کو حکم ہوا۔ کہ او جھوٹو اور دغاباز و کیا تمہارا یہی اقرار تھا کہ مجھے بھول جاؤ۔ اور غیر کے ساتھ مشغول ہو جاؤ۔ میں اس قصور کے عوض تمہاری جان لوں گا۔ اور تمہارا خون کراؤں گا۔ اے ابراہیم یہ سب مردے جو تمہارے سامنے ہیں۔ اسی کے سوختہ ہیں۔ اگر تجھ کو بھی ایسا ہی خیال ہے۔ تو قدم آگے رکھ۔ ورنہ اسی جگہ سے واپس ہو جا۔ فرماتے ہیں کہ میں یہ ماجرا

دیکھ کر حیران رہ گیا۔ اور اس سے پوچھا کہ تم ابھی تک کیوں زندہ ہو۔ اس نے کہا میں ان کی نسبت ذرا کچا تھا۔ پختہ ہونے کی کوشش کر رہا ہوں۔ یہ کہا اور جان دے دی۔

نقل ہے۔ کہ چالیس سال تک آپ اسی طرح پیہم گریہ زاری اور صحرا نوردی کرتے رہے۔ یہاں تک کہ مکہ مکرمہ کے نزدیک پہنچے۔ آپ کی تشریف آوری کی خبر بزرگان حرم کو کسی نہ کسی طرح ہوگئی۔ چنانچہ وہ سب لوگ آپ کے استقبال کو آئے۔ جب آپ کو اس بات کا علم ہوا۔ تو آپ نے اپنے آپ کو قافلے سے ذرا آگے بڑھا لیا۔ اور علیحدہ ہو گئے۔ تاکہ آپ کو کوئی پہچان نہ سکے۔ چنانچہ بزرگان حرم کے خدمتگاروں نے جو آگے آگے تھے۔ آپ سے پوچھا۔ کہ ابراہیم ادھمؒ نزدیک ہی ہیں؟ کیونکہ بزرگان حرم ان کے استقبال کو تشریف لائے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ بزرگ لوگ اس زندیق سے کیا چاہتے ہیں۔ یہ سن کر ان لوگوں نے آپ کو پیٹا۔ اور کہا۔ کہ تو ایسے بزرگ کو زندیق کہتا ہے۔ زندیق تو خود ہے۔ آپ نے فرمایا کہ میں بھی یہی کہتا ہوں۔ جب وہ لوگ آپ کے پاس سے گزر گئے۔ تو آپ نے اپنے نفس کو مخاطب کیا اور کہا۔ تو نے اپنے کیے کی سزا دیکھی۔ خدا کا شکر ہے۔ کہ میں نے تجھ کو اپنے مقصد میں کامیاب نہیں ہونے دیا۔ اور تو مشائخین حرم کے استقبال کا لطف نہ اٹھا سکا۔ پھر آپ حرم میں مقیم ہو گئے۔ اور ہمیشہ اپنی محنت سے کما کر اپنا اور اپنے یاروں کا پیٹ پالتے رہے۔ کبھی آپ کھیتوں کی رکھوالی کرتے اور کبھی جنگل سے جا کر لکڑیاں کاٹ لاتے اور فروخت کرتے۔

نقل ہے۔ کہ جب آپ نے بادشاہی ترک کر کے بلخ کو چھوڑا۔ اس وقت آپ کا اکلوتا بیٹا ابھی شیر خوار تھا۔ جوان ہونے پر اس بچے نے اپنی ماں سے پوچھا۔ کہ میرا باپ کہاں ہے۔ ماں نے سارا حال سنا دیا۔ اور کہا کہ تمہارا باپ سنا ہے کہ اس وقت مکہ معظمہ میں ہے۔ چنانچہ بیٹے نے ماں سے اجازت حاصل کر کے اعلان کیا۔ کہ

اگر کوئی شخص حج کا ارادہ رکھتا ہو۔ تو میرے ساتھ چلے۔ اس کا آمد و رفت کا خرچ میرے ذمہ ہو گا۔ اس کے اعلان کیساتھ ہی تقریباً چار ہزار لوگوں کا ایک گروہ اکٹھا ہو گیا۔ جن کو ہمراہ لیکر آپ کا بیٹا مکہ معظمہ پہنچا۔ جب باپ کے دیدار کی آرزو لئے ہوئے مکہ معظمہ میں وارد ہوا۔ تو اس نے مسجد حرام میں جا کر درویشوں سے پوچھا۔ کہ کیا تم ابراہیم ادھم کو جانتے ہو۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ ہاں وہ ہمارے شیخ ہیں۔ اور اس وقت جنگل کو گئے ہیں۔ تا کہ لکڑیاں لا کر فروخت کریں۔ اور نہ صرف اپنی روٹی بلکہ ہماری روٹی کا بندوبست کریں۔ یہ سن کر آپ کا فرزند جنگل کی طرف گیا۔ دیکھا کہ ایک بوڑھا شخص لکڑیوں کا گٹھا سر پر اٹھائے چلا آتا ہے۔ اگر چہ محبت نے جوش کیا۔ مگر نوجوان اور سعادت مند بیٹے نے اپنے آپ کو سنبھالا۔ اور آپ کے پیچھے پیچھے بازار میں پہنچا۔ آپ نے بازار میں آ کر آواز دی۔ کوئی ہے جو پاک مال کو پاک مال کے عوض خریدے۔ چنانچہ ایک شخص نے ان لکڑیوں کو خرید لیا۔ اور آپ کو روٹی دی۔ جس کو لے کر آپ اپنے مریدوں میں آ گئے۔ اور روٹی ان کے حوالے کر دی جس کو وہ کھانے لگ گئے۔ آپ نماز میں مشغول ہو گئے۔

چونکہ حج کا موسم شروع ہونے والا تھا۔ حاجیوں کی آمد شروع ہو گئی تھی۔ اس لئے آپ نے اپنے مریدوں کو حکم دیا۔ کہ عورتوں اور امردلڑکوں کی طرف نہ دیکھنا۔ جس کو سب نے قبول کیا۔ مگر خدا کی قدرت حج کے وقت طواف کعبہ مکرمہ کے دوران میں جبکہ آپ کے مرید بھی آپ کے ساتھ طواف میں مشغول تھے۔ آپ کا بیٹا آپ کے سامنے آ گیا۔ جس کو آپ نے نظر بھر کر دیکھا۔ آپ کے مریدوں نے اس بات پر بڑا تعجب کیا۔ چنانچہ طواف سے فراغت کے بعد پوچھا۔ کہ حضرت آپ نے تو ہمیں امردلڑکوں اور عورتوں کی طرف دیکھنے سے منع فرمایا تھا۔ مگر آپ نے ایک بے ریش لڑکے کی طرف دیکھا۔ ہمیں اس بات پر بڑا تعجب ہے۔ آپ نے فرمایا کہ بے شک ایسا ہوا۔ لیکن مجھے معلوم ہے کہ وہ لڑکا میرا بیٹا ہے۔ جس کو بحالت شیر خوارگی

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

السلام سے زیادہ تعجب خیز نہیں ہے۔ جنہوں نے راہ حق میں بیٹے کو قربان کرنا چاہا۔

نقل ہے۔ کہ میں ہمیشہ رات کو ایسے موقعہ کی تلاش میں رہتا تھا۔ کہ خانہ کعبہ خالی ہو۔ چنانچہ ایک رات جبکہ بارش ہو رہی تھی۔ خانہ کعبہ میں صرف میں ہی طواف کر رہا تھا۔ میں نے موقعہ غنیمت جان کر کعبہ کے حلقہ میں ہاتھ ڈالا۔ اور گناہوں کی پاکی طلب کی۔ آواز آئی۔ کہ تمام مخلوق مجھ سے یہی چاہتی ہے۔ اگر میں سب کو بخش دوں۔ تو میری غفاری۔ غفوری۔ رحمانیت اور رحیمیت کدھر جائے گی۔ پھر میں نے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ صرف میرے گناہوں کو بخش دے۔ آواز آئی۔ کہ دوسری تمام مخلوق کے متعلق ہم سے بات کرو۔ لیکن اپنے متعلق کوئی بات نہ کر۔ تیرے متعلق دوسروں کا کہنا زیبا ہے۔

آپ مناجات میں کہتے کہ۔ خداوند تو جانتا ہے۔ کہ آٹھوں بہشت تیری اس مہربانی کے مقابلے جو تو نے مجھ پر کی بالکل ہیچ ہے۔ اور آٹھوں بہشت تیری محبت کے مقابلے میں کچھ حیثیت نہیں رکھتے۔ خداوند! گناہ کی ذلت سے بچا کر اطاعت کی عزت بخش۔ پھر فرماتے کہ آہ جو شخص تجھ کو جانتا ہے۔ وہ اس شخص کا حال کس طرح جان سکتا ہے۔ جو کہ وہ خود تجھ کو نہیں جانتا۔

فرمایا۔ کہ پندرہ سال تک میں نے سخت مصیبت اور تکلیف برداشت کی۔ تب کہیں جا کر یہ آواز سنی۔ کہ اس کا بندہ بن۔ تو راحت و آرام میں پڑا ہوا ہے۔ اور اس کی اطاعت میں مستعد رہ۔

لوگوں نے پوچھا۔ کہ تم نے حکومت کو کیوں چھوڑا۔ فرمایا کہ ایک دن میں تخت پر بیٹھا تھا۔ آئینہ میرے سامنے تھا۔ میں نے غور کیا۔ تو اپنا آخری مقام قبر میں نظر آیا۔ اور سوچا کہ سفر لمبا ہے۔ کوئی ساتھی نہیں اور توشہ بھی کچھ نہیں۔ حکم بھی منصف اور عادل ہے۔ میرے پاس کوئی دلیل اور حجت بھی نہیں۔ انہی خیالات میں حکومت سے جی ٹھنڈا پڑ گیا۔

پوچھا۔ کہ آپ نے خراسان کو کیوں چھوڑا۔ فرمایا کہ لوگ پوچھتے کہ کل تمہارا کیا حال تھا اور آج کیا حال ہے۔ پھر پوچھا کہ آپ بیوی کیوں نہیں کرتے۔ فرمایا کہ کوئی عورت اس لئے نکاح نہیں کرتی ہے۔ کہ خاوند کے ہاتھ بھوکی ننگی رہے گی۔ اگر مجھے اختیار ہو تو میں اپنے آپ کو طلاق دے دوں۔ پس دوسرے کو میں کیسے باندھ لوں۔ اور کسی عورت کو کیوں دھوکا دوں۔ اس کے بعد ایک درویش سے پوچھا کہ کیا تیری بیوی ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ پھر پوچھا۔ کیا اولاد ہے۔ کہا نہیں۔ فرمایا تو نیک ہے۔ درویش نے پوچھا۔ کہ کیسے۔ فرمایا وہ درویش جو بیوی رکھتا ہے۔ کشتی میں بیٹھا ہوا سمجھو۔ اور جب اس کے اولاد بھی ہو جائے گی۔ تو کشتی غرق ہو جائے گی۔ اس درویش کو بھی غرق ہوا سمجھ لو۔ کیونکہ پھر اولاد کی محبت میں محو ہو جائے گا۔

نقل ہے۔ کہ آپ نے ایک درویش کو دیکھا۔ جو مفلسی کی شکایت کر رہا تھا۔ آپ نے فرمایا۔ معلوم ہوتا ہے۔ کہ تو نے درویشی مفت میں حاصل کی ہے۔ درویش نے پوچھا۔ کیا درویشی کو خریدا بھی جا سکتا ہے۔ فرمایا ہاں میں نے درویشی حکومت بلخ کے عوض خریدی ہے۔ اور سمجھتا ہوں۔ کہ ارزاں خریدی ہے۔

نقل ہے کہ کوئی شخص آپ کے پاس ہزار درم لایا اور کہا کہ قبول فرمائیں۔ آپ نے فرمایا کہ میں محتاجوں سے کچھ نہیں لیا کرتا۔ اس نے کہا۔ کہ میں محتاج نہیں۔ بلکہ دولت مند ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ کیا تو زیادہ کا خواہش مند نہیں ہے۔ اس نے کہا کہ ہاں۔ فرمایا کہ روپیہ اٹھا لے۔ کیونکہ محتاجوں کا سردار تو ہی ہے۔

روایت ہے کہ جب آپ پر غیبی کیفیت طاری ہوتی۔ تو آپ فرماتے۔ کہ بادشاہان دنیا کہاں ہیں۔ وہ آئیں اور دیکھیں کہ یہ معاملہ ہے۔ یہ دیکھ کر اپنی حکومت پر شرم آئے گی۔ پھر فرمایا کہ شہوت کا طالب صادق نہیں ہو سکتا۔ اور خلوص صدق نیت کا نام ہے۔ پھر فرمایا۔ کہ جس شخص کا دل تین حالتوں میں خدا کی طرف حاضر نہ ہو۔ تو یہ اس امر کی نشانی ہے۔ کہ اس پر دروازہ بند کیا جا چکا ہے۔ اول۔ تلاوت قرآن کریم

کے وقت۔ دوئم نماز کے وقت۔ اور سوئم ذکر الٰہی کے وقت۔ پھر فرمایا کہ عارف کی نشانی یہ ہے۔ کہ وہ تفکر کرے۔ اور ہر شے سے عبرت سیکھے۔ خداوند کریم کی صفت اور ثناء کرتا رہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ایک دفعہ ایک پتھر دیکھا۔ جس پر لکھا ہوا تھا۔ کہ اس کو الٹا کر پڑھو۔ جب میں نے اس کو الٹایا۔ تو اس پر یہ لکھا دیکھا۔ جب تو عمل کر سکتا ہے۔ تو جو کچھ تم کو معلوم ہے اس پر عمل کیوں نہیں کرتا۔ اور جس چیز کو تو نہیں جانتا۔ اس کو طلب کیوں کرتا ہے۔

فرمایا۔ کہ میرے لئے کتاب کی جدائی سے اور کوئی چیز زیادہ سخت نہ تھی۔ حکم ہوا کہ۔ اس کو مت پڑھو کیونکہ میدان حشر میں وہی عمل بھاری ہوگا جو یہاں تجھ کو زیادہ بھاری معلوم ہورہا ہے۔ پھر فرمایا کہ تین حجابوں کے اٹھ جانے سے سالک کے دل پر انوار الٰہی کی بارش ہوتی ہے۔ اول یہ کہ دونوں جہانوں کی حکومت ملنے پر راضی نہ ہو۔ دوسرے یہ کہ اگر چھین لیا جائے تو غمگین نہ ہو۔ کیونکہ کسی چیز پر خوش ہونا حریص ہونے کی اور غمگین ہونا غصے کی نشانی ہے۔

نقل ہے۔ کہ آپ نے بہت سے پیادہ حج کئے۔ اور پچاس سال تک حرم شریف کے مجاور رہے۔ لیکن چاہ زمزم سے پانی نکال کر نہ پیا۔ کیونکہ پانی نکالنے کا ڈول شاہی خرچ سے تیار ہوا کرتا تھا۔

آپ ہر روز مزدوری کرتے اور شام تک ایمانداری سے محنت کرتے۔ اور ساری کمائی مریدوں پر خرچ کر دیتے۔ لیکن تمام اشیاء نماز عشاء کے بعد خرید کیا کرتے تھے۔ ایک دن آپ ذرا دیر سے مریدوں کے پاس پہنچے۔ لیکن آپ کے مرید آپ کا انتظار کئے بغیر کچھ کھا پی کر سو گئے۔ جب آپ نے واپس آ کر مریدوں کو سوتا پایا۔ تو سمجھا کہ بچارے بھوکے سو گئے ہیں۔ چنانچہ آپ نے کھانا پکانا شروع کیا۔ لیکن آگ آپ کو بہت تنگ کر رہی تھی۔ کیونکہ خاطر خواہ طور پر جلتی نہ تھی۔ اسی دوران

آپ کے ایک مرید کی آنکھ کھل گئی ۔اور آپ کو دیکھ کر پوچھا ۔کہ کیا کر رہے ہیں ۔ فرمایا کہ تم کو سوتا دیکھ کر خیال کیا کہ تم بھوکے سو گئے ہو۔کھانا تیار کر رہا ہوں ۔تا کہ تم بیدار ہوتے ہی کھا سکو۔ یہ سن کر وہ بہت شرمندہ ہوا۔اور اپنے ساتھیوں سے کہنے لگا۔کہ ہم آپ کی نسبت کیا خیال رکھتے ہیں۔اور آپ کی ہم پر کیسی شفقت ہے۔

اگر کوئی شخص آپکی صحبت میں رہنا چاہتا۔تو آپ تین شرطیں اس کو پیش کرتے ۔اول یہ کہ خدمت میں خود کروں گا۔دوم یہ کہ اذان بھی میں خود دوں گا۔اور جو کچھ کماؤں گا۔اس کو نصف نصف تقسیم کروں گا۔ایک دفعہ ایک شخص بہت مدت تک آپکی خدمت میں رہا۔جب وہ شخص رخصت ہونے لگا تو اس نے عرض کی کہ اگر آپ نے مجھ میں کوئی عیب یا برائی دیکھی ہو۔تو مطلع فرمائیں ۔آپ نے فرمایا کہ میں نے تم کو ہمیشہ دوستی کی نظر سے دیکھا ہے۔اس لئے اپنا عیب کسی اور سے پوچھو۔

نقل ہے۔کہ ایک دن نماز شام کے بعد ایک مفلس مگر عیال دار آدمی گھر کی طرف جا رہا تھا۔چونکہ دن بھر اس نے کچھ نہ کمایا تھا۔اس لئے نہایت افسردہ اور غمگین تھا۔ راستہ میں اس نے آپ کو بیٹھے ہوئے دیکھ کر کہا۔ابراہیم مجھ کو آپ کی حالت دیکھ کر رشک آتا ہے۔آپ ایسے بے فکر اور فارغ ہیں۔لیکن میں غم میں سرگردہ ہوں ۔یہ سن کر آپ نے فرمایا۔کہ آج تک میری جس قدر مقبول عبادت ہے۔اور کچھ میری پسندیدہ خیرات ہے۔وہ میں تجھ کو بخشتا ہوں ۔اس کے عوض میں تم اس ایک ساعت کا غم مجھ کو بخش دو۔

ایک دفعہ خلیفہ معتصم باللہ نے آپ سے پوچھا۔کہ آپ کیا کام کرتے ہیں۔فرمایا کہ دنیا طالبان دنیا کے سپرد کر چکا ہوں ۔اور عاقبت طالبان عاقبت کے سپرد کر دی ہے۔ اس دنیا میں میں نے صرف اللہ تعالیٰ کا ذکر اپنے لئے اختیار کر لیا ہے۔اور عاقبت میں اللہ تعالیٰ کا دیدار پسند کیا ہے۔یہی سوال ایک اور آدمی نے پوچھا۔تو فرمایا کہ تم نہیں جانتے ۔کہ اللہ تعالیٰ کے کارندوں کو کام کی حاجت نہیں ہے۔

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

میرے کو خوب ضرب لگتی تھی۔ ہر سیڑھی پر خاص خاص اسرار الٰہی مجھ پر منکشف ہوتے جاتے تھے۔ اس وقت میں نے کہا۔ کہ کاش سیڑھیاں زیادہ ہوتیں۔ تاکہ زیادہ اسرار کھل جاتے۔ ایک دفعہ میں ایک جگہ پھنس گیا۔ ایک مسخرہ مجھ پر پیشاب ڈالتا تھا۔ اور میں خوش ہوتا تھا۔ ایک دفعہ کپڑوں میں جوئیں پڑ گئیں۔ جنہوں نے مجھ کو ستانا شروع کیا۔ دفعتہً مجھے بادشاہی کا زمانہ یاد آ گیا۔ اور میرا نفس فریاد کرنے لگا۔ کہ یہ کیا مصیبت ہے۔ لیکن میں اپنے نفس کو حسب منشا خوار اور ذلیل دیکھ کر بہت خوش ہوا۔

فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ خدا کے توکل پر جنگل کی طرف نکل گیا۔ وہاں کئی دنوں تک مجھے کھانے پینے کو کچھ نہ ملا۔ اس طرف میرا ایک دوست تھا۔ لیکن اس خیال سے توکل باطل ہو جائے گا' میں دوست کے ہاں نہ گیا۔ آخر ایک مسجد میں پہنچا۔ اور وہاں یہ پڑھنا شروع کیا۔ تَوَکَّلْتُ عَلَی الْحَیِّ الَّذِیْ لَا یَمُوْتُ میں نے اس ذات باری پر بھروسہ کیا۔ جس کو موت نہیں۔ اور ہمیشہ زندہ ہے۔ غیب سے آواز آئی۔ کہ وہ ذات اقدس ہے۔ جس نے متوکلوں سے جہان کو خالی کر دیا۔ میں حیران ہوا۔ کہ یہ آواز کیوں آئی۔ پھر آواز آئی۔ کہ ایسا شخص متوکل کیسے ہو سکتا ہے۔ جو کھانے پینے کے لئے دوستوں کے گھر جانے کا ارادہ کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ میں خداوند پر جو زندہ ہے۔ اور جس کو موت نہیں بھروسہ کیا۔ وہ شخص جھوٹ کا نام توکل رکھتا ہے۔

روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ نے متوکل زاہد سے دریافت کیا۔ کہ تم کہاں سے کھاتے ہو۔ اور تمہارے گزارے کی کیا صورت ہے۔ زاہد نے جواب دیا کہ مجھے کچھ علم نہیں روزی رساں سے جا کر پوچھو۔ میں ایسی بیہودہ باتیں نہیں سنتا۔

فرماتے ہیں کہ میں نے ایک دفعہ ایک غلام خریدا۔ اور اس کا نام پوچھا۔ غلام نے کہا میرا نام وہی ہے۔ جس نام سے آپ مجھ کو پکاریں گے۔ پھر میں نے پوچھا۔ کیا کھایا

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

کے ساتھ بیٹھنا چاہا۔ لیکن انہوں نے اجازت نہ دی اور کہا ابھی تک آپ سے بادشاہی کی بو آ رہی ہے۔ حیرانی ہے کہ جب آپ جیسے خدا رسیدہ بزرگ کو انہوں نے اپنے پاس بیٹھنے کی اجازت نہ دی۔ تو عام دوسرے آدمی کو وہ کیا کہتے۔

لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ دلوں پر خدا کی طرف سے حجاب کیوں ہے۔ فرمایا کہ لوگ ان چیزوں کو دوست رکھتے ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ ناپسند فرماتے ہیں۔ اور اس دنیائے دوں کی دوستی میں مشغول ہیں۔ اور ابدی زندگی کے خیال کو ترک کر دیا ہے۔

نقل ہے۔ کہ ایک دفعہ ایک شخص نے آپ سے وصیت چاہی۔ فرمایا کہ بندھے ہوئے کو آزاد کر دے اور آزاد کو بند کر دے۔ اس نے عرض کی کہ میں اس کا مطلب نہیں سمجھا۔ فرمایا کہ بندھے ہوئے کھول دے۔ اور کھلی ہوئی زبان کو بند کر دے۔

روایت ہے کہ آپ نے ایک شخص کو حالت طواف میں کہا کہ تجھ کو صالحین کا درجہ نصیب نہیں ہو سکتا۔ جب تک تو چار دشوار گزار منزلیں طے نہ کر لے۔ اول یہ کہ نعمت کا دروازہ اپنے اوپر بند کر لے' اور محنت کے دروازے کھول دے۔ دوم یہ کہ عزت کے دروازے بند کر کے ذلت کا دروازہ اپنے اوپر کھول دے۔ سوم یہ کہ خواب کا دروازہ بند کر کے بیداری کا دروازہ کھول اور چہارم یہ کہ تونگری کا دروازہ اپنے اوپر بند کر کے درویشی کا دروازہ کھول دے۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ ایک شخص نے خدمت میں حاضر ہو کر کہا۔ اے شیخ میں اپنے آپ پر بہت ظلم کر چکا ہوں۔ مجھ کو کچھ نصیحت فرمائیں۔ جس کو پلے باندھ لوں اور اس پر عمل کروں۔ فرمایا اگر تم منظور کرو تو چھ باتیں بتاتا ہوں۔ اور ان چھیوں پر عمل کر۔ اس کے بعد جو برا کام بھی تو کرے گا تجھے اس سے کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔ اول یہ کہ جب حق تعالیٰ کی نافرمانی کرو اور گناہ کا کام سرزد ہو۔ تو حق تعالیٰ کی دی ہوئی روزی نہ کھاؤ۔ اس نے کہا کہ پھر کہاں سے کھاؤں۔ فرمایا یہ زیبا نہیں کہ روزی کھا کر نافرمانی کرے۔ دوم یہ کہ جب گناہ یا نافرمانی کرنے کا ارادہ ہو۔ تو اس کے

ملک یا بادشاہت سے باہر نکل کر گناہ کرو۔ عرض کیا کہ ساری کائنات اسی کی ہے' کوئی کہاں جائے۔ فرمایا کہ یہ نامناسب ہے۔ کہ اس کے ملک میں رہ کر نافرمانی کی جائے۔ تیسرے یہ کہ گناہ ایسی جگہ کیا جائے' جہاں وہ نہ دیکھ سکے۔ پوچھا یہ ناممکن ہے۔ اور دلوں کے بھیدوں تک سے واقف ہے۔ فرمایا جب رزق اس کا کھاؤ اور اس کے ملک میں رہو۔ تو پھر اس کے سامنے گناہ کرنا کہاں تک انصاف پر مبنی ہے۔ چوتھے یہ کہ جب موت کا فرشتہ آئے تو اس کو کہو۔ کہ ذرا توبہ کر لینے کی مہلت دیدے۔ عرض کیا یہ بھی ناممکن ہے وہ میرا کہا نہ مانے گا۔ فرمایا جب یہ حالت ہے۔ تو اس کے آنے سے پہلے توبہ کرنی چاہیے۔ پنجم یہ کہ جب قبر میں منکر نکیر آئیں۔ تو ان کو باہر نکال دے۔ کہا میں یہ بھی نہیں کر سکتا۔ فرمایا کہ پھر ان کے سوالوں کا جواب دینے کے لیے تیار رہو۔ چھٹے یہ کہ جب قیامت کے دن حساب کتاب ہو چکنے کے بعد جب گنہگاروں کو دوزخ کی طرف بھیجا جائے گا۔ تو دوزخ میں جانے سے انکار کر دینا۔ کہا یہ بھی ناممکن ہے فرمایا تو پھر گناہ مت کرو۔

نقل ہے کہ لوگوں نے آپ سے پوچھا۔ کہ کیا وجہ ہے اللہ تعالی ہماری دعاؤں کو قبول نہیں کرتا آپ نے فرمایا کہ تم خدا تعالی کو جانتے ہو۔ لیکن اس کی اطاعت نہیں کرتے۔ رسول اکرمؐ کو پہچانتے ہو۔ مگر ان کی پیروی نہیں کرتے۔ قرآن کریم پڑھتے ہو مگر اس پر عمل نہیں کرتے۔ اللہ تعالی کی نعمت کھاتے ہو۔ مگر شکر نہیں کرتے۔ یہ جانتے ہو کہ بہشت تابعداروں کے لیے ہے۔ مگر اس کی طلب نہیں کرتے۔ جانتے ہو کہ دوزخ گنہگاروں کے لیے ہے۔ مگر اس سے نہیں ڈرتے۔ شیطان کو دشمن سمجھتے ہو۔ مگر اس سے نہیں بھاگتے۔ بلکہ اس سے دوستی کرتے ہو۔ موت کو برحق سمجھتے ہو۔ مگر کوئی سامان نہیں کرتے۔ خویش و اقارب کو اپنے ہاتھوں زمین میں دفن کرتے ہو۔ لیکن عبرت نہیں پکڑتے اور برائیوں کو ترک نہیں کرتے۔ دوسروں کے عیب دیکھتے ہو۔ بھلا جو شخص اس قسم کا ہو اس کی دعا کس طرح قبول ہو۔ ایسے شخص کی

دعا ءاللہ سنتا ہے۔مگر قبول نہیں کرتا۔

لوگوں نے پوچھا۔ اگر کوئی بھوکا ہو۔ اوراس کے پاس کچھ بھی نہ ہوتو کیا کرے۔ فرمایا صبر لوگوں نے کہا' اگر دس دن تک صبر کرے تو پھر کیا کرے۔ فرمایا یہاں تک کہ مر جائے۔ تا کہ خون بہا بذمہ قاتل رہے۔ لوگوں نے کہا کہ گوشت آج کل گراں ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہم ارزاں کر دیں گے اورنہ خریدیں گے۔

ایک دفعہ آپ حمام میں تشریف لے گئے۔ چونکہ آپ کا لباس بوسیدہ تھا۔ لوگوں نے حمام کے اندر نہ جانے دیا۔ آپ پر ایک حالت طاری ہوگئی۔ اور فرمایا۔ کہ جب خالی ہاتھ شیطان کے گھر میں داخل نہیں ہونے دیتے۔ بھلا بغیر بندگی وعبادت کے خدا کے گھر میں کس طرح داخل ہونے دیں گے۔

فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللهِ جنگل میں جا رہا تھا۔ تین دن تک کھانے پینے کو کچھ نہ ملا۔ اس حال میں شیطان میرے سامنے آیا۔ اور کہا کہ حکومت بلخ کو چھوڑ کر اب پا پیادہ اور بھوکا پیاسا چلنے کا مزہ دیکھا۔ میں نے درگاہ الٰہی میں عرض کی۔ خداوندا دوست پر دشمن کو مقرر کرتا ہے تا کہ پریشان کرے۔ فوراً ہاتف نے آواز دی۔ کہ جو کچھ تری جیب میں ہے۔ اس کو پھینک دے۔ میں نے جیب میں فوراً ہاتھ ڈالا تو تھوڑی سی چاندی نکلی۔ جو نادانستہ طور پر جیب میں رہ گئی تھی۔ چنانچہ میں نے چاندی پھینک دی۔ اسی وقت شیطان بھاگ گیا۔ اور غیب سے ایک قوت سی محسوس ہونے لگی۔

فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں خوشے چننے کے لیے گیا۔ جتنی بار خالی آتا مجھے مارتے اور بغضر کھتے۔ یہاں تک کہ چالیس بار ایسا ہی ہوا۔ اکتالیسویں مرتبہ مجھے کچھ نہ کہا۔ غیب سے آواز آئی۔ کہ یہ چالیس مرتبہ کی سزا ان چالیس ڈھالوں کی وجہ سے ہے۔ جو عہد حکومت میں تمہارے آگے آگے ہوا کرتی تھیں۔ پھر فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں ایک باغ کی حفاظت پر مامور ہوا۔ ایک دفعہ باغ کا مالک آیا۔ اور کہا

اٹھالیا۔فرماتے ہیں کہ یہ سنتے ہی میں فوراً بصرہ میں گیا۔اوراس کھجور کے مالک کے پاس جا کر معافی مانگی۔چنانچہ اس نے مجھ کو معاف کر دیا۔اور پھر کہا کہ جب معاملہ یہاں تک تارک ہے تو میں خرما فروشی ہی ترک کرتا ہوں۔چنانچہ اس نے دکان چھوڑ دی۔اور ریاضت میں مشغول ہوا۔یہاں تک کہ ابدال کا درجہ پایا۔

ایک دفعہ آپ جنگل میں جا رہے تھے۔راستہ میں ایک سپاہی نے آپ کو پوچھا۔کہ تم کون ہو۔آپ نے کہا کہ بندہ ہوں۔اس نے پوچھا آبادی کس طرف ہے۔آپ اس کو قبرستان کی طرف لے گئے۔اس نے کہا کہ تم مجھ سے مذاق کرتے ہو۔یہ کہہ کر اس نے آپ کو مارا۔اور گلے میں رسی ڈال کر گاؤں میں لایا۔لوگوں نے یہ کیفیت دیکھ کر سپاہی کو ڈانٹ بتائی۔کہ یہ تو حضرت ابراہیم ادھمؒ ہیں۔چنانچہ وہ آپ کے قدموں پر گرا۔اور معذرت کرنے لگا۔آپ نے فرمایا۔کہ جہاں تک میرا تمہارا معاملہ ہے میں معاف کرتا ہوں۔اور تمہارے حق میں دعاء کرتا ہوں۔کیونکہ تیرا یہ سلوک میرے لیے باعث ایذادی مرتب تھا۔پھر اس کے پوچھنے پر بتایا کہ ہر ایک آدمی خدا کا بندہ ہے۔اور آبادی قبرستان کی طرف ہے۔کیونکہ ہر روز وہ آباد ہوتا رہتا ہے اور شہر برباد ہوتے رہتے ہیں۔

ایک بزرگ روایت کرتے ہیں۔کہ میں نے خواب میں بہشت کو دیکھا۔جس میں کئی حوریں موتی لئے کھڑی تھیں۔میں نے پوچھا کہ یہ کیا کیفیت ہے۔حوروں نے کہا۔کہ ایک بیوقوف نے حضرات ابراہیم ادھمؒ کا سر زخمی کر دیا۔ہمیں حکم ہے۔کہ جب ابراہیمؒ کو بہشت میں لائیں۔تو اس پر سے گوہر نثار کریں۔

ایک دفعہ آپ کا ایک مست کے پاس سے گزر ہوا۔جو آلودہ تھا۔آپ نے فوراً پانی لا کر اس کے منہ کو دھویا۔اور فرمایا کہ جس منہ سے خدا کا ذکر کیا جائے۔اس کا آلودہ رہنا واجب نہیں۔اور بے ادبی میں داخل ہے جب وہ مست اپنی ہوش میں آیا۔تو لوگوں نے اس کو سنایا کہ ابراہیمؒ نے تمہارا منہ دھویا تھا۔اس مست نے کہا کہ میں

توبہ کرتا ہوں ۔اس کے بعد آپ نے خواب میں دیکھا ۔کہ خداوند کریم ارشاد فرماتے ہیں ۔تو نے محض میرے لیے ایک مست کے منہ کو دھویا۔ہم نے تمہارے دل کو دھو دیا۔

محمدؒ مبارک صوفی سے روایت ہے کہ ایک دفعہ میں آپ کے ساتھ بیت المقدس کے جنگل میں سے گزر رہا تھا۔آرام کے لیے ہم ایک انار کے درخت کے نیچے لیٹ گئے ۔اور چند رکعت نماز ادا کی میں نے اس درخت میں سے آواز سنی ۔کہ اے ابوالحق میرا پھل کھا کر مجھے سرفراز کر۔آپ نے فرمایا۔کہ سنتے ہو۔میں نے عرض کی کہ ہاں ۔پھر آپ نے دو انار توڑ کر ایک مجھ کو دیا اور ایک خود کھایا۔اور آگے چلے گئے ۔واپسی پر میں نے دیکھا کہ وہ انار کا درخت جو چھوٹے قد کا تھا۔اور انار بھی ترش تھے ۔ایک بڑا اونچا درخت بن گیا ہے ۔اور اس کا پھل بھی میٹھا ہے ۔لوگوں نے اس درخت کا نام امان العابدین رکھ دیا۔

ایک دفعہ آپ ایک بزرگ کے ہمراہ کسی پہاڑ پر باتیں کر رہے تھے ۔اس بزرگ نے پوچھا۔کہ آدمی کی کمالیت کی کیا نشانی ہے ۔آپ نے فرمایا۔کہ اگر وہ پہاڑ کو کہے ۔کہ چل تو وہ اسی وقت چلنے لگے ۔چنانچہ اسی حالت میں وہ پہاڑ بھی چلنے لگا۔آپ نے فرمایا کہ اے پہاڑ میں نے تم کو چلنے کا حکم نہیں دیا۔چنانچہ وہ پہاڑ اسی وقت ٹھہر گیا۔

ایک دفعہ آپ ایک کشتی میں سوار تھے چنانچہ ایک زبردست لہر کشتی کی طرف آئی ۔آپ نے فوراً قرآن کریم اٹھا کر سامنے کیا۔اور کہا۔خداوند کیا تو ایسی حالت میں ہم کو غرق کرے گا۔جبکہ تیری کتاب مبارک ہمارے درمیان ہے ۔چنانچہ اسی وقت وہ لہر اور دریا کا جوش مدھم پڑ گیا۔

ایک دفعہ آپ کشتی میں سوار ہونا چاہتے تھے ۔مگر آپ کے پاس محصول ادا کرنے کے لیے کچھ نہیں تھا اور ملاح ایک دینار مانگتا تھا۔آپ نے دو رکعت نماز ادا کر کے

عرض کی۔ خدایا ملاح کچھ مانگتا ہے۔ اور میرے پاس کچھ نہیں۔ اسی وقت دریا کی ریت سونا بن گئی۔ اور آپ نے ایک مٹھی بھر کر ملاح کے حوالے کر دی۔

ایک روز آپ دریائے دجلہ کے کنارے بیٹھے ہوئے اپنی گودڑی رہے تھے۔ اتفاقاً ادھر سے ایک بلخ کا آدمی گزرا جس نے آپ کو پہچان کر کہا۔ کہ بلخ کی سلطنت چھوڑ کر تم کو کیا ملا۔ آپ نے فوراً وہ سوئی جو آپ کے ہاتھ میں تھی۔ دریا میں پھینک دی۔ اور کہا کہ میری سوئی لاؤ۔ اسی وقت ہزاروں مچھلیاں منہ میں سنہری سوئیاں لئے ہوئے آئیں۔ اور آپ کے قدموں میں سوئیاں ڈال دیں۔ آپ نے اس شخص کو مخاطب کر کے فرمایا کہ یہ سب سے کمترین چیز ہے۔ جو میں نے حاصل کی۔

ایک مرتبہ دوسرے آدمیوں کے ہمراہ آپ حج کو جا رہے تھے۔ آپ کے ساتھیوں نے کہا۔ کہ ہمارے پاس زادِ راہ ختم ہو گیا ہے۔ آپ نے کہا۔ اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔ اور پھر کہا۔ اگر تم لوگ مال کے متلاشی ہو تو فلاں درخت کی طرف دیکھو۔ تو درخت سونے کا بن گیا تھا۔

ایک دفعہ آپ درویشوں کے ایک گروہ کے ساتھ سفر کر رہے تھے۔ ایک قلعہ کے نزدیک پہنچ کر دیکھا کہ بہت سی لکڑیاں جمع ہیں۔ اور اسی جگہ رات بسری کا ارادہ کر لیا۔ رات کو خوب آگ جلائی۔ اس وقت ایک درویش نے کہا۔ کاش حلال گوشت ہمارے پاس ہوتا۔ تو بھون کر کھاتے۔ آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ قادر ہے۔ یہ کہہ کر نماز میں مصروف ہو گئے۔ اسی اثناء میں ایک شیر کی آواز آئی۔ جس کے آگے آگے ایک گورخر بھاگ رہا تھا۔ درویشوں نے اس گورخر کو پکڑ کر ذبح کر لیا۔ شیر پاس بیٹھا چپ چاپ دیکھتا رہا۔

روایت ہے کہ آخری عمر میں آپ کہیں ایسے غائب ہوئے۔ کہ کسی کو معلوم نہ ہوا۔ آپ کہاں اور کس حال میں ہیں۔ یہاں تک کہ لوگوں کو آپ کی مزار مبارک کا بھی علم نہیں ہے۔ بعض لوگ بغداد میں بعض شام میں اور بعض حضرت لوط علیہ السلام کی

مزار مبارک کے اردگرد بیان کرتے ہیں۔

جب آپ نے وفات پائی۔تو ہاتف نے آواز دی۔کہ اے لوگو آگاہ ہو جاؤ۔زمین کی امان نے آج وفات پائی۔لوگ حیران تھے۔کہ دیکھئے کون ہے اسی اثنا میں آپ کی وفات کی خبر مشہور ہوگئی۔

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

بزرگ نے کہا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا پیغام لایا ہوں۔ اللہ تعالیٰ کا نام سنتے ہی آپ رو پڑے ۔اور دل میں خیال ہوا کہ خدا جانے کیسا پیغام ہے۔ کیا معلوم کس قسم کا عتاب یا عذاب الٰہی نازل ہونے والا ہے۔ چنانچہ ڈر کی وجہ سے نشہ ہرن ہوگیا۔اور آپ نے اپنے ارد گرد کے لوگوں کو ہٹا دیا۔اور پیغام سن کر توبہ کی۔ دوستوں کو کہا۔ کہ اب تم مجھ کو ہرگز اس کام میں نہ دیکھو گے۔

توبہ کے بعد آپ نے ریاضت و مجاہدہ شروع کیا۔اور خدا نے آپ کے نام میں ایسی برکت پیدا کر دی کہ جو سنتا اس کو راحت حاصل ہوتی۔ اللہ تعالیٰ کے مشاہدہ کے غلبہ کے باعث آپ نے جوتی پہننا ترک کر دیا۔ اس لیے آپ حافی کے نام سے موسوم ہوگئے۔ یعنی ننگے پاؤں والا۔ لوگوں نے آپ سے ننگے پاؤں پھرنے کی وجہ پوچھی۔ تو فرمایا کہ توبہ کے وقت میں ننگے پاؤں تھا۔ اب جوتی پہنتے ہوئے مجھ کو شرم آتی ہے۔ نیز اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں۔ کہ اے لوگو میں نے زمین کو تمہارے لیے فرش بنا دیا ہے۔ پس بادشاہ کے فرش پر جوتی پہن کر چلنا خلاف ادب و تہذیب ہے۔

حضرت امام احمد حنبلؒ اکثر آپ کی خدمت میں آیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ کے شاگرد کہتے۔ کہ آپ باوجود علم فقہ۔ حدیث اور اجتہاد میں بے نظیر عالم ہونے کے آپ ایک دیوانہ کے پاس جاتے ہیں۔ یہ امر آپ کی شان کے خلاف ہے۔ حضرت امام احمدؒ نے فرمایا۔ میں تمہاری نسبت اپنے علم کو بہتر جانتا ہوں لیکن حضرت بشر حافیؒ اللہ تعالیٰ کو مجھ سے بہتر جانتے ہیں۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ آپ رات کے وقت گھر کو جا رہے تھے۔ ایک قدم دروازہ کے اندر اور دوسرا ابھی باہر ہی تھا۔ کہ کسی اچانک حالت وارد ہونے کے باعث صبح تک وہیں کھڑے رہے۔ ایک دفعہ اسی طرح مکان کی چھت پر جانے لگے۔ تو سیڑھیوں میں اسی حالت میں رات گزار دی۔ صبح کے وقت آپ کی ہمشیرہ نے پوچھا۔ تو فرمایا کہ میں یہ سوچ رہا تھا۔ کہ اس شہر بغداد میں میرے ہم نام تین چار شخص ہیں جن میں

ایک یہودی ہے۔ایک آتش پرست ہے۔اور ایک عیسائی ہے۔میں سوچ رہا تھا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اسلام کی نعمت سے کیوں محروم رکھا۔اور مجھے کس کام کے بدلے اس قدر سرفراز کیا۔ایک دفعہ لوگوں نے عرض کی۔کہ یہاں شہر بغداد میں حرام وحلال کی تمیز باقی نہیں رہی اور حرام زیادہ ہے۔ایسی صورت میں آپ کہاں سے کھاتے ہیں۔فرمایا جہاں سے تم کھاتے ہو۔پوچھا کہ پھر یہ رتبہ کیسے ملا۔فرمایا لقمہ سے کم لقمہ اور دوستی سے کم دوستی کی وجہ سے۔جو شخص کھائے اور ہنسے وہ اس کی برابری نہیں کر سکتا جو کھائے اور روئے۔

نقل ہے کہ آپ اس نہر کا پانی نہ پیا کرتے تھے۔جو شاہی ملازموں نے کھودی تھی۔ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں ایک دفعہ حضرت بشر حافی کی خدمت میں گیا۔آپ برہنہ تھے۔اور سردی سے کانپ رہے تھے۔میں نے حال پوچھا۔تو فرمایا کہ میرے پاس مال نہیں۔کہ میں درویشوں کی مدد کر سکوں۔ناچار میں نے بدن کو سردی میں رکھ کر ان کی موافقت کی۔

لوگوں نے پوچھا کہ یہ رتبہ کیسے مل گیا۔فرمایا کہ میں نے اپنی حالت کو اللہ تعالیٰ کے سوا باقی سب سے مخفی رکھا۔لوگ آپ کو کہتے کہ خلیفہ ناحق شناس اور مظالم ہے۔اس کو نصیحت کریں۔اور فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کو وہ بزرگ جانتا ہے۔اللہ کا ذکر اس سے کرنا چاہیے۔جو اس کو نہ جانتا ہو۔

احمد بن ابراہیمؒ فرماتے ہیں۔کہ آپ نے ایک دفعہ مجھے فرمایا۔کہ حضرت معروفؒ کو پیغام دے دینا کہ نماز پڑھ کر تمہارے پاس آؤں گا۔چنانچہ میں نے پیغام دے دیا۔اور وہ انتظار کرتے رہے۔ظہر۔عصر۔اور مغرب۔یہاں تک کہ عشا کی نماز سے بھی فارغ ہو چکے۔مگر آپ نہ آئے۔میں نے دل میں خیال کیا کہ بشر حافیؒ جیسا آدمی وعدہ خلافی کرے۔ممکن نہیں۔چنانچہ میں آپ کی انتظار میں مسجد کے دروازہ پر بیٹھ رہا۔یہاں تک کہ آپ مصلیٰ اٹھا کر مسجد سے چلے گئے۔جب دریائے

دجلہ کے کنارے پہنچے۔ تو سطح آب پر چلنے لگے صبح تک حضرت معروف سے بات چیت کرتے رہے۔ اور واپسی پر بھی اسی طرح دجلہ کو عبور کر گئے۔ میں آپ کے قدموں میں گر پڑا۔ اور دعاء کی درخواست کی۔ چنانچہ آپ نے دعاء کی اور فرمایا کہ کسی سے ذکر نہ کرنا۔ اس لیے ان کی زندگی میں میں نے کسی سے ذکر نہ کیا۔

ایک دفعہ آپ رضاء کے متعلق کچھ فرمار ہے تھے۔ ایک شخص نے کہا کہ آپ لوگوں سے کوئی چیز نہیں لیتے۔ اگر آپ فی الحقیقت زاہد ہیں اور دنیا کے طلب گار نہیں۔ تو کم از کم لوگوں سے چیز لے کر دوسرے درویشوں ہی میں تقسیم کر دیا کریں۔ آپ نے فرمایا کہ درویش تین طرح کے ہوتے ہیں۔ اول وہ جو کسی سے کچھ نہیں مانگتے۔ اور اگر کوئی دے تو نہیں لیتے۔ یہ اعلیٰ قسم ہے۔ دوم وہ لوگ ہیں جو سوال نہیں کرتے لیکن اگر کوئی دے تو لے لیتے ہیں۔ یہ متوسط درجہ کے لوگ ہیں۔ تیسری قسم کے وہ لوگ ہیں۔ جو صبر کے ساتھ جہاں تک ان کا امکان ہے خدا پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور اپنی محنت کرنے سے جی نہیں چراتے۔

ایک دفعہ ایک شخص نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ میرے پاس دو ہزار درہم حلال کمائی کے ہیں۔ اور میں حج کو جانا چاہتا ہوں۔ آپ نے فرمایا۔ تو سیر کرنے کے لیے جانا چاہتا ہے۔ اگر خدا کی رضا کے لیے جاتا ہے۔ تو یہی درم کسی درویش یا محتاج یا عیال دار حاجت مند کا قرض ادا کرنے میں خرچ کر دے۔ یا یتیم کی مدد کر۔ کیونکہ جو خوشی اس کو ہوگی وہ حج سے بہتر ہوگی۔ اس نے کہا کہ مجھے حج کی خواہش زیادہ ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ تیرا مال حلال کمائی کا نہیں ہے۔ اور جب تو حرام کی جگہ پر اس کو خرچ نہ کرے۔ صبر نہ آئے گا۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ آپ کا گزر قبرستان میں ہوا۔ تو کیا دیکھتے ہیں۔ کہ اہل قبور آپس میں جھگڑا کر رہے تھے۔ میں نے اللہ تعالیٰ سے دعا کی کہ مجھے ان کی حالت سے آگاہ کر۔ آواز آئی۔ کہ انہی سے پوچھ لے چنانچہ آپ نے ان سے پوچھا۔

جواب ملا کہ ایک ہفتہ ہوا۔ کسی مرد خدا نے ادھر سے گزرتے وقت فاتحہ کا ثواب ہمیں بخشا۔ وہ ہم آج سات دن سے تقسیم کر رہے ہیں۔

آپ اپنے مریدوں سے فرمایا کرتے تھے کہ یہ سیاحت کرو۔ کیونکہ بہتا پانی صاف اور ستھرا رہتا ہے۔ لیکن بند پانی خراب ہو جاتا ہے۔ پھر فرمایا اگر کسی کو دنیا میں محبوب خلائق ہونے کی آرزو ہے تو اس کو کہہ دو کہ وہ تین باتوں سے پرہیز کرے۔ اول یہ کہ خلقت سے کچھ نہ مانگے۔ دوسرے کسی کو برا نہ کہے۔ تیسرے کسی کے ساتھ مہمان نہ جائے۔ پھر فرمایا۔ کہ جو شخص نام و نمود اور شہرت کا طالب ہے وہ کبھی فلاح نہیں پاسکتا پھر فرمایا۔ کہ سب سے بہتر چیز جو بندوں کو دی گئی معرفت الٰہی ہے۔ اور فقیروں کے لیے صبر ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کے کوئی خاص بندے ہیں تو وہ عارف ہیں۔ جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا۔ اور نہ خدا کے سوا کوئی ان کی عزت کرتا ہے صوفی وہ ہے جس کا خدا کے ساتھ دل پاک و صاف ہو۔ فرمایا کہ اہل دنیا کو سلام کرو۔ لیکن ان سے سلام کی توقع نہ رکھو۔ فرمایا کہ بخیل کو دیکھنے سے دل سخت ہو جاتا ہے۔ فرمایا کہ اسلامی جماعت میں ادب کو ترک کرنا ادب میں داخل ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ بندہ خدا تو اس وقت تک کامل نہیں ہوسکتا۔ جب تک تیرا دشمن تجھ سے ایمن نہ ہو۔ فرماتے ہیں اگر اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طاقت نہیں۔ تو پھر گناہ بھی نہ کرو۔

آپ اپنی وفات کے وقت نہایت مضطرب ہوئے۔ لوگوں نے کہا کہ شاید آپ زندگی کو عزیز سمجھتے ہیں۔ فرمایا کہ ایسا نہیں۔ بلکہ بادشاہوں کی خدمت میں حاضر ہونا بہت مشکل ہے۔

آپ جبکہ مرض الموت میں مبتلا تھے۔ تو ایک شخص نے آ کر تنگ دستی کی شکایت کی۔ آپ نے اپنا کرتہ اتار کر دے دیا۔

نقل ہے کہ بغداد میں آپ کے ادب کی وجہ سے چارپائے بھی راہ پر سڑکوں میں گوبر یا لید نہ کرتے تھے۔ کیونکہ آپ ننگے پاؤں پھرا کرتے تھے۔ لیکن یہ واقعہ ایک

خلاف معمول تھا۔ کہ آپ کی وفات کے بعد ایک دفعہ ایک چار پائے نے گوبر کر دیا۔ مالک نے سمجھا کہ حضرت بشر حافیؒ وفات پا چکے ہونگے۔ دریافت کرنے پر یہ بات سچ معلوم ہوئی۔

وفات کے بعد لوگوں نے آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالیٰ نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے مجھ پر عتاب کیا۔ اور کہا کہ کیوں تو اس قدر مجھ سے ڈرتا تھا۔ کیا تجھ کو میرے رحم و کرم کی صفت معلوم نہ تھی۔ ایک اور شخص نے خواب میں دیکھ کر یہی سوال کیا۔ تو فرمایا کہ اللہ نے رحم و کرم سے مجھ کو بخش دیا۔ اور وہ ہر چیز پہنائی جو نہیں پہنی تھی۔ وہ چیز کھلائی پلائی جو نہیں کھائی پی تھی۔

روایت ہے کہ ایک دن ایک عورت نے امام احمد حنبلؒ کی خدمت میں آ کر عرض کی۔ کہ میں چھت پر سوت کات رہی تھی۔ کہ اتنے میں خلیفہ کی مشعل کی روشنی پڑی۔ اس روشنی میں میں سوت کاتتی رہی۔ کیا وہ سوت جو اس روشنی میں کاتا گیا ہے۔ ناجائز تو نہیں۔ امام صاحب نے سوال سن کر پوچھا۔ کہ تو کون ہے جو ایسا مسئلہ پوچھ رہی ہے۔ عرض کیا بشر حافیؒ کی بہن ہوں۔ یہ سن کر امام صاحب بہت دیر روتے رہے کہ ایسا تقویٰ اسی خاندان کے لیے ہے۔ پھر فرمایا کہ تمہارے لیے وہ سوت ناجائز ہے۔ اپنے بھائی کی اقتداء کرو۔ اور ایسی ہو جاؤ۔ کہ اگر غیروں کی روشنی میں سوت کاتنا چاہو۔ تو تمہارے اعضاء انکار کر دیں۔ کیونکہ حضرت بشر حافیؒ جب کھانا کھا بیٹھتے۔ تو اگر وہ کھانا ذرہ بھر بھی مشتبہ ہوتا۔ تو آپ کا ہاتھ کھانے کی طرف نہ جاتا تھا۔ یعنی آپ کے ہاتھ اطاعت سے انکار کر دیتے تھے۔ اور فرماتے کہ میرا ایک بادشاہ ہے۔ جس کا نام دل ہے۔ اس کی رعیت پرہیز گاری ہے۔ میری یہ طاقت نہیں کہ اس کی اجازت کے بغیر کچھ کر سکوں۔ فقط والسلام۔

حالات حضرت ذوالنون مصریؒ

آپ کی ذات بابرکات پیشوائے اہل ہدایت تھی۔ درویش کامل اور ریاضات و کرامات کے حامل تھے اہل مصر آپ کو زندیق کے لقب سے پکارتے تھے۔ مگر بعض لوگ آپ کی کرامات پر متحیر بھی ہوا کرتے تھے۔ چونکہ آپ نے اپنے آپ کو خلقت سے پوشیدہ رکھنے میں سعی بلیغ سے کام لیا۔ اس لیے جب تک آپ زندہ رہے۔ لوگ آپ کے منکر رہے۔ اور جب تک کہ آپ وفات نہ پا گئے۔ کوئی شخص آپ کے حالات سے واقف نہ ہو سکا۔

آپ کی توبہ کا قصہ یوں مذکور ہے۔ کہ ایک دفعہ یہ معلوم ہونے پر کہ فلاں جگہ ایک عابد ہے۔ آپ اس کی زیارت کو تشریف لے گئے۔ دیکھا کہ وہ عابد درخت کے ساتھ لٹکا ہوا ہے۔ اور اپنے نفس کو کہہ رہا ہے۔ کہ عبادت الٰہی میں میری موافقت کر۔ ورنہ میں تجھ کو اسی طرح رکھوں گا۔ یہاں تک کہ تو بھوک سے مر جائے گا۔ یہ دیکھتے ہی آپ رونے لگ پڑے۔ جب عابد نے آپ کے رونے کی آواز سنی۔ تو کہا کہ وہ کون شخص ہے جو ایسے آدمی پر رحم کھاتا ہے جس کو شرم تھوڑی ہے۔ اور اس کے گناہ بے شمار ہیں۔ یہ سن کر آپ اس عابد کے پاس گئے اور اس کو سلام کر کے کہا۔ کہ یہ کیا حالت بنا رکھی ہے۔ اس نے کہا کہ یہ جسم عبادت الٰہی میں میرے ساتھ موافقت نہیں رکھتا ہے۔ اور خلقت کے ساتھ ملنا چاہتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ میں سمجھا شاید تو نے کوئی گناہ کبیرہ کیا ہے یا کسی مسلمان کو قتل کیا ہے۔ اس بزرگ نے کہا تو نہیں جانتا کہ خلقت کے ساتھ ملنا تمام گناہوں کو دعوت دینا ہے۔ میں نے کہا کہ تو بہت بڑا زاہد ہے۔ تب اس بزرگ نے کہا۔ کیا تو مجھ سے زیادہ زاہد کو دیکھنا چاہتا ہے۔ فرمایا کہ ہاں۔ تب اس نے کہا اس پہاڑ پر چڑھ جاؤ۔ چنانچہ میں اس پہاڑ پر چڑھ گیا۔ دیکھا کہ ایک جھونپڑی میں ایک نوجوان بیٹھا ہے۔ جس کا ایک پاؤں

دروازے کے اندر تھا۔ دوسرا پاؤں کٹا ہوا باہر پڑا تھا۔ اس کو کیڑے کھا رہے تھے۔ میں نے سامنے جا کر سلام کیا۔ اور مزاج پوچھا۔ بزرگ نوجوان نے بیان کیا کہ ایک دن میں اس جھونپڑی میں بیٹھا تھا۔ کہ ایک نوجوان عورت کا ادھر سے گزر ہوا اس پر میرا پاؤں مائل ہو گیا۔ اور اس عورت کو ملنے کی خاطر ابھی ایک ہی قدم باہر رکھا تھا۔ کہ آواز آئی کہ شرم کر۔ تیس سال تک اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کے بعد شیطان کی اطاعت اختیار کر رہا ہے۔ یہ سنتے ہی میں نے اس پاؤں کو جو باہر دروازے کے پہنچ چکا تھا۔ کاٹ ڈالا۔ اور اب یہاں بیٹھا ہوں دیکھئے کیا ظہور میں آتا ہے۔۔ اور میرے ساتھ کیا سلوک کیا جاتا ہے۔ تم میرے جیسے گناہ گار شخص کے پاس کیوں آئے۔ لیکن اگر تم مردان خدا میں سے کسی کو دیکھنا چاہتے ہو۔ تو اس پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جاؤ لیکن میں تکان کی وجہ سے چوٹی پر نہ چڑھ سکا۔ اور اسی بزرگ سے ان کا حال پوچھا۔ تو کہا کہ وہ مدت سے ایک عبادت خانہ بنا کر اسی میں رہتا ہے۔ ایک دفعہ ایک شخص نے اس سے جھگڑا کیا کہ انسان کو روزی محنت و مشقت اور کسب سے حاصل ہوتی ہے۔ یہ سن کر اس بزرگ نے کہا کہ میں آئندہ کوئی ایسی چیز نہ کھاؤں گا۔ جس میں کسی مخلوق کے کسب کا دخل ہو گا۔ غرض چند دن گزر گئے۔ نہ کچھ کھایا نہ پیا۔ اللہ تعالیٰ نے شہد کی مکھیوں کو اس کے پاس بھیجا۔ تاکہ اس کے گرد گر داڑیں۔ اور اس کو شہد دیں۔ آپ فرماتے ہیں۔ کہ ان باتوں کو سن کر میرے دل میں ایک درد خلش سی پیدا ہوئی۔ اور میں نے سمجھ لیا۔ کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر توکل کر لیتا ہے۔ خداوند کریم اس کا خود کارساز بن جاتا ہے۔ اس کی محنت کو ضائع نہیں کرتا۔ اسی اثناء میں جبکہ میں واپس آ رہا تھا تو دیکھا کہ ایک اندھا پرندہ ایک درخت پر بیٹھا ہوا تھا۔ چنانچہ وہ پرندہ درخت سے نیچے اترا۔ میں نے کہا۔ کہ یہ اندھا پرندہ کہاں سے کھاتا پیتا ہو گا۔ میں اسی خیال میں تھا۔ کہ اس پرندے نے اپنی چونچ سے زمین کو کھودا۔ فوراً ہی دو پیالیاں قدرت الٰہی سے نظر آئیں۔ جن میں دانا اور پانی تھا۔ اندھے

پرندے نے سیر ہو کر کھایا پیا۔ پھر وہ اپنی جگہ پر جا بیٹھا۔ اسی اثناء میں وہ پیالیاں گم ہو گئیں۔ یہ ماجرا دیکھتے ہی آپ کا دل ہاتھ سے نکل گیا۔ اور خداوند کریم پر پورا پورا بھروسہ ہو گیا۔ اور آپ کی توبہ محقق ہو گئی۔ اسی اثناء میں جب آپ چل رہے تھے۔ رات آپ کو ایک جنگل میں آ گئی۔ اس جگہ آپ نے ایک سونے کی تھیلی پائی جس پر اللہ تعالیٰ کا نام لکھا ہوا تھا۔ آپ کے ہمراہیوں نے وہ زر باہم تقسیم کر لیا۔ آپ نے فرمایا کہ یہ تھیلی جس پر میرے دوست کا نام ہے مجھے دے دو۔ چنانچہ آپ نے وہ تختہ یعنی تھیلی لے کر اس کو نہایت ادب کے ساتھ بوسہ دیا۔ جس کی برکت سے آپ کا مرتبہ درگاہ الٰہی میں بلند کیا گیا۔

ایک رات آپ نے خواب میں دیکھا۔ کہ ذالنون ہر شخص نے زر کی طرف توجہ کی۔ مگر تو نے اس سے اعلیٰ شے کی رغبت کی۔ یعنی میرے نام کی۔ چنانچہ ہم نے اس فعل کی برکت سے علم و حکمت کے دروازے تجھ پر کھول دئے ہیں۔ اس کے بعد آپ اپنے گھر میں واپس آ گئے۔ فرماتے ہیں کہ ایک دن میں نہر کے کنارے پر گیا۔ وہاں میں نے ایک محل دیکھا۔ اور وضو کرنے کے بعد جب میں نے اوپر کی طرف نظر کی۔ تو محل پر ایک صاحب جمال عورت نظر آئی۔ میں نے اس کو آزمائش کی غرض سے پوچھا۔ کہ تو کون ہے۔ اس نے کہا۔ ذوالنون! جب میں نے تم کو دور سے دیکھا۔ تو دیوانہ سمجھا۔ جب تو نزدیک آیا تو عالم خیال کیا۔ لیکن جب اس سے بھی زیادہ نزدیک آیا۔ تو میں نے آپ کو عارف خیال کیا۔ لیکن جب زیادہ غور سے دیکھا۔ تو نہ دیوانہ۔ نہ عالم۔ نہ عارف پایا۔ میں نے کہا۔ کہ کس طرح۔ کہا کہ اگر تو دیوانہ ہوتا تو طہارت نہ کرتا۔ اگر عالم ہوتا تو نامحرم کی طرف نہ دیکھتا۔ اگر عارف ہوتا تو ماسویٰ پر آپ کی آنکھ نہ کھلتی۔ یہ کہہ کر وہ عورت غائب ہو گئی۔ میں نے سمجھا کہ مجھے تنبیہ کی گئی ہے۔ جس کی وجہ سے میرے دل میں خدا کا خوف غالب ہو گیا۔ پھر میں دریا کی طرف گیا۔ وہاں کشتی میں لوگ بیٹھے تھے۔ میں بھی کشتی میں سوار ہو گیا۔

اتفاقاً ایک سوداگر کا موتی کشتی میں گم ہوگیا۔ چنانچہ سب لوگوں نے مجھ پر شک کیا۔ باوجودیکہ انہوں نے مجھے سخت تکلیف دی۔ لیکن میں خاموش رہا۔ جب انہوں نے حد سے زیادہ تکلیف دی۔ تو میں نے کہا۔ کہ الٰہی تو سارا حال جانتا ہے۔ ابھی میں نے یہی لفظ کہے تھے۔ کہ ہزاروں مچھلیاں سطح آب پر نظر آئیں۔ اور ہر ایک مچھلی کے منہ میں ایک ایک موتی تھا۔ آپ نے فوراً ایک مچھلی کے منہ سے موتی لے کر ان لوگوں کو دے دیا۔ کشتی میں لوگ یہ ماجرا دیکھ کر شرمندہ ہوئے۔ اور معذرت کرنے لگے۔ اسی دن سے آپ کا نام ذوالنون (مچھلیوں کا صاحب) مشہور ہوا۔

آپ حد سے زیادہ عبادت و ریاضت کرتے۔ اور آپ کی ہمشیرہ بھی جو آپ کے ساتھ رہا کرتی تھی۔ اس قدر عارف ہوگئی۔ کہ ایک دن قرآن شریف کی تلاوت کرتے ہوئے۔ جب ظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى پر پہنچیں۔ تو خداوند کریم کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ تو نے بنی اسرائیل پر من وسلویٰ بھیج دیا۔ لیکن محمدؐیوں پر نہ بھیجا۔ مجھے تیری خدائی کی قسم جب تک تو مجھ کو من سلویٰ نہ بھیجے گا۔ میں ہرگز نہ بیٹھوں گی۔ چنانچہ اسی وقت من وسلویٰ کا نزول شروع ہوگیا۔ یہ دیکھ کر وہ اسی وقت جنگل کی طرف نکل گئی۔ اور پھر کسی نے اس کو نہ دیکھا۔

دوران صحرا نوردی ایک دفعہ آپ نے ایک پہاڑ پر بہت سے آدمیوں کو اکٹھا دیکھ کر پوچھا کہ تم لوگ یہاں کس لیے جمع ہوئے ہو۔ انہوں نے کہا۔ کہ یہاں ایک عابد رہتے ہیں۔ جو سال بھر کے بعد ایک دفعہ اپنے عبادت خانہ سے باہر نکلتے ہیں۔ اور مریض کو دم کرتے ہیں۔ جن سے ان کی مرض دور ہو جاتی ہے۔ اس کے بعد وہ پھر عبادت خانہ میں داخل ہو جاتے ہیں۔ یہ سن کر فرماتے ہیں کہ میں نے وہاں اس دن تک وہیں قیام کیا۔ جب تک کہ وہ عابد اپنے صومعہ سے باہر نکلے۔ چنانچہ وہ دن آیا۔ اور وہ بزرگ اپنی عبادت گاہ سے باہر نکلا۔ نہایت کمزور اور مدھم آواز تھی۔ چہرہ

نہایت لاغر اور دبلا تھا۔ آنکھوں میں حلقے پڑ گئے تھے۔ لیکن پھر بھی اس قدر ہیبت تھی۔ کہ پہاڑ لرز جاتے تھے۔ از راہ کرم انہوں نے بیماروں کو دیکھ کر آسمان کی طرف دیکھا۔ اور سب کو دم کیا۔ چنانچہ وہ بیمار فوراً تندرست ہو گئے۔ جب وہ واپس عبادت گاہ میں جانے لگے تو میں نے ان کا دامن پکڑ لیا۔ اور کہا کہ علت ظاہری کا علاج تو آپ نے کیا۔ خدا کے لیے باطنی مرض کا علاج بھی کریں۔ اس بزرگ نے میری طرف دیکھا۔ اور کہا کہ ذوالنون چھوڑ دے۔ کیونکہ دوست (اللہ تعالیٰ) عظمت وجلال کے ساتھ دیکھ رہا ہے۔ جب وہ دیکھے گا۔ کہ تم اس کے سوا کسی اور کا دامن پکڑ رہے ہو۔ تو وہ مجھے اسی کے حوالے کر دے گا۔ یہ کہہ کر صومعہ میں چلے گئے۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ آپ کے دوستوں نے آپ کو روتے ہوئے دیکھ کر پوچھا۔ فرمایا کہ کل سجدہ کی حالت میں مجھے نیند آ گئی۔ اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ جو مجھے مخاطب کر کے ارشاد فرما رہا تھا۔ کہ میں نے دنیا کو پیدا کر کے مخلوق کے پیش کیا۔ تو نو حصہ مخلوق نے دنیا کو قبول کر لیا۔ مگر ایک حصہ نے پروا نہ کی۔ پھر ترک کرنے والے حصے کے دس حصے ہو گئے۔ ان پر بہشت کو پیش کیا۔ تو نو حصوں نے بہشت کو قبول کر لیا۔ مگر ایک حصہ نے پرواہ تک نہ کی۔ پھر اس کے بھی دس حصے کیے گئے۔ تو میں نے دوزخ ان کو پیش کی۔ چنانچہ نو حصے تو ڈر کر بھاگ گئے۔ مگر ایک حصے نے بالکل پروا نہ کی۔ آخر میں نے اس حصے سے پوچھا۔ کہ بندو آخر تم کیا چاہتے ہو۔ یہ سن کر سب نے سر جھکا لیا۔ اور کہا ''خداوندا جو ہم چاہتے ہیں تو بہتر جانتا ہے۔''

نقل ہے۔ کہ ایک دفعہ ایک دولت مند لڑکا آپ کے پاس حاضر ہوا۔ اور کہنے لگا۔ کہ میں نے ایک لاکھ کا ورثہ پایا ہے۔ اور وہ سب جائیداد میں آپ پر خرچ کرنا چاہتا ہوں۔ آپ نے پوچھا۔ کیا تو بالغ ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ فرمایا۔ تو خرچ کر سکنے کا مجاز نہیں ہے۔ جب تک کہ بالغ نہ ہو جائے۔ چنانچہ جب وہ لڑکا بالغ ہوا۔ تو اس

نے آپ کی بیعت کی۔ اور اپنی ساری جائیداد خدا کی راہ میں درویشوں کو تقسیم کر دی۔ یہاں تک کہ اس کے پاس کچھ باقی نہ رہا۔ ایک دن اس کا گزر فقیروں کے ایک گروہ کے پاس سے ہوا درویشوں نے اپنی حاجت اس سے ظاہر کی۔ مگر اب اس کے پاس کچھ نہ تھا۔ اس نے ایک آہ بھر کر کہا۔ کہ افسوس ایک لاکھ دینار اور کہاں ہیں۔ کہ میں وہ بھی ان درویشوں میں خرچ کر دوں۔ اس لڑکے کی یہ افسوس ناک بات آپ نے بھی سن لی۔ اور خیال کیا۔ کہ بچہ ابھی خام ہے۔ اس کے دل میں دنیا کی ابھی محبت ہے چنانچہ اس کو بلا کر تین درہم دیئے۔ اور کہا کہ فلاں عطار کی دکان سے فلاں دوا خرید لاؤ۔ چنانچہ وہ لڑکا لے آیا۔ پھر آپ نے حکم دیا۔ کہ اس کو خوب باریک پیس کر تین گولیاں بناؤ۔ اور ہر گولی میں سوئی سے سوراخ کر کے لے آؤ۔ چنانچہ اس نے ایسا ہی کیا۔ آپ نے ان گولیوں کو ہاتھ میں لے کر ملا۔ اور دم کیا۔ وہ تینوں گولیاں فوراً اعلیٰ درجے کا یاقوت بن گئیں۔ آپ نے لڑکے کو دے کر کہا۔ کہ ان کو بازار میں لے جاؤ ان کی قیمت دریافت کرو۔ مگر فروخت نہ کرنا۔ جب وہ بازار میں لے گیا۔ تو جوہریوں نے ہر ایک ٹکڑے کی قیمت ایک ایک لاکھ دینار بتائی۔ لڑکے نے ساری کیفیت واپس آ کر عرض کی۔ آپ نے حکم دیا۔ کہ ان تینوں ٹکڑوں کو کوٹ کر ریزہ ریزہ کر کے پھینک دو۔ جب وہ ایسا کر چکا تو فرمایا۔ کہ یہ لوگ جو درویش بنے پھرتے ہیں۔ روٹی کے بھوکے نہیں۔ بلکہ ان کی عادت ہے۔ چنانچہ لڑکے نے توبہ کی۔ اور دنیا کی اس کی نگاہ میں کچھ بھی قدر و قیمت نہ رہی۔

آپ فرماتے ہیں کہ میں نے تیس سال تک لوگوں کو دعوت حق دی۔ مگر اس عرصہ میں ایک ہی ایسا شخص جیسا کہ چاہیئے درگاہ خداوندی میں آیا۔ وہ ایک شہزادہ تھا۔ جو شان و شوکت کے ساتھ میری مسجد کے نزدیک سے گزرا۔ میں اس وقت یہ کہہ رہا تھا۔ کہ اس کمزور آدمی سے بڑھ کر اور کوئی شخص احمق نہیں ہے جو ایک طاقتور کے ساتھ لڑتا ہے۔ یہ بات سن کر شہزادہ مسجد کے اندر آ گیا۔ اور پوچھنے لگا۔ کہ اس کا مطلب کیا

دے کر فرمایا اس کو ایک دینار کے عوض گروی رکھ کر کچھ کھانے پینے کو لے آ۔ جب اس نے وہ انگشتری نانبائی کو دکھائی ۔تو کہا کہ میں صرف ایک درہم کے عوض اس کو رکھ سکتا ہوں ۔وہ انگوٹھی واپس آپ کی خدمت میں لے آیا۔مگر آپ نے اس کو ایک ہزار دینار بتائی۔ جب وہ نوجوان تعجب کرتا ہوا آپ کے پاس پہنچا۔تو آپ نے فرمایا۔ کہ صوفیائے عظام کے متعلق تیرا علم صرف نانبائی جتنا ہے ۔ یہ سن کر اس نوجوان نے آئندہ کے لیے توبہ کی۔

نقل ہے کہ دس سال تک متواتر آپ کو آش سرکہ کی خواہش رہی۔مگر آپ نے نہ کھایا۔ایک دفعہ عید کی رات کو آپ کے نفس نے کہا۔اگر تم مجھ کو کل آش سرکہ کھلا دو۔تو کوئی بڑی بات نہیں ۔آپ نے نفس کو خطاب کر کے کہا۔کہ اگر تو دو رکعت نماز میں سارا قرآن کریم ختم کرنے میں میری موافقت کرے۔تو میں تیری درخواست کو منظور کر سکتا ہوں ۔چنانچہ نفس نے آمادگی ظاہر کی ۔اور دو رکعت میں قرآن کریم ختم کر دیا۔دوسرے دن جب آش سرکہ آپ کے سامنے لایا گیا۔اور لقمہ اٹھا کر منہ میں ڈالنا ہی چاہتے تھے۔کہ رک گئے اور لقمہ چھوڑ کر نماز میں مصروف ہو گئے ۔نماز کے بعد لوگوں نے وجہ پوچھی ۔تو فرمایا کہ لقمہ اٹھاتے ہی میرے نفس نے کہا۔کہ آخر کار میں اپنی خواہش میں دس سال بعد کامیاب ہو گیا۔ میں نے فوراً جواب دیا۔خدا کی قسم تو کبھی کامیاب نہیں ہو سکتا۔اسی وقت ایک آدمی جس کے سر پر ایک دیگ آش سرکہ کی رکھی ہوئی تھی۔آپ کی خدمت میں آیا اور عرض کی۔ میں ایک غریب مزدور ہوں۔اور مجھے آپ کی خدمت میں بھیجا گیا ہے۔ مدت سے میرے بیٹے آش سرکہ کھانے کی خواہش رکھتے تھے۔لیکن توفیق نہ ہونے کی وجہ سے ان کی خواہش پوری نہ کر سکتا۔کل عید کی وجہ سے میں نے آش سرکہ تیار کیا۔اور پھر سو گیا۔ رات خواب میں سیدنا مولانا حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔کہ اگر تو کل قیامت کے دن میری سفارش اور دیدار کا خواہش مند ہے۔تو آش سرکہ کی

دیگ ذوالنون مصری کے پاس لے جا اور میری طرف سے اس کو کہو۔ کہ محمدؐ بن عبداللہ بن عبدالمطلبؐ کا ارشاد ہے کہ چند لمحوں کے لیے اپنے نفس سے صلح کر لو۔ اور آش سرکہ کے چند لقمے کھاؤ۔ یہ سن کر آپ روئے اور فرمایا میں تابعدار ہوں اور جب آپ کا مرتبہ درگاہ الٰہی میں بڑھ گیا۔ تو کوئی شخص آپ کی طرف توجہ بھی نہ کرتا تھا۔ مصری لوگ آپ کو زندیق کہنے لگے۔ اور سب نے متفق ہو کر خلیفہ وقت متوکل عباسی کو حالات سے مطلع کیا چنانچہ خلیفہ نے آپ کو پا بہ زنجیر دربار خلافت میں بلوایا۔ راہ میں ایک عورت نے آپ کو دیکھا۔ اور کہا۔ خبردار اس مرد (خلیفہ) سے ہر گز نہ ڈرنا۔ وہ بھی تمہاری طرح کا ایک بندہ ہے۔ جب تک خدا کی طرف سے حکم نہ ہو۔ کوئی بندہ کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ راستہ میں ایک خوبصورت اور آراستہ و پیراستہ ماشکی نے آپ کو پاک و صاف پانی پلایا جب آپ نے اپنے ہمراہی کو اشارہ کیا۔ کہ ماشکی کو ایک دینار دے دیا جائے۔ تو ماشکی (سقہ) نے کہا۔ کہ تو قیدی ہے۔ اور قیدی سے کچھ لینا جوانمردی نہیں۔ جب آپ خلیفہ کے سامنے پہنچے۔ تو اس نے آپ کو زندان میں بھیج دیا۔ چالیس دن آپ قید میں رہے۔ اسی اثناء میں حضرت بشر حافیؒ کی ہمشیرہ آپ کو ہر روز ایک روٹی کھانے کے لیے پہنچا دیتی۔ جب آپ کو زندان سے نکالا گیا۔ تو وہ چالیس روٹیاں بدستور پڑی تھیں۔ یہ سن کر کہ آپ روٹی نہیں کھاتے رہے۔ ہمشیرہ حضرت بشر حافیؒ کی بہت مغموم ہوئیں۔ اور کہا کہ آپ جانتے تھے۔ کہ یہ روٹی حلال کمائی کی ہے۔ پھر آپ کیوں نہیں کھاتے رہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ان روٹیوں کو داروغہ جیل کا ہاتھ لگ جایا کرتا تھا۔ اس لیے ان روٹیوں کی طبیعت پاک نہ رہتی تھی۔ قید خانے سے باہر آنے کے بعد کمزوری کی وجہ سے آپ گر پڑے۔ اور پیشانی پر زخم آیا۔ اور خون بہنے لگا۔ لیکن کپڑوں اور چہرے پر ایک قطرہ تک نہ گرا۔ جو قطرہ زمین پر گرتا تھا۔ خدا کے حکم سے فوراً غائب ہو جاتا تھا۔ پھر آپ کو خلیفہ کے سامنے لایا گیا۔ خلیفہ کے سوالات کا جواب آپ نے نہایت

خوش اسلوبی کے ساتھ دیا۔ اور یہاں تک اثر پڑا کہ تمام حاضرین رونے لگ گئے۔ چنانچہ خلیفہ نے معذرت کی۔ اور تکلیف کر کے نہایت عزت و احترام کے ساتھ واپس مصر بھیج دیا۔

روایت ہے کہ آپ کا ایک مرید جس نے چالیس چلے کھینچے۔ چالیس حج کیے۔ چالیس سال تک شب بیدار رہا۔ اور چالیس سال تک ہی اپنے دل کو ماسوئی اللہ سے حفاظت میں رکھا۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کرنے لگا۔ کہ باوجود اس قدر محنت و مشقت اٹھانے کے مجھے آج تک کچھ بھی حاصل نہیں ہوا۔ میں اللہ تعالیٰ کی شکایت نہیں کرتا۔ بلکہ اپنی بدنصیبی کا رونا روتا ہوں۔ مجھے اس کی عبادت کا شوق ہے۔ اگرچہ میں نے ساری عمر اللہ تعالیٰ کے دروازے کی کنڈی کھٹکھٹائی۔ مگر مجھے آج تک کچھ جواب نہیں ملا۔ میرے لیے یہ امر نہایت تکلیف دہ ہے۔ مبادا بقیہ عمر بھی شاید اسی طرح نامرادی میں گزر جائے۔ چونکہ آپ طبیب ہیں۔ راہ کرم میرا علاج کریں۔ آپ نے فرمایا۔ کہ آج خوب سیر ہو کر کھانا کھاؤ۔ تمام رات چین سے سوؤ۔ اور نماز عشاء بہت پڑھو۔ ممکن ہے کہ دوست اگر محبت کے ساتھ توجہ نہیں کرتا۔ تو غضب کے ساتھ ہی توجہ کرے۔ آپ کے مرید نے آپ کی ہدایت کے موافق خوب سیر ہو کر کھانا کھایا۔ لیکن نماز ترک کرنے کو اس کا جی نہ چاہا۔ ادھر مرشد کا ارشاد تھا۔ کہ نماز عشاء پڑھو۔ آخر کار نماز ادا کر کے سو گیا۔ رات کو خواب میں سرورِ کائنات حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تشریف لائے۔ اور فرمایا کہ تمہارا دوست یعنی اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتے ہیں۔ کہ وہ شخص نامرد ہے جو میری درگارہ میں آئے۔ مگر جلدی مایوس ہو جائے۔ اور میں تمہاری ساری آرزوئیں پوری کروں گا۔ لیکن تم ہمارا سلام اس راہزن مدعی (حضرت ذوالنون مصری علیہ) کو پہنچا کر کہہ دینا کہ اے جھوٹے مدعی اگر میں تجھ کو تمام دنیا میں رسوا نہ کروں تو تیرا خدا نہیں۔ تاکہ تو ہمارے عاشقوں اور درگاہ کے عاجزوں کے ساتھ مکر نہ کر سکے۔ یہ خواب دیکھ کر آپ

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

ہوتا۔ تو اس قدر آسانی سے اس کا نام نہ لیتے۔

فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں سفر میں تھا۔ برف پڑی ہوئی تھی۔ ایک آتش پرست کو دیکھا کہ سر پر کپڑا اڑالے ہوئے چینا بکھیر رہا ہے۔ میں نے پوچھا کیا کر رہا ہے۔ تو اس نے کہا کہ برف کی وجہ سے تمام علاقہ ڈھکا ہوا ہے۔ اور پرندوں کو دانہ دنکا میسر نہیں ہوگا۔ میں اس لیے دانہ بکھیر رہا ہوں۔ کہ پرندے اس کو اٹھالیں۔ اور اس کی طفیل مجھ پر رحم کیا جائے۔ میں نے کہا۔ کہ بیگانوں کا دانہ منظور نہیں کیا جائے گا۔ اس نے کہا۔ نہ منظور کریں۔ میرے لیے اتنا ہی کافی ہے کہ وہ دیکھ رہا ہے جو میں کر رہا ہوں۔ فرماتے ہیں کہ مجھ کو اس کے حوصلے پر بڑا تعجب ہوا۔ کچھ عرصہ بعد میں نے حج کیا تو دیکھا کہ وہ آتش پرست ذوق شوق کے ساتھ طواف کر رہا ہے۔ اس نے مجھ کو دیکھ کر کہا کہ خداوند تعالیٰ نے میرے عمل کو دیکھ کر اس کو قبول فرمالیا۔ اور مجھے اپنی معرفت اور دوستی اس کے عوض بخشی اور آخر کار اپنے گھر بلالیا۔ میں اس وقت بہت خوش ہوا۔ اور کہا۔ خداوندا ایک مٹھی دانوں کے عوض چالیس سالہ گبر کو تو نے اپنے گھر تک بلالیا۔ تو بہت ہی ارزاں فروش ہے۔ آواز آئی کہ اللہ تعالیٰ کسی کو نہ تو کسی سبب کی وجہ سے بلاتا ہے۔ اور نہ ہی کسی سبب سے دفعہ کرتا ہے۔ تو بے فکر رہ۔ ہمارے کام تیری عقل سے باہر ہیں۔

جب آپ نماز ادا کرنے کے لیے کھڑے ہوتے۔ تو کہتے کہ اے الٰہی میں کن قدموں سے تیری درگاہ میں حاضر ہوں اور کن آنکھوں سے تیرے کعبہ کو دیکھوں۔ اور کس زبان سے تیرا راز کہوں۔ اور کس نعمت سے تیرا نام لوں۔ جبکہ محض بے مائیگی کا سرمایہ لے کر تیری درگاہ میں حاضر ہوا ہوں۔ جب کام ضرورت کو پہنچ گیا۔ تب میں نے حیاء کو دور کیا۔ اور یہ الفاظ کہہ کر تکبیر پڑھا کرتے تھے۔

آپ کے اقوال بے شمار ہیں۔ فرماتے ہیں۔ وہ ذات اقدس پاک و برتر ہے۔ جس نے حجاب آخرت میں اپنے عارفوں کو چھپالیا۔ اور اصحاب آخرت کو حجاب دنیا سے

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

کے ساتھ نصیحت لینے میں۔ نفس کے ساتھ مخالفت میں۔ دشمن کے ساتھ عداوت میں۔فرماتے ہیں کہ میں نے اس طبیب سے زیادہ جاہل کسی طبیب کونہیں دیکھا جو مستوں کا علاج ان کی مستی کے وقت کرتا ہے۔فرماتے ہیں کہ مست کا کوئی دوانہیں مگر جب ہوشیار ہو جائے۔اس وقت توبہ کے ساتھ اس کی دوا کرو۔فرماتے ہیں کہ خوف آتش فراق کے مقابلے میں ایک قطرہ پانی کی مانند ہے۔ جو سمندر میں ڈال دیا جائے۔فرماتے ہیں کہ خوف فراق سے بڑھ کر زیادہ دکھ دینے والی چیز کوئی نہیں ہے۔فرماتے ہیں۔ کہ صوفی وہ ہے۔ کہ جب وہ باتیں کرے۔تو اس کی گفتگو اس کے حال کے مطابق ہو۔اورکوئی ایسی بات نہ کرے۔ جو خود اس میں نہ ہو۔اور خاموشی کی حالت میں اس کا معاملہ اس کے حال کی تعبیر ہو۔تمام علائق دنیوی کے قطع کرنے میں اس کا حال ناطق ہو۔فرماتے ہیں۔ کہ عارف الٰہی کا ہر گھڑی خوف زیادہ بڑھتا رہتا ہے۔ کیونکہ ہر گھڑی وہ زیادہ نزدیک ہوتا جاتا ہے۔اور کہ عارف وہ ہے جو مخلوق میں رہ کر مخلوق سے جدا رہتا ہے۔فرماتے ہیں۔ کہ عارف کو خائف ہونا چاہیے نہ کہ واصف۔ واصف کو عارف نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ عارف وہی ہے جو خوف کھاتا ہے۔اور کہ عارف کے لیے ایک حالت لازم نہیں ہوتی۔ ہر گھڑی عالم غیب سے اس پر نئی حالت طاری ہوتی رہتی ہے۔تا کہ وہ صاحب حالات رہ سکے۔ نہ کہ صاحب حالت۔اور کہ عارف کا ہی ادب سب سے زیادہ ہوتا ہے۔ کیونکہ معرفت الٰہی اس کو موذب بنا دیتی ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ معرفت تین قسم کی ہوتی ہے۔اول معرفت توحید کی جو کہ عام مومنین کو حاصل ہے۔ دوسری معرفت صحبت و بیان کی۔ جو کہ حکماء اور علماء کے لیے مخصوص ہے۔تیسری معرفت صفات وحدانیت کی۔ جو کہ صرف اولیاءاللہ کو حاصل ہے جو کہ دیدہ باطن سے اللہ تعالٰی کا مشاہدہ کرتے ہیں۔اور اللہ تعالٰی کے ایسے اسرار ان کو نظر آتے ہیں۔جس کی وجہ سے لطائف انوار ظاہر ہوتے ہیں۔ پھر فرمایا کہ ہرگز

معرفت کا مدعی نہ بننا۔ ورنہ جھوٹے قرار دیئے جاؤ گے۔ اس کا مطلب کئی طرح پر کیا جاسکتا ہے۔ یعنی جب عارف و معرفت حقیقت میں ایک ہے۔ تو درمیان میں کیا چیز ہے۔ یا اگر معرفت کا مدعی ہوگا۔ تو سچ بولے گا یا جھوٹ۔ اگر سچ بولے گا تو صدیق اپنی تعریف خود نہیں کیا کرتے۔ جیسے کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے فرمایا۔ کہ میں نیکی میں حیران ہوں۔ اسی طرح آپ بھی فرماتے ہیں۔ کہ میرا سب سے بڑا گناہ یہی ہے کہ میں نے معرفت کا دعوے کیا۔ غرض اگر جھوٹ بولے گا تو وہ عارف نہیں ہوسکتا خلاصہ یہ کہ اپنے آپ کو عارف ہرگز نہ کہو۔ کیونکہ جو شخص زیادہ عارف ہوتا ہے۔ اسی قدر ہی اللہ تعالیٰ کے متعلق اس کی حیرت زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ جیسے کہ فرمایا۔

نزد یکاں رابیش بود کایشاں دانند
حیرانی سیاست سلطانی

یعنی جو لوگ بادشاہ کے زیادہ مقرب ہیں۔ وہ زیادہ حیران یا خوف زدہ رہتے ہیں۔ کیونکہ وہ سیاست سلطانی کو جانتے ہیں۔ لوگوں نے پوچھا کہ عارف کی کیا صفات ہوتی ہیں۔ فرمایا کہ عارف بغیر علم۔ چشم مشاہدہ۔ کشف اور حجاب وغیرہ کے دیکھتا ہے۔ کیونکہ وہ قریب رہتا ہے۔ بلکہ ذات حق تعالیٰ میں واصل ہو جاتا ہے۔ ان کی گردش اللہ تعالیٰ کی گردش۔ ان کی باتیں اللہ تعالیٰ کی باتیں۔ ان کی نظر خدا کی نظر ہوتی ہے۔ حضورؐ فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ جب میں کسی بندے کو اپنا دوست بناتا ہوں۔ تو میں اس بندے کان۔ آنکھیں۔ زبان۔ ہاتھ۔ پاؤں وغیرہ بن جاتا ہوں۔ تا کہ وہ مجھ سے سنے۔ دیکھے۔ بولے۔ کام کرے۔ اور کہیں جائے۔ پھر فرمایا۔ کہ زاہد لوگ آخرت کے بادشاہ ہیں۔ مگر عارف لوگ زاہدوں کے بادشاہ ہوتے ہیں۔ اور کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی نشانی یہ ہے۔ کہ ہر چیز ترک کر دی جائے۔ جو حق تعالیٰ سے ذرہ بھر بھی روکتی ہو۔ یہاں تک کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کی ذات رہ جائے۔ اور اس کا ذکر و شغل جاری و ساری ہو۔

فرماتے ہیں۔ کہ بیماروں کی چار علامات ہیں۔ اول یہ کہ اطاعت میں عداوت نہیں ہوتی۔ دوم یہ کہ خدا کا خوف نہیں رہتا۔ سوم یہ کہ چیزوں کو عبرت کی نظر سے نہیں دیکھتا۔ اور چہارم یہ کہ جو علم سننے میں آئے نہ سمجھے۔ پھر فرمایا کہ مکان عبودیت میں پہنچنے کی نشانی یہ ہے۔ کہ خواہشات کو ترک کرے۔ لالچ کا مخالف ہو۔ اور عبودیت یہ ہے۔ کہ ہر حال میں اس کا بندہ بنا رہے۔ جس طرح کہ ہر حال میں اللہ تعالٰی خداوند ہے۔ فرماتے ہیں۔ اگر علم موجود ہے۔ مگر عمل علم کے ساتھ مقصود ہے جب موجود ہے۔ لیکن افسوس کہ اس کے ساتھ صدق نہیں ہے۔ فرماتے ہیں کہ عام لوگوں کی توبہ کرنا گناہ سے بچنا ہے۔ لیکن خاص لوگوں کی توبہ غفلت سے بچنا ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ توبہ دو طرح کی ہوتی ہے۔ اول توبہ انانیت۔ دوم توبہ استجابت۔ توبہ انانیت کا مطلب یہ ہے کہ ہوا سزا کے خوف سے توبہ کرے۔ اور توبہ استجابت کا مطلب یہ ہے۔ کہ محض خدا سے شرم کر کے توبہ کرے۔ اور توبہ ہر عضو کی ہوتی ہے۔ دل کی توبہ یہ ہے کہ حرام سے پرہیز کرے۔ آنکھوں کی توبہ یہ ہے کہ کوئی ایسی چیز یا بات نہ دیکھے جس کا دیکھنا حرام ہو۔ ناجائز باتوں کو نہ سننا کانوں کی توبہ ہے۔ برے کاموں سے بچنا ہاتھ پاؤں کی توبہ ہے۔ حرام چیزوں کا نہ کھانا پیٹ کی توبہ ہے۔ زنا اور بدکاری سے بچنا شرمگاہ کی توبہ ہے۔ فضول اور دکھ دینے والی باتوں سے بچنا زبان کی توبہ ہے۔ اور فرمایا کہ عمل کا چوکیدار محض خوف ہے۔ نیکی سفارش کرنے والی امید۔ خوف امید کی نسبت زیادہ ہونا چاہیے۔ کیونکہ امید غالب ہونے کی وجہ سے دل تشویش میں پڑ جاتا ہے۔ اور کہ طلب حاجت عاجزی کے ساتھ کریں۔ نہ کہ حکم سے۔

فرماتے ہیں۔ کہ وہ درویش جس میں کسی قسم کی کدورت یا غبار نہ ہو اس خلوت سے جس میں عجب و غرور پایا جائے' زیادہ پسند ہے۔ اللہ تعالٰی کا ذکر میری روح جان کی غذا ہے۔ اور اس کی تعریف کرنا میری روح کے لیے شراب کی مانند ہے۔ اس سے

شرم کرنا میری جان کا لباس ہے۔اور شرم کے معنی یہ ہیں ۔کہ اپنے گناہوں اور بدیوں کے متعلق دل میں خوف غالب رہے۔فرماتے ہیں کہ دوتی باتوں پر آمادہ کرتی ہے۔لیکن شرم خاموش رکھتی ہے ۔خوف بے آرام رکھتا ہے۔اور تقویٰ یہ ہے کہ ظاہر کو گناہوں سے آلودہ نہ کرے۔باطن کو واہیات باتوں سے بچائے۔اور اللہ تعالیٰ کے حضور میں قیام کرے ۔فرماتے ہیں صادق وہ ہے جس کی زبان سے سوائے درستی اور سچائی کے اور کوئی کلمہ نہ نکلے۔صدق حق کی تلوار ہے۔اور یہ تلوار جس پر چلتی ہے۔کاٹ کر رکھ دیتی ہے۔زبانی صدق سراسر فضول ہے۔

فرماتے ہیں ۔کہ وجد دل میں ایک راز ہے۔اور سماع سے اللہ تعالیٰ دلوں کو برانگیختہ کرتا ہے۔اور اپنی طلب کا مشتاق بناتا ہے۔ جو شخص حق کے ساتھ سنتا ہے وہ خدا تعالیٰ کی طرف ہدایات پاتا ہے۔مگر جو نفس کے ساتھ سنتا ہے زندیق ہو جاتا ہے۔

فرماتے ہیں ۔کہ توکل کے معنی بہت سے غداروں کی اطاعت سے نکل کر ایک خدا کی اطاعت میں آجانے کے ہیں۔ اور تمام وسائل کو ترک کر کے حق تعالیٰ کی عبادت میں شامل ہو جانے کا نام ہے۔اور اپنے آپ کو اس کا بندہ حقیقی معنوں میں سمجھنا۔

فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت رکھنے والوں کا ادنیٰ ترین مرتبہ یہ ہے۔کہ اگر ان کو آگ میں بھی ڈال دیا جائے ۔تو ان لوگوں کی ہمت میں ذرہ بھر بھی کمی نہ ہو۔کیونکہ وہ حق تعالیٰ کے مونس ہیں۔

لوگوں نے آپ سے پوچھا۔کہ وہ کون ہے۔جو نفس کو اچھی طرح سے پہچانتا ہے۔ فرمایا۔جو شخص کہ تقدیر پر راضی ہو۔پھر فرمایا کہ اخلاص اس وقت تک مکمل نہیں ہوتا جب تک صدق اور صبر شامل نہ ہو۔اور اخلاص یہ ہے ۔کہ اپنے آپ کو دشمن سے بچانا۔تاکہ وہ تباہ نہ کرنے پائے ۔اور یہ کہ اخلاص کی نشانی یہ ہے کہ مخلص کے نزدیک تعریف یا ہجو کا ایک ہی درجہ ہوتا ہے۔نیکی کر کے فراموش کر دیتا ہے۔اور

آخرت میں بھی اس کے ثواب کی خواہش نہیں رکھتا۔ فرماتے ہیں۔ کہ گوشہ خلوت میں اخلاص سے زیادہ مشکل اور کوئی چیز مجھے نظر نہیں آئی۔ فرماتے ہیں کہ جو لوگ آنکھوں سے دیکھتے ہیں، وہ دیکھنا علم کے ساتھ نسبت رکھتا ہے۔ اور جو لوگ دل سے دیکھتے ہیں، وہ یقین کے ساتھ نسبت رکھتے ہیں۔ اور یقین ثمر صبر ہے۔ اور یہ کہ یقین کی تین علامات ہیں۔ اول ہر حال میں اور ہر بات میں محض خدا کی طرف نظر رکھنا اور دوم ہر کام میں اس کی ہی طرف رجوع کرنا۔ اور سوم ہر حال میں اسی سے ہی مدد کا طالب ہونا فرماتےہیں۔ کہ یقین امید اور خواہش کی کوتاہی چاہتا ہے۔ اور خواہشات کی کوتاہی زہد کی طالب ہے۔ اور زہد سے حکمت پیدا ہوتی ہے۔ اور حکمت سے آخرت کی کھیتی کے پھل اور پھول پیدا ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔ کہ تھوڑا سا یقین تمام دنیا سے بہتر ہے۔ کیونکہ یہی تھوڑا سا یقین آخرت کی محبت کی طرف مائل کرتا ہے۔ اور فرمایا کہ یقین کی علامت یہ ہے کہ زندگی میں خلقت کی مخالفت کرے۔ اور مخلوق کی تعریف کرنا ترک کردے۔ اور ان کی بخشش کی پرواہ نہ کرے۔ اگر وہ منع کریں۔ تو ان کی پرواہ نہ کرے۔ فرماتے ہیں۔ کہ جس شخص نے خلقت کے ساتھ محبت کی۔ وہ فراعنہ (یعنی ظالم بادشاہوں) کے فرش پر بیٹھ گیا سمجھو۔ اور جو شخص نفس کی طرف کان نہ لگائے۔ اس کو اخلاص سے دور سمجھو۔ اور جس کو ہر حال میں ہر چیز میں صرف حق تعالیٰ ہی نصیب ہو اس کو کوئی ڈر نہیں۔ خواہ دنیا کی تمام چیزیں اس کے پاس سے دور کردی جائیں۔ فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص دعویٰ حق کا مدعی ہے وہ شہود حق اور مستحق حق المحجوب ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ کی حضوری حاصل ہے وہ دعویٰ کا محتاج نہیں۔ اگر اس کے حضور سے غائب ہونے کے باوجود دعویٰ کرتا ہے۔ تو یہ اس کی محجوبی کی علامت ہے۔ فرماتے ہیں۔ کہ کوئی شخص اس وقت تک مرید نہیں کہلا سکتا، جب تک کہ اللہ تعالیٰ سے زیادہ اپنے مرشد کا فرمانبردار نہ ہو۔ جو شخص کشمکش دھوکہ میں اللہ تعالیٰ کا مراقبہ کرتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی ظاہری حرکات کو

بزرگ کردیتا ہے۔ جو شخص اللہ تعالیٰ کی طرف دوڑتا ہے۔ نجات پا جاتا ہے۔

لوگوں نے دریافت کیا۔ کہ دنیا کیا ہے۔ فرمایا کہ جو چیز حق تعالیٰ سے غافل کردے وہ دنیا ہے۔ پھر پوچھا۔ کہ کمینہ انسان کون ہے۔ فرمایا جو خدا تک پہنچنے کا راستہ نہ جانتا ہو۔ اور نہ کسی سے راستہ پوچھے۔ یوسف بن حسینؒ نے دریافت کیا کہ میں کن لوگوں کی صحبت میں بیٹھا کروں۔ فرمایا ان لوگوں کی مجلس میں جہاں من وتو کا جھگڑا نہ ہو۔ پھر عرض کیا۔ کہ کوئی وصیت فرمائیں۔ فرمایا کہ نفس کی دشمنی میں خدا کا دوست بن جا۔ کسی کو اپنے سے حقیر نہ سمجھ۔ خواہ وہ کتنا ہی کمتر درجے کا تجھ سے کیوں نہ ہو۔ کیا معلوم۔ اس کی عاقبت کیسی ہے۔ ایک اور شخص نے عرض کیا۔ کہ مجھے کچھ وصیت فرمائیں۔ فرمایا کہ اپنے باطن کو حق تعالیٰ کی طرف متوجہ کرو۔ اور ظاہر کو لوگوں کے ساتھ مشغول رکھو۔ حق تعالیٰ کا محبوب بن' تا کہ وہ تجھ کو سب سے بے نیاز کردے۔ پھر فرمایا کہ شک کو یقین پر کسی قسم کا اختیار نہ ہونے دے۔ اور نہ ہی اپنے نفس سے راضی ہونا۔ شاید کہ آرام طلب نہ ہو جائے۔ اور کوئی مصیبت نازل ہونے کی حالت میں صبر سے کام لے اور ہر وقت خدا تعالیٰ کی حضوری میں حاضر رہو۔ کسی اور شخص نے آپ سے وصیت چاہی تو اس کو فرمایا۔ کہ گذشتہ اور آئندہ کے خیالات میں اپنے آپ کو مت الجھاؤ۔ اور ہر حال پر راضی رہو یعنی جو کچھ ہو گیا۔ رنج یا خوشی یا جو کچھ پیش آنے والا ہے یعنی رنج یا خوشی' ان کا خیال نہ کر۔ بلکہ موجودہ وقت ہی کو غنیمت جان کر اس سے فائدہ اٹھاؤ۔

آپ سے پوچھا گیا۔ کہ صوفی کون ہے۔ فرمایا وہ شخص صوفی ہے۔ جس نے تمام کائنات میں صرف اللہ تعالیٰ کو پسند کیا۔ ایک شخص نے عرض کی کہ اللہ تعالیٰ کی راہ میں میری رہنمائی فرمائیں۔ فرمایا کہ راستہ مطلوب ہے تو راستے بے شمار ہیں۔ لیکن اللہ تعالیٰ کا قرب درکار ہے' تو وہ پہلے ہی قدم پر ہے۔ جس کی شرح پیشتر ہو چکی ہے۔ ایک شخص نے عرض کیا کہ میں آپ کو دوست رکھتا ہوں۔ فرمایا کہ اگر تو اللہ

تعالیٰ کو پہچانتا ہوتا تو تیرے لیے وہی دوست کافی تھا۔ لیکن اگر تو اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتا تو کسی ایسے شخص کو تلاش کر جو خدا کو جانتا ہو۔ تاکہ وہ تجھ کو خدا کا راستہ بتا دے۔ بعض لوگوں نے عرض کی کہ معرفت کی انتہا کیا ہے۔ فرمایا کہ جو شخص معرفت کی نہایت کو پہنچ جائے۔ اس کی علامت یہ ہے۔ کہ وہ ہر حال میں ہر کہیں ویسا ہی رہتا ہے۔ جیسا کہ پہلے تھا۔ عرض کیا کہ عارف کا پہلا درجہ کون سا ہے۔ فرمایا کہ حیرت' اس کے بعد اختیار۔ پھر انتقال اور پھر زندگی یعنی حیات پھر عارف کے عمل کے متعلق سوال کیا گیا۔ تو فرمایا کہ وہ ہر حال میں خداوند تعالیٰ کو دیکھتا ہے۔ پھر سوال کیا۔ کہ معرفت نفس کا کمال کیا ہے۔ کہ ہمیشہ کے لیے نفس سے بدگمان رہنا اور کسی حالت میں بھی اس پر نیکی کا گمان نہ کرنا۔ فرمایا کہ وہ شخص حق تعالیٰ سے بہت دور ہے۔ جس کا ظاہر میں حق تعالیٰ کی طرف اشارہ زیادہ ہو۔ جیسے آپ روایت فرماتے ہیں کہ ستر سال تک میں نے توحید۔ تقرید۔ تائید اور تسدید میں قدم رکھا۔ مگر باوجود کوشش کے گمان کے سوا کچھ بھی حاصل نہ ہوا۔

نقل ہے۔ کہ مرض الموت میں آپ سے سوال کیا گیا۔ کہ آپ کی خواہش کیا ہے۔ فرمایا قبل اس کے کہ میں مر جاؤں۔ خواہ ایک ہی لمحہ کے لیے کیوں ہو' مگر اس کو جان لوں۔ اس کے بعد یہ شعر پڑھا۔

الخوف المرضی والشوق والحب اصنانی واللہ

احدقنی احیانی

جس کا مطلب یہ ہے کہ خوف نے مجھ کو بیمار بنا دیا۔ اور شوق نے جلا دیا۔ محبت نے دبلا کر دیا۔ اور حق تعالیٰ نے مجھ کو زندہ کر دیا۔ شعر پڑھ کر آپ بے ہوش ہو گئے۔ اور ایک دن بے ہوش رہے۔ جب ہوش میں آئے۔ تو یوسف بن حسینؒ نے وصیت چاہی۔ فرمایا کہ اس وقت کسی دوسری طرف مجھ کو مشغول نہ کرو۔ میں اللہ تعالیٰ کے احسانات دیکھ کر متعجب ہو رہا ہوں۔ اس کے بعد انتقال فرمایا۔

اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ

اسی وقت جبکہ آپ نے وفات پائی۔ ستر آدمیوں نے حضور خواجہ عالمؐ کو خواب میں دیکھا۔ آپ نے ارشاد فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ کا محبوب دوست ذوالنون اس کے پاس پہنچ گیا۔ ہم اس کے استقبال کو آئے ہیں۔

آپ کی وفات کے بعد لوگوں نے آپ کی پیشانی پر بخط سبز لکھا ہوا دیکھا۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حبیب ہیں اور اس کی محبت میں فوت ہوئے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے خلیل ہیں۔ اور عشق الٰہی کی تلوار سے فوت ہوئے ہیں۔

جب آپ کا جنازہ اٹھایا۔ تو سورج نہایت تیزی کے ساتھ چمک رہا تھا۔ اسی وقت پرندوں کا ہجوم آ گیا۔ جس نے پروں سے پر ملا کر آپ کے جنازے پر سایہ کیا۔ راہ میں جب کہ آپ کا جنازہ لے جا رہے تھے۔ موذن کی اذان سنائی دی اور کلمہ شہادت پر آپ نے انگلی اٹھائی۔ لوگوں نے یہ حالت دیکھ کر شور کیا۔ کہ شاید آپ زندہ ہیں۔ چنانچہ جنازہ رکھ دیا گیا۔ لیکن آپ کی انگلی اسی طرح تھی پوری کوشش کی گئی۔ کہ انگلی کو نیچے کیا جائے۔ مگر نہ ہوئی۔ چنانچہ آپ کو دفن کر دیا گیا۔ مصر کے لوگوں نے جب یہ حالت دیکھی تو اپنی ان ناروا حرکات پر جو آپ کے ساتھ انہوں نے کی تھیں۔ نہایت پشیمان ہوئے۔ اور توبہ کی۔ فقط۔

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

والے کان۔عرض کیا۔کہ اگر یہ بھی نہ ہوں۔فرمایا کہ پھر مرگ مفاجات۔

نقل ہے۔کہ جب آپ کی والدہ نے مکتب میں بھیجا۔تو ایک دن سورہ لقمان پڑھتے پڑھتے جب آیت اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ (ترجمہ) "میرا شکر کرو اور اپنے ماں باپ کا شکر کرو"۔پر پہنچے۔تو آپ نے استاد سے اس آیت کا مطلب دریافت کیا۔مطلب معلوم ہونے پر آپ کے دل پر بڑا اثر ہوا۔اور استاد سے درخواست کی۔کہ مجھے گھر جانے کی اجازت دیں۔تاکہ میں اپنی والدہ کی خدمت میں کچھ عرض کر آؤں۔چنانچہ اجازت لے کر جب آپ گھر آئے۔تو والدہ نے دریافت کیا۔کیوں آیا ہے۔کیا کوئی لایا ہے۔یا کوئی عذر پیش ہے۔عرض کیا کہ نہیں۔بلکہ اَنِ اشْکُرْ لِیْ وَلِوَالِدَیْکَ پڑھ کر میرے دل پر بڑا اثر ہوا۔اور اس کے متعلق یہ عرض کرنے کے لیے آیا ہوں۔کہ دو جگہوں پر میں خدمت ادا نہیں کر سکتا۔یا تو مجھ کو خدا سے مانگ کر ہمیشہ کے لیے اپنی خدمت کے لیے رکھ لو۔یا مجھ کو خدا کے حوالے کر دو۔تاکہ اسی کی خدمت میں لگا رہوں۔والدہ نے فرمایا۔کہ برخوردار میں تمہیں اللہ تبارک وتعالیٰ کی خدمت کے لیے چھوڑتی ہوں۔اور اپنا حق بخشتی ہوں۔جا اور خداوند تعالیٰ کا بن جا۔اس کے بعد آپ نے بسطام کو چھوڑ دیا اور تیس سال تک جنگلوں میں ریاضت کرتے رہے۔ایک سو تیرہ بزرگان دین کی خدمت کی۔ان سب سے فائدہ حاصل کیا۔ان اولیاء اللہ میں سے ایک امام جعفر صادقؓ بھی تھے۔

روایت ہے۔کہ ایک دن آپ امام جعفر صادقؓ کی خدمت میں بیٹھے تھے۔حضرت امام نے فرمایا۔کہ بایزید وہ کتاب طاق سے اٹھا کر دے دو۔آپ نے فرمایا۔کہ کون سے طاق سے۔حضرت امام نے فرمایا کہ عرصہ سے تم یہاں رہتے ہو۔اور ابھی تک تم کو طاق کا پتہ نہیں۔آپ نے عرض کیا۔کہ مجھے اس سے کیا کام۔کہ آپ کی موجودگی میں سر اٹھاؤں۔میں کوئی سیر کرنے کے لیے یہاں حاضر نہیں ہوا۔حضرت امام نے فرمایا۔اگر ایسا معاملہ ہے۔تو واپس بسطام کو تشریف لے جاؤ۔

تمہارا کام ختم ہو گیا ہے۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ لوگوں نے آپ سے عرض کی۔ کہ فلاں جگہ پر ایک بزرگ تشریف فرما ہیں۔ چنانچہ آپ اس کی زیارت کے لیے تشریف لے گئے۔ اتفاقاً اس نے قبلہ شریف کی طرف منہ کر کے تھوکا۔ یہ حال دیکھ کر آپ فوراً تشریف لے آئے۔ اور فرمایا اگر یہ شخص ذرا بھر بھی طریقت جانتا ہوتا۔ تو شریعت کے خلاف عمل نہ کرتا۔

نقل ہے۔ کہ آپ کے گھر سے قریباً چالیس قدم کے فاصلے پر مسجد تھی۔ جب آپ مسجد کی طرف جاتے تو راہ میں نہ تھوکتے۔

نقل ہے۔ کہ ایک دفعہ حج کے سفر میں آپ نے اپنے اونٹ پر اپنا اور اپنے مریدوں کا اسباب لاد رکھا تھا۔ ایک شخص نے دیکھ کر کہا۔ غریب بے زبان جانور پر اس قدر بوجھ لاد رکھا ہے۔ اور یہ ظلم ہے۔ آپ نے اس کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ ذرا آنکھ کھول کر دیکھو۔ بوجھ اونٹ پر نہیں ہے۔ جب اس نے دیکھا۔ تو تمام بوجھ اونٹ کی پشت سے ہاتھ بھر اونچا تھا۔ اس شخص نے سبحان اللہ کہا۔ آپ نے فرمایا۔ اگر میں اپنا حال تم لوگوں سے پوشیدہ کروں۔ تو تم طعن کرتے رہو۔ اور اگر ظاہر کروں۔ تو تم اس کے دیکھنے کی اہلیت نہیں رکھتے۔ ایسی صورت میں تم لوگوں سے کیا سلوک کیا جائے۔ غرض حج اور زیارت مدینہ منورہ سے فارغ ہو کر آپ کو اپنی والدہ کی خدمت میں حاضر ہونے کی خواہش ہوئی اور بسطام کو چل پڑے۔ جب لوگوں کو آپ کی آمد کا علم ہوا تو وہ استقبال کے لیے شہر سے باہر آئے جب آپ نے یہ ماجرا دیکھا۔ تو خیال کیا۔ کہ یہ لوگ ایسا نہ ہو کہ خداوند تعالیٰ سے غافل ہو جانے کا سبب بنیں۔ ان سے چھٹکارا پانے کی کوئی تجویز کرنی چاہیے۔ چنانچہ کچھ لمحے سوچ کر آپ نے نانبائی کی دکان سے ایک روٹی خریدی۔ اور کھانی شروع کر دی۔ چونکہ رمضان المبارک کا مہینہ تھا۔ اس لیے لوگ آپ کو رمضان المبارک میں اس طرح

کھاتے دیکھ کر برگشتہ ہوگئے۔ آپ نے اپنے مریدوں کی طرف مخاطب ہو کر فرمایا۔ کہ دیکھا۔ شریعت کے ایک مسئلہ کے خلاف میں نے عمل کیا۔ تو لوگوں نے مجھ کو روک دیا۔

نقل ہے۔ کہ صبح کے وقت آپ اپنے گھر کے دروازے پر گئے۔ کان لگا کر سنا۔ تو آپ کی والدہ خداوند کریم سے وضو کرتے ہوئے یہ دعا مانگ رہی تھیں۔ کہ خداوندا میرے بچے کو اچھی طرح رکھنا۔ مشائخین کے دل میں اس کی عزت قائم کرنا۔ اور اس کو اچھی حالت عطاء کر۔ یہ سن کر روئے۔ اور دروازہ کھٹکھٹایا آپ کی والدہ نے پوچھا۔ کہ کون ہے۔ عرض کی آپ کا مسافر۔ چنانچہ آپ کی والدہ نے دروازہ کھول دیا۔ اور کہا۔ بیٹے بڑی دیر سے آئے۔ تیرے فراق میں میری آنکھوں میں فتور آ گیا۔ اور میری پیٹھ کبڑی ہوگئی ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ جس کام کو میں سب کاموں سے بعد جانتا تھا۔ وہ مقدم تھا۔ یعنی والدہ کی رضامندی پھر فرمایا کہ جس چیز کو میں مجاہدات وریاضات شاقہ میں تلاش کرتا پھرتا تھا وہ میں نے گھر میں آسانی سے حاصل کر لی۔ ایک رات والدہ نے پانی طلب کیا۔ میں کوزہ میں سے پانی لینے گیا۔ مگر نہ ملا۔ پھر صراحی کو دیکھا۔ مگر وہاں بھی پانی نہ تھا۔ چنانچہ میں نہر پر جا کر پانی لایا۔ مگر میری واپسی تک والدہ پھر سوگئی تھیں۔ میں اسی طرح پانی کا کوزہ لیے کھڑا رہا۔ سخت سردی کے باعث کوزہ میں پانی جم گیا۔ جب والدہ بیدار ہوئیں۔ تو انہوں نے مجھ کو یوں کھڑے دیکھ کر سبب دریافت کیا۔ میں نے عرض کی۔ کہ شاید آپ بیدار ہوں۔ اور پانی طلب کریں۔ لیکن میں حاضر نہ ہوں اس ڈر کی وجہ سے کھڑا رہا۔ یہ سن کر والدہ نے پانی پیا اور میرے حق میں دعاء کی۔

ایک رات کا ذکر ہے۔ والدہ نے فرمایا۔ کہ بیٹا آدھا دروازہ کھول دو۔ یہ کہہ کر سو گئیں۔ میں اب حیران تھا کہ کون سا دروازہ۔ دائیں طرف کا یا بائیں طرف کا

کھولوں۔ اس شش و پنج میں کہ والدہ کی مرضی کے خلاف کوئی کام نہ کر بیٹھوں دروازے ہی میں کھڑے کھڑے ساری رات گزر گئی۔ صبح کے وقت میں نے دیکھا۔ کہ جس چیز کی مجھ کو خواہش تھی وہ دروازہ سے اندر داخل ہوئی۔

آپ فرماتے ہیں۔ کہ میں بارہ ۱۲ سال جنگلوں میں اپنے نفس کے حق میں لوہار بنا رہا۔ اور نفس کو ریاضت کی بھٹی میں ڈال کر مجاہدہ کی آگ سے گرم کر کے ملامت کے ہتھوڑے سے کوٹتا رہا۔ اور آخر کار میں نے اپنے نفس کو آئینہ بنا لیا۔ پانچ سال کا عرصہ آئینہ بنانے میں صرف ہو گئے۔ اور طرح طرح کی عبادات و ریاضات سے اس آئینے کو صیقل کیا۔ پھر ایک سال اس کو اغیار کی نظر سے دیکھا۔ لیکن پھر بھی اس کو غرور اطاعت کا بھروسہ اور عمل کی خود پسندی میں مبتلا دیکھا۔ چنانچہ پانچ سال اور کوشش کی پھر جب دیکھا تو مردہ پایا۔ چنانچہ چار تکبیریں جنازہ کی پڑھ کر فارغ ہوا۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ مسجد کے دروازہ پر پہنچ کر کھڑے ہو گئے۔ اور رونے لگے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی۔ تو فرمایا کہ میں اپنے آپ کو حیض والی عورت کی مانند پاتا ہوں۔ جو مسجد میں جانے سے بوجہ اپنی ناپاکی کے ڈرتی ہے۔

ایک دفعہ آپ حج کا ارادہ کر کے چند منزل کے سفر کے بعد راہ ہی سے واپس تشریف لے آئے۔ لوگوں نے عرض کیا کہ بغیر حج کے واپس کیوں آئے۔ آپ نے کبھی اپنے ارادے کو فسخ نہیں کیا۔ فرمایا کہ راہ میں ایک زنگی کو برہنہ تلوار لئے ہوئے دیکھا۔ جو مجھ کو کہہ رہا تھا۔ واپس لوٹ جاؤ تو بہتر ہے۔ ورنہ ابھی سر کو تن سے جدا کر دوں گا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی کہا۔ کہ خدا کو تو بسطام میں چھوڑ آیا۔ اور خود خانہ کعبہ کی طرف جا رہا ہے۔

نقل ہے کہ جب آپ عبادت الٰہی کے لیے خلوت میں جاتے۔ تو تمام سوراخوں کو بند کر دیتے اور فرماتے کہ میں ڈرتا ہوں۔ کوئی آواز مجھ کو پریشان نہ کرے۔ اور یہی ایک بہانہ بن جائے۔ عیسٰی بسطامیؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں تیرہ سال تک آپ کی

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

مرتبہ تک نہ پہنچ جائے۔ یہ دلائل بالکل بے سود ہیں۔

روایت ہے کہ ایک دن آپ کے ہاتھ میں ایک سرخ سیب تھا۔ آپ نے سیب کو دیکھ کر فرمایا۔ کیسا لطیف سیب ہے۔ اسی وقت غیب سے نداء سنائی دی۔ کہ بایزیدؒ کیا تجھے شرم نہیں آتی کہ ادنٰی سیب پر ہمارا نام لیتا ہے۔ بعد ازاں چوبیس دن تک اللہ تعالیٰ کا نام آپ کے دل سے فراموش ہوگیا۔ فرماتے ہیں کہ میں نے پھر اس بات کی قسم کھالی۔ کہ زندگی بھر بسطام کا میوہ نہ کھاؤں گا۔

فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میرے دل میں خیال آیا کہ میں وقت کا پیر اور شیخ ہوں لیکن جب ذرا اور غور کیا تو ایسا معلوم ہوا۔ کہ میں نے یہ الفاظ کہنے میں سخت غلطی کی ہے۔ فوراً اٹھ بیٹھا اور خراسان کی طرف چل دیا۔ ایک منزل پر پہنچ کر میں بیٹھ گیا۔ اور قسم کھائی۔ کہ جب تک اللہ تعالیٰ کسی ایسے آدمی کو یہاں آ کر میری حیثیت مجھ پر واضح نہ کرے۔ میں ہرگز نہیں اٹھوں گا۔ چنانچہ تین دن رات اسی حالت میں گزر گئے۔ چوتھے دن ایک اجنبی آدمی کو اونٹ پر سوار اپنی طرف آتے دیکھا۔ غور سے دیکھنے پر وہ شخص کچھ شنا سا معلوم ہوا۔ جب وہ نزدیک آیا۔ تو میں نے اونٹ کی طرف اشارہ کیا کہ ٹھہر جائے۔

اسی وقت اونٹ کے پاؤں زمیں میں دھنس گئے۔ سوار نے میری طرف دیکھا اور کہا۔ کیا تمہاری خواہش ہے۔ کہ میں اپنی بند آنکھ کو کھول دوں۔ اور کھلی آنکھ کو بند کر لوں۔ اور شہر بسطان کو مع اہالیان شہر اور بایزید کے غرق کردوں۔ یہ الفاظ سنتے ہی میرے ہوش ہوا ہو گئے۔ میں نے پوچھا۔ تم کہاں سے آئے۔ ہو۔ اس نے کہا کہ جب تم نے عہد کیا تو میں تین ہزار فرسنگ پر تھا۔ وہاں سے آیا ہوں۔ پھر یہ کہہ کر کہ بایزید اپنے دل کی طرف خیال رکھ۔ منہ پھیرا اور واپس چلا گیا۔

روایت ہے۔ کہ چالیس سال تک آپ مسجد کے مجاور بنے رہے۔ آپ گھر میں اور کپڑے پہنتے تھے۔ مسجد میں اور کپڑے ہوا کرتے تھے۔ چالیس سال تک آپ نے

قیمت اس لڑکے کے پاس بھیج کر پیغام بھیجا۔ کہ میں تم سے معذرت کرتا ہوں۔ بربط کی قیمت لے لو۔ اور حلوا کھا کر اس رنج کی تلخی کو بھول جاؤ۔ جو کل رات تم کو پہنچی۔ جب یہ پیغام اور قیمت اس لڑکے کو ملا۔ تو وہ بہت شرمندہ ہوا۔ اور چند ایک اور نوجوانوں کے ہمراہ آپ کی خدمت میں حاضر آ کر معذرت کرنے لگا۔ اور توبہ کی۔ بزرگان بسطام میں سے ایک زاہد ہمیشہ آپ کے حلقہ میں حاضر رہتا تھا۔ اور صاحب طبع اور اثر پذیر بھی تھا۔ ایک دن اس زاہد نے آپ کی خدمت میں عرض کی۔ کہ یا شیخ تیس سال ہوئے صائم الدھر اور قائم اللیل ہوں۔ لیکن جب علم کا ذکر آپ فرماتے ہیں۔ اس کا ایک شمہ بھی اپنے آپ میں نہیں دیکھتا ہوں۔ باوجودیکہ میں علم کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور اس کو محبوب بھی رکھتا ہوں۔ آپ نے جواب میں فرمایا۔ کہ تیس سال کیا اگر تیس سو سال تک بھی تو ایسا کرتا رہے۔ تو ایک ذرہ تک اس کا نہ سمجھ سکے۔ پوچھا کیوں۔ فرمایا کہ تو اپنے نفس کی وجہ سے حجاب میں ہے۔ اس نے عرض کیا۔ کہ اس کا کوئی علاج۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں علاج بتاؤں گا تو قبول نہ کریگا اس نے عرض کی کہ میں کئی سالوں سے اس کا متلاشی ہوں ضرور قبول کروں گا۔ آپ نے فرمایا کہ ابھی جا کر اپنے سر اور ڈاڑھی منڈوا ڈالو۔ اور پہنے ہوئے کپڑے اتار کر گودڑی پہن لو۔ جس قوم کے لوگ تم کو اچھی طرح جانتے ہوں ان میں جا بیٹھو۔ اور اخروٹ کا ایک تھیلا بھر کر پاس رکھ لو۔ اور لڑکوں کو کہہ کہ جو ایک طمانچہ میرے کو لگائے گا۔ اس کو ایک اخروٹ دوں گا۔ اور جو دو طمانچے مارے گا۔ اس کو دو اخروٹ ملیں گے۔ اور لڑکوں سے طمانچے کھانے کے لیے تمام شہر میں گشت لگاؤ۔ تا کہ وہ تجھ کو ماریں۔ چنانچہ جس جگہ پر تمہاری ذلت سب سے زیادہ ہو۔ اسی جگہ اپنا قیام کر لو۔ یہی تمہارا علاج ہے۔ جب اس نے یہ عجیب علاج سنا۔ تو حیران ہو کر سبحان اللہ۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہَ کہا۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا۔ کہ مشرک لوگ یہ کلمہ پڑھ مسلمان ہو جاتے ہیں۔ تو تم یہی کلمہ پڑھ کر مشرک ہو گئے۔ پوچھا۔ کیوں۔ فرمایا

اس لیے کہ تم نے یہ کلمہ تعظیم حق کے لیے نہیں پڑھا۔ بلکہ اپنی تعظیم تم نے بیان کی ہے۔ پھر اس نے کہا۔ کہ میں یہ علاج نہیں کر سکتا۔ آپ نے فرمایا میں نے تم سے پہلے کہہ دیا تھا۔ کہ تمہارا علاج یہی ہے۔ لیکن تم نہ کرو گے۔

روایت ہے۔ کہ حضرت شفیق بلخیؒ کے شاگرد نے حج کا ارادہ کیا۔ جناب شفیق بلخیؒ نے ارشاد فرمایا۔ کہ پہلے بسطام جا کر حضرت بایزیدؒ کی زیارت کرو۔ چنانچہ جب وہ آپ کی خدمت میں پہنچا۔ تو آپ نے دریافت کیا کہ تم کس کے مرید ہو۔ اس نے عرض کیا۔ کہ شفیق بلخیؒ کا مرید ہوں۔ پھر آپ نے پوچھا۔ کہ وہ کیا کہتے ہیں۔ عرض کیا۔ کہ وہ خلقت سے فارغ اور توکل الٰہی پر بھروسہ کیے ہوئے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ اگر زمین و آسمان سونے کا بن جائے۔ نہ زمین سے کچھ پیدا ہو اور نہ آسمان سے کچھ برسے۔ اور تمام کائنات کی مخلوق میرا عیال ہو، تب بھی میں اپنے توکل سے نہ پھروں گا۔ آپ نے سن کر فرمایا یہ سخت کفر ہے۔ اگر بایزید کی جان پر بھی بن جائے۔ تب بھی اس کافر و مشرک کے شہر میں قیام نہ کرے۔ اور کہ جب تو واپس جائے۔ تو اپنے مرشد سے کہہ دینا کہ محض دو روٹیوں کے عوض اللہ تعالیٰ کو نہ آزمائے۔ بھوک لگنے پر کسی ہم جنس سے دو روٹی مانگ لے۔ لیکن توکل کے بوجھ کو الگ رکھ دے۔ تا کہ اس کی بدبختی سے تمام شہر یا علاقہ ہی زمین میں نہ دھنس جائے۔ یہ کلام سن کر وہ مرید واپس چلا آیا۔ جب شفیق بلخیؒ کی خدمت میں پہنچا۔ تو انہوں نے دریافت کیا۔ جلدی کیوں واپس آ گیا ہے۔ مرید نے ساری بات عرض کر دی۔ جب شفیقؒ نے یہ باتیں سنیں تو اپنے آپ میں یہ تمام نقائص پائے۔

بعض لوگ اسی روایت کو یوں بیان کرتے ہین۔ کہ حضرت شفیق بلخیؒ نے سن کر فرمایا۔ کہ کیا تم نے نہ پوچھا۔ کہ تم کیسے ہو۔ مرید نے جواب دیا۔ کہ نہیں۔ تب اس کو پھر واپس بھیجا۔ کہ اس سوال کا جواب لے کر آئے۔ چنانچہ وہ پھر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور پوچھا کہ اگر شفیقؒ ایسا ہی ہے۔ تو آپ کیسے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔

سیاحت کب تک۔ احمدؒ نے عرض کیا۔ کہ جب پانی ایک جگہ ٹھیر جاتا ہے تو خراب ہو جاتا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ پھر دریا کیوں نہیں بن جاتے۔ تا کہ خرابی نہ ہو سکے۔ اور آلائش بھی نہ رہے۔ اس کے بعد معرفت کے متعلق کچھ باتیں ہوئیں۔ اس پر احمد خضرویہؒ نے کہا۔ کہ ایسی باتیں کریں۔ جو ہماری سمجھ سے باہر نہ ہوں غرض سات مرتبہ اسی قسم کی باتیں ہوئیں۔ اور احمد خضرویہؒ بھی یہی کہتے رہے۔ آخر کار آپ کی گفتگو ان لوگوں کی سمجھ میں آنے لگی۔ جب آپ چپ ہو گئے۔ تو احمدؒ نے کہا۔ کہ حضرت ابلیس کو میں نے آپ کے کوچہ میں دار پر لٹکا ہوا دیکھا ہے۔ آپ نے فرمایا کہ ہاں۔ کیونکہ اس نے میرے ساتھ وعدہ کیا تھا۔ کہ میں بسطام کے پاس نہیں آؤں گا۔ لیکن اب اس نے ایک شخص کے دل میں وسوسہ ڈالا ہے۔ جس کی پاداش میں اس کو سولی پر لٹکا دیا گیا ہے۔ جب کہ قاعدہ ہے کہ چوروں کو بادشاہوں کی عدالت سے پھانسی کی سزا ہوتی ہے۔ احمد خضرویہؒ کے مریدوں میں سے ایک نے عرض کی کہ حضرت ہم ایک گروہ کو آپ کی خدمت میں عورتوں کی شکل میں دیکھتے ہیں۔ یہ کون لوگ ہیں۔ فرمایا کہ یہ فرشتے ہیں۔ جو علمی مسائل دریافت کرنے کے لئے میرے پاس آتے ہیں۔ اور میں ان کو جواب دیتا ہوں۔ پھر فرمایا کہ میں نے ایک دفعہ خواب میں دیکھا۔ کہ آسمان اول کے فرشتے میرے پاس آکر کہنے لگے۔ کہ اٹھیں تا کہ اللہ کی یاد کریں۔ میں نے کہا۔ کہ میرے پاس وہ زبان نہیں جس سے میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کر سکوں۔ پھر دوسرے آسمان کے فرشتے آئے۔ انہوں نے بھی یہی کہا۔ اور میں نے وہی جواب ان کو دیا۔ اسی طرح ساتوں آسمانوں کے فرشتے آئے۔ لیکن میں بھی وہی جواب دیتا رہا۔ پھر انہوں نے پوچھا۔ کہ آخر اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے کی قابلیت آپ کی زبان میں کب پیدا ہوگی۔ فرمایا کہ اس وقت جب کہ دوزخی لوگ دوزخ میں ڈال دئے جائیں گے۔ اور بہشتی لوگ بہشت میں پہنچ جائیں گے۔ یعنی یہ کہ قیامت کے بعد بایزید عرش الٰہی کے گرد اگرد پھرے گا۔

اور اللہ اللہ کرے گا۔

فرماتے ہیں۔ کہ ایک رات میرا گھر روشن ہوگیا۔ میں نے کہا۔ اگر تو شیطان ہے تو اس سے بلند تر ہوں۔ کیونکہ تجھ کو مجھ سے طمع ہے۔ لیکن اگر تو مقبولین میں سے ہے تو چھوڑ کہ سرائے خدمت سے سرائے کرامت میں پہنچیں۔

نقل ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ کو عبادت میں کچھ لطف نہ آیا۔ آپ نے خادم کو فرمایا۔ کہ دیکھ گھر میں کیا چیز ہے۔ اس نے دیکھا۔ تو ایک انگور کا خوشہ نظر آیا۔ فرمایا کہ یہ کسی کو دیدو۔ کیونکہ ہمارا گھر بنئے کی دکان نہیں۔ اس کے بعد آپ کو عبادت میں مزہ آنے لگا۔

نقل ہے۔ کہ آپ کا ایک آتش پرست ہمسایہ تھا۔ جس کا ایک شیر خوار بچہ تھا۔ اور تمام رات وہ بچہ تاریکی کی وجہ سے روتا رہتا تھا۔ آپ ہر روز چراغ اٹھا کر اس کے گھر لے جاتے۔ بچہ خاموش ہو جاتا۔ جب وہ آتش پرست اپنے سفر سے واپس آیا۔ تو بچے کی ماں نے شیخ کی نسبت سارا حال عرض کیا۔ اس نے کہا کہ افسوس ہے کہ جب شیخ کی طرف سے روشنی پہنچ گئی۔ تو پھر ہم اپنے آپ کو غفلت کی تاریکی میں کیوں رکھیں۔ اس کے بعد آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر مسلمان ہوگیا۔

نقل ہے۔ کہ ایک دفعہ لوگوں نے ایک آتش پرست کو کہا کہ مسلمان ہو جا۔ اس نے جواب دیا۔ کہ اگر مسلمانی یہی ہے جو بایزید کی ہے تو مجھ میں مسلمان ہونے کی طاقت نہیں۔ اگر مسلمانی وہ ہے۔ جو تم لوگوں کی ہے۔ تو افسوس کہ میں اس کا یقین نہیں کر سکتا۔ یعنی میرے نزدیک یہ تمہاری مسلمانی نا قابل اعتبار ہے۔

نقل ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ مسجد میں تشریف فرما تھے۔ یکا یک فرمایا۔ کہ اٹھو خداوند کریم کے دوستوں میں سے ایک دوست کا استقبال کریں۔ جب دروازے سے باہر نکلے۔ تو ابراہیم ہروی کو دیکھا۔ جو ایک گدھے پر سوار تشریف لا رہے تھے۔ آپ نے فرمایا کہ مجھے اطلاع دی گئی۔ اٹھ کر استقبال کرو۔ اور ہمارے

حضور میں اس کو شفیع بنا کر لاؤ۔ ابراہیم ہرویؒ نے فرمایا۔ کہ اگر شفاعت اولین کی تم کو اور آخرین کی شفاعت مجھ کو دی گئی۔ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مقابلے میں ایک مشت خاک کے برابر ہونگے۔ آپ کو اس بات سے بڑا تعجب ہوا۔ جب کھانا کھانے کا وقت ہوا۔ تو عمدہ عمدہ کھانے لائے گئے۔ ابراہیمؒ کے دل میں خیال آیا۔ کہ شیخ ایسے کھانے کھاتے ہیں لیکن آپ کو یہ بات معلوم ہوگئی۔ جب کھانے سے فارغ ہو گئے۔ تو آپ نے ابراہیمؒ ہروی کا ہاتھ پکڑ کر ایک طرف کو لے گئے۔ اور ایک دیوار پر ہاتھ مارا۔ جہاں ایک دروازہ کھل گیا۔ دیکھا کہ ایک دریائے زخار موجیں مار رہا ہے۔ فرمایا کہ آؤ اس دریا سے پار چلیں۔ لیکن ابراہیمؒ ڈر گئے۔ اور کہا کہ میرا یہ مقام نہیں ہے پھر آپ نے فرمایا۔ کہ صحرا سے وہ جو جن کو آپ نے چن کر کھانا پکایا ہے۔ اور تو شہ دان میں رکھا ہے وہ جو چارپایوں کے کھائے ہوئے ہیں۔ لیکن تم نے ان دانوں کو اکٹھا کر کے روٹی پکائی اور کھائی۔ جب زیادہ تحقیق اس کے متعلق کی گئی۔ تو ایسا ہی پایا۔ چنانچہ ابراہیمؒ نے توبہ کی۔

ایک شخص نے آپ سے فرمایا۔ کہ قبرستان میں آپ کو فلاں شخص کے جنازے پر دیکھا۔ کہ آپ خضر علیہ السلام کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالے ہوئے تھے۔ نماز جنازہ کے بعد میں نے دیکھا۔ کہ آپ نے ہوا میں پرواز کیا۔ فرمایا کہ اس شخص نے سچ کہا ہے۔

ایک دفعہ چند آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اور قحط کی شکایت کر کے قحط دفع ہونے کی دعا فرمانے کی فرمائش کی اور عرض کی کہ بارش ہونی چاہئے۔ آپ سر گھٹنوں میں لے گئے۔ چند لمحوں کے بعد سر اٹھا کر فرمایا۔ کہ جاؤ اپنے مکان کے پرنالوں کو درست کرو۔ بارش آرہی ہے۔ اسی وقت بارش برسنی شروع ہو گئی۔ اور ایک دن رات تک متواتر بارش ہوتی رہی۔

نقل ہے۔ کہ ایک دن آپ نے پاؤں کو دراز کیا۔ تو آپ کے ایک مرید نے بھی اسی

طرح پاؤں پھیلائے۔ یہ دیکھ کر آپ نے پاؤں کو سمیٹ لیا۔ مرید نے اگر چہ پوری کوشش کی۔ کہ وہ اپنے پاؤں کو سمیٹے۔ مگر کامیاب نہ ہوا۔ اور آخر عمر تک اس کا پاؤں اسی طرح دراز رہا۔ (اس کی وجہ یہ ہے۔ کہ وہ مرید یہ سمجھتا تھا۔ کہ شیخ کا پاؤں پھیلانا یا سمیٹنا دوسرے عام لوگوں کی طرح ہے۔)

ایک منکر شخص نے آپ کی خدمت میں آ کر عرض کی۔ کہ مجھ کو فلاں مسئلہ سمجھائیں۔ آپ نے اس کے انکار کو کشف کی رو سے دیکھ کر فرمایا۔ کہ فلاں پہاڑ کی غار میں میرا ایک دوست ہے۔ اس کے پاس جاؤ اور سوال کرو۔ وہ تمہارے مسئلہ کا حل کر دے گا۔ چنانچہ وہ شخص غار میں گیا۔ تو ایک بہت بڑا اژدہا جو غصہ میں بھرا ہوا تھا۔ وہاں دیکھا۔ اور دیکھتے ہی سخت ڈر کے مارے پاخانہ نکل گیا اور بے تحاشہ وہاں سے بھاگا۔ جوتیاں وہیں رہ گئیں۔ اور آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر پاؤں پر گر پڑا۔ آپ نے فرمایا۔ سبحان اللہ۔ کیا تو اپنی جوتی بھی نہ سنبھال سکا۔ محض ایک مخلوق سے ڈر کر تیرا پاخانہ نکل گیا۔ تو پھر خدا کی ہیبت کا مسئلہ میں تجھ کو کس طرح کشف کرا سکتا ہوں۔ حالانکہ تو انکار کے طور پر میرے پاس آیا تھا۔

اسی طرح ایک اور شخص کو آپ کے حق میں انکار تھا۔ اور کہا کرتا تھا۔ کہ جو جو ریاضت وہ کرتے ہیں میں بھی کرتا ہوں۔ لیکن وہ ایسی باتیں بیان کرتے ہیں۔ جن سے میں محروم ہوں۔ آپ کو اس حالت سے آگاہی تھی۔ چنانچہ ایک دن اس نے آپ کی خدمت میں حاضر ہونے کا ارادہ کیا۔ مگر آپ نے اس کی طرف منہ کر کے ایک پھونک ماری۔ جس سے وہ اسی جگہ بے ہوش ہو گیا۔ اور اسی حالت بیہوشی اور سہم میں اس کے کپڑے بھی ناپاک ہو گئے۔ جب تین دن کے بعد وہ ہوش میں آیا۔ تو غسل کر کے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ ہاتھیوں کا بوجھ گدھوں پر نہیں رکھا جاتا۔

شیخ ابو سعید نے ایک دفعہ آپ کا امتحان کرنا چاہا۔ آپ نے ان کو اپنے ایک مرید

کے پاس جانے کی ہدایت کی ۔جس کا نام بھی ابوسعید ہی تھا۔جب وہ آپ کے مرید بوسعید کے پاس پہنچے ۔تو دیکھا کہ بھیڑیئے ان کی بکریوں کی حفاظت کر رہے ہیں۔ اور نماز میں مشغول ہیں۔آپ کے مرید نے فارغ ہونے کے بعد پوچھا۔کہ تم کیا چاہتے ہو شیخ ابوسعید نے کہا۔کہ گرم روٹی اور انگور درکار ہیں۔آپ کے مرید کے ہاتھ میں لکڑی تھی۔فوراً اس کو توڑ کر دونوں حصے زمین میں گاڑ دیئے ۔اسی وقت اس میں قدرت الٰہی سے انگور لگ گئے ۔مگر جو حصہ شیخ ابوسعید کے سامنے تھا' اس میں انگور سیاہ رنگ کے تھے ۔اور جو حصہ آپ کے مرید کے سامنے تھا۔اس میں انگور سفید رنگ کے تھے ۔ابوسعید نے پوچھا۔کہ رنگت میں فرق کی وجہ کیا ہے۔فرمایا کہ تم نے امتحان کے طور پر چاہا۔اور میں نے یقین کے طور پر۔اس لئے ہر چیز کا رنگ اس کے حال کے لائق ہوتا ہے۔اس کے بعد ایک کمبل شیخ ابوسعید کو دے کر کہا۔کہ اس کو حفاظت سے رکھنا۔چنانچہ ابوسعید جب حج کو گیا۔تو عرفات میں وہ کمبل گم ہو گیا۔

جب وہ حج سے واپس بسطام آئے تو وہی کمبل اس چرواہے ابوسعید کے پاس تھا۔

نقل ہے۔کہ لوگوں نے آپ سے پوچھا۔کہ آپ کا پیر کون ہے۔فرمایا کہ ایک بوڑھی عورت۔پوچھا کس طرح۔فرمایا کہ ایک دن میں حالت وجد میں غلبہ شوق سے اپنے حال میں نہ تھا۔اس وقت ایک عورت آئی۔اور آٹے کا ایک برتن میرے حوالے کر کے کہنے لگی۔کہ اس کو ذرا رکھ لینا۔میں چونکہ اپنے حال میں نہ تھا۔ایک شیر کو اشارہ کیا۔وہ آیا تو برتن آٹے کا اس کی پشت پر رکھ دیا۔اس کے بعد میں نے اس بوڑھی عورت سے پوچھا۔کہ جب تم شہر میں پہنچو گی۔تو کیا کہو گی۔کہ میں نے کس کو دیکھا۔اس نے کہا۔کہوں گی کہ ایک رعنا ظالم کو دیکھا۔میں نے پوچھا کہ کس طرح۔اس نے کہا۔کہ یہ شیر مکلّف ہے؟ کیا یہ ظلم نہیں۔میں نے کہا کہ نہیں۔اس نے کہا کہ جس کو خدا نے تکلیف نہیں دی۔تم اس کو تکلیف دیتے ہو۔یہ ظلم نہیں تو کیا ہے میں نے کہا۔کہ نہیں۔پھر اس نے کہا کیا تو یہ چاہتا ہے۔کہ شہر کے لوگ یہ

سمجھیں۔ کہ یہ شیر تیرا فرمانبردار ہے اور تو صاحب کرامات میں نے کہا کہ ہاں۔ تب میں نے توبہ کی۔ کیونکہ اس عورت کی یہ بات میری پیرومرشد بن گئی۔ اس کے بعد میں ایسا ہو گیا۔ کہ جب کوئی علامت یا کرامت ظاہر ہوتی۔ تو اس کی تصدیق خداوند کریم سے چاہتا۔ اور اسی وقت ایک نوری عبارت بخط سبز ظاہر ہوتی جس پر یہ لکھا ہوتا۔ لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ. نُوْحٌ نَّجِیُّ اللّٰہُ. اِبْرَاھِیْمُ خَلِیْلُ اللّٰہِ مُوْسٰی کَلِیْمُ اللّٰہُ عِیْسٰی رُوْحُ اللّٰہُ عَلَیْھِمُ الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ چنانچہ انہی پانچ گواہوں کے بعد پھر کسی اور شہادت کی ضرورت نہ رہتی۔

شیخ احمد حضرت خضرویہؒ کہتے ہیں۔ کہ میں نے اللہ تعالیٰ کو خواب میں دیکھا۔ کہ اللہ تعالیٰ مجھ کو فرما رہا ہے کہ سب لوگ مجھ سے کچھ طلب کرتے ہیں۔ لیکن بایزید مجھ سے مجھ ہی کو طلب کرتا ہے۔

ایک دفعہ شفیق بلخیؒ اور ابوتراب بلخیؒ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ کھانا کھانے کے وقت شیخؒ کا ایک مرید بھی پاس تھا۔ شفق بلخیؒ نے کہا۔ کہ آؤ تم بھی کھانا کھاؤ۔ مگر مرید نے انکار کیا۔ اور کہا کہ میں روزے سے ہوں۔ روزہ نہیں کھول سکتا۔ پھر ابوترابؒ نے کہا۔ کہ آؤ ہمارے ساتھ کھانا کھا کر ایک ماہ کے روزوں کا ثواب حاصل کرو۔ مگر مرید نے پھر انکار کیا۔ پھر شفیقؒ نے کہا۔ کہ آؤ کھانا کھا کر ایک سال کے روزوں کا ثواب حاصل کرو۔ مرید نے تب بھی انکار کیا۔ آخر آپ نے فرمایا۔ کہ راندہ درگاہ ہے۔ اس کو چھوڑ دو۔ چنانچہ چند دنوں کے بعد چوری کے جرم میں وہ مرید پکڑا گیا۔ اور دونوں ہاتھ اس کے کاٹ ڈالے گئے۔

ایک روز شیخؒ جامع مسجد میں اپنا عصا ہمراہ لے گئے۔ مگر وہیں بھول آئے۔ وہاں سے ایک بوڑھی عورت نے عصا اٹھا کر آپ کی خدمت میں پہنچا دیا۔ آپ نے اس عورت سے معافی طلب کی۔ کہ تم کو تکلیف ہوئی۔

ایک دفعہ ایک شخص نے ''حیا'' کے متعلق سوال کیا۔ آپ نے ایسا جواب دیا کہ وہ

شخص قدرت خداوندی سے شرم کے مارے فی الحقیقت پانی بن گیا۔ اس کے بعد ایک مرید آیا۔ اس نے پانی دیکھ کر پوچھا۔ کہ یہ پانی کیسا ہے۔ آپ نے فرمایا۔ کہ ایک شخص نے حیا کے متعلق سوال کیا تھا۔ جواب کی طاقت نہ رکھنے کے باعث وہ پانی ہو گیا ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں دریائے دجلہ پر گیا۔ تو دریا کا پانی اکٹھا ہو گیا۔ میں نے کہا کہ اس پر غرور نہیں کرتا۔ کہ مجھے ذرا سی چیز میں بھلا دو تیس سال کے عرصے میں ذرا سی چیز کے متعلق بھی میں نے کچھ نہیں کیا۔ مجھ کو کرامت کی ضرورت نہیں۔ کریم درکار ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا۔ کہ عورتوں سے مجھ کو بچائے رکھ۔ پھر میں نے کہا کہ یہ سوال غلط ہے۔ جبکہ حضور شارع علیہ الصلوۃ والسلام نے نہیں چاہا۔ چنانچہ محض اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے مجھ کو بچا لیا۔ میرے سامنے عورت اور دیوار کی ہستی یکساں ہیں۔

روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ آپ نے ایک امام کے پیچھے نماز ادا کی۔ نماز کے بعد امام نے پوچھا کہ آپ نہ تو کوئی کام کرتے ہیں۔ نہ کسی سے کچھ لیتے ہیں۔ پھر تم کھاتے کہاں سے ہو۔ فرمایا کہ پہلے مجھ کو دوبارہ نماز کی قضا ادا کر لینے دو۔ ایسے شخص کی اقتداء میں نماز جائز نہیں۔ جو روزی دینے والے کو بھی نہیں جانتا۔

فرمایا۔ کہ بعض آدمی میری زیارت کو آتے ہیں۔ لیکن اس کا نتیجہ ان پر لعنت ہوتی ہے اور بعض آدمی رحمت لے کر جاتے ہیں۔ پوچھا کیسے۔ فرمایا کہ ایک آدمی ایسے وقت آتا ہے۔ کہ میں ہوش میں نہیں ہوتا وہ میری حالت دیکھ کر غیبت کرتے ہیں۔ دوسرا آتا ہے جو حق کو غالب دیکھ کر مجھ کو معذور سمجھتا ہے۔ اور رحمت کا موجب بنتا ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ قیامت جلدی آئے۔ اور میں اپنا خیمہ دوزخ

کے کنارے پر لگا کر بیٹھ جاؤں۔تا کہ دوزخ مجھ کو دیکھ کر پست ہو جائے۔اور میں خلقت کے لئے راحت کا سبب بنوں۔حاتم اصم اپنے مریدوں کو کہا کرتے تھے۔کہ تم میں سے جو شخص قیامت کے دن اہل دوزخ کا شفیع نہ ہو۔صرف وہ میرا مرید بنے۔کسی نے یہ بات بایزید کے کانوں تک پہنچائی۔تو آپ نے فرمایا۔کہ میرا مرید وہ ہے۔جو دوزخ کے کنارے پر کھڑا ہو جائے۔اور جس کو دوزخ میں لے جائیں۔اس کو پکڑ کر بہشت میں کر دے۔اور اس کی جگہ خود دوزخ میں چلا جائے۔

لوگوں نے پوچھا۔کہ باوجود اس رحمت و فضل کے جو اللہ تعالیٰ نے آپ پر کیا ہے۔آپ خلقت کو خدا کی طرف کیوں دعوت نہیں دیتے۔فرمایا جس کسی کو وہ رد کر دے بایزید کس طرح بلا سکتا ہے۔

ایک دفعہ ایک بزرگ آپ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔تو دیکھا کہ آپ سر کو گھٹنوں میں دیئے ہوئے تفکر میں بیٹھے ہوئے ہیں۔جب آپ نے سر اٹھایا۔تو اس بزرگ نے پوچھا۔کہ تم نے کیا کیا فرمایا کہ اپنی فنا میں سر کو نیچے ڈال دیا تھا۔اللہ تعالیٰ کی بقا میں سر کو اوپر اٹھالیا۔

ایک روز جمعہ میں خطیب نے یہ آیت پڑھی وَمَا قَدَرُ اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِہٖ سنتے ہی آپ پر کچھ ایسی کیفیت طاری ہوئی۔کہ منبر کے ساتھ سر مار مار کر بے ہوش ہو گئے۔پھر فرمایا کہ جب مجھ کو معلوم تھا۔تو اس کاذب گدا کو کہاں لے آیا۔کہ تیری معرفت کا دعوے کرے۔

ایک دفعہ آپ کو کانپتے ہوئے دیکھ کر آپ کے مرید نے پوچھا۔کہ کیوں کانپ رہے ہیں۔فرمایا کہ تیس سال تک راہ صدق و صفا میں قدم رکھے۔مسجدوں کی خاک ڈاڑھیوں سے صاف کرے اور بحر تفکر میں غوطہ زن رہے۔تب تجھ کو معلوم ہو۔

فرماتے ہیں۔کہ جب پہلی مرتبہ میں حج کو گیا۔تو خانہ کعبہ کو دیکھا۔دوسری بار گیا۔تو صاحب خانہ کو دیکھا۔تیسری بار جب گیا۔تو خانہ کعبہ نظر آیا اور نہ ہی صاحب خانہ۔

مطلب یہ کہ ذات حق میں اس درجہ گم ہو گئے تھے کہ سوائے حق کے اور کچھ دکھائی ہی نہ دیتا تھا۔ ایک دفعہ کسی شخص نے آپ کے دولت خانہ پر جا کر آپ کو آواز دی۔ آپ نے پوچھا۔ کس کو بلاتے ہیں۔ اس نے کہا۔ کہ بایزیدؒ کو۔ فرمایا کہ تیس سال ہونے کو آئے۔ میں خود بایزید کی تلاش میں ہوں۔ مگر اس کا کچھ بھی کہیں نام ونشان نہیں ملتا۔ یہ بات کسی نے ذوالنون مصری سے بیان کی۔ انہوں نے فرمایا۔ کہ اللہ تبارک وتعالیٰ میرے بھائی بایزید کو بخشے ایک جماعت ایسی ہے۔ جو حق تعالےٰ کی ذات میں گم ہو گئی ہے۔ اور وہ بھی انہی میں سے ایک ہیں۔

ایک دفعہ لوگوں نے عرض کیا۔ کہ حضرت اپنے کچھ مجاہدات بیان فرمائیں۔ فرمایا اگر بہت بڑی بات بتاؤں تو تم اس کی طاقت نہیں رکھتے۔ اس لئے تھوڑی سی بات بتاتا ہوں۔ اور وہ یہ کہ ایک دن اپنے نفس کو میں نے کسی بات کا حکم دیا۔ لیکن نفس نے سرکشی کی۔ جس کی سزا میں ایک سال تک میں نے نفس کو پانی نہ دیا۔ اور کہا کہ اے نفس یا تو فرمانبرداری اختیار کر یا پیاس سے مر جا۔

لوگوں نے پوچھا۔ کہ اس کے حق میں جس کا حجاب حق ہے۔ آپ کیا فرماتے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ اس کو لازم ہے کہ خود نہ رہے۔ اور نہ ہی اس کی عقل باقی رہے۔ تب کشف ہوگا۔

آپ کے استغراق کا یہ عالم تھا۔ کہ ایک مرید کو جو بیس سال سے ایک دم کے لئے آپ سے جدا نہ ہوا تھا۔ جب بلاتے تو اس سے اس کا نام دریافت فرماتے۔ ایک دن اس مرید نے عرض کی۔ کہ حضرت شاید آپ مذاق میں ایسا کرتے ہیں۔ بیس ۲۰ سال سے آپ کی خدمت میں ہوں۔ اور ہر روز میرا نام دریافت فرماتے ہیں۔ فرمایا کہ میں مذاق نہیں کرتا۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے نام نے تمام ناموں کو میرے ذہن سے فراموش کر دیا ہے۔ اگرچہ میں تیرا نام یاد کرتا ہوں۔ لیکن پھر بھول جاتا ہوں۔ لوگوں نے پوچھا۔ کہ آپ نے یہ درجہ کس طرح حاصل کیا۔ فرمایا کہ بچپن میں ایک

رات میں گھر سے باہر نکلا تو چاند پوری آب و تاب سے چمک رہا تھا۔ اور ساری دنیا محو آرام تھی۔ اس وقت میں نے ایک دربار دیکھا جس کے مقابلے میں تمام جہان ذرہ کی مانند معلوم ہوتا تھا۔ دل میں ایک کیفیت سی پیدا ہوئی۔ اور ایک عجیب حالت وارد ہو گئی۔ میں نے کہا کہ خداوندا تیری اس قدر عالی شان درگاہ مگر خالی۔ اس قدر اعلےٰ مگر پنہاں۔ اسی وقت ہاتف نے آواز دی۔ کہ دربار کے خالی ہونے کی وجہ یہ ہے۔ کہ کوئی اس طرف نہیں آتا۔ اس واسطے ہم بھی نہیں چاہتے۔ کہ ہر کوئی ہاتھ منہ دھوئے' اس درگاہ میں داخل ہو پھر میں نے نیت کی۔ تمام خلقت کو چاہوں۔ پھر خیال آیا کہ مقام شفاعت سیدنا و مولانا حضرت محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم کے لئے ہے۔ اور میں نے ادب کا لحاظ رکھا۔ اسی وقت ایک آواز سنی۔ کہ اس ادب کی وجہ سے ہم نے تمہارا نام بلند کیا۔ کہ قیامت تک لوگ نہ بھولیں گے۔ یعنی سلطان العارفین بایزید بسطامیؒ۔

روایت ہے۔ کہ چند لوگوں نے ابو منظر قشیریؒ سے کہا۔ کہ بایزید نے یہ حکایت بیان کی ہے۔ کہ کل میں نے ارادہ کیا۔ کہ کرم ربوبیت سے طلب کروں کہ دامن غفران میں اولین و آخرین کے گناہوں کو چھپالوں۔ لیکن پھر مجھ کو شرم آئی۔ کہ یہ مقام سفارش صاحب شریعت علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ہے اس پر تصرف کرنا خلاف ادب ہے۔ یہ سن کر قشیریؒ نے کہا۔ کہ اسی بلند ہمتی کی وجہ سے وہ اوج شرف پر پرواز کرتے ہیں۔

فرماتے ہیں۔ کہ میں چاہتا ہوں۔ کہ عمر بھر میں کم از کم ایک نماز ایسی پڑھوں۔ جو اللہ تبارک و تعالیٰ کی درگاہ کے شایان ہو۔ مگر افسوس میں نہیں پڑھ سکتا۔ ایک رات میں عشاء سے صبح تک چار رکعت پڑھتا۔ جب فارغ ہوتا۔ تو کہتا کہ اس سے بہتر طور پر پڑھنی چاہئے۔ پھر مجبور ہو کر کہتا کہ خداوندا میں نے کوشش کی۔ مگر کامیاب نہ ہوسکا۔ فرماتے ہیں کہ چالیس سال کی ریاضت کے بعد ایکدفعہ ایک دست حجاب اٹھا۔

میں نے عاجزی اور زاری سے کام لیا کہ مجھ کو راہ دیں۔ مگر خطاب آیا۔ کہ شکستہ کوزہ اور پوستین کے ساتھ تجھ کو اجازت نہیں مل سکتی۔ میں نے اسی وقت کوزہ اور پوستین پھینک دی۔ اس وقت آواز آئی۔ کہ بایزید ان بدعقیوں کو کہدے۔ کہ بایزید نے چالیس سال کی ریاضت شاقہ کے بعد جب تک شکستہ کوزہ اور پوستین کو پارہ پارہ کر کے پھینک نہ دیا۔ درگاہ میں بار نہ پایا۔ پھر تم اس قدر علائق دنیوی میں پھنسے ہوئے لوگو جنھوں نے طریقت کو دام و دانہ بنا رکھا ہے۔ ہرگز ہرگز بار نہ پاسکو گے۔

ایک دفعہ صبح کے وقت ایک شخص دیکھ رہا تھا۔ کہ بایزید کیا کرتے ہیں۔ ایک بار آپ نے اللہ کہا اور گر پڑے جس سے خون جاری ہو گیا۔ لوگوں نے پوچھا کہ یہ کیا حالت تھی۔ فرمایا ندا آئی۔ تو کون ہے جو ہماری باتیں کرتا ہے۔

ایک رات عشاء کی نماز کے بعد صبح تک پاؤں کی انگلیوں کے سہارے کھڑے رہے اور آنکھوں سے خون ٹپک رہا تھا۔ خادم یہ حال دیکھ رہا تھا۔ بڑا تعجب ہوا۔ صبح کو آپ سے دریافت کیا کہ یہ کیا حال تھا اس میں سے کچھ خاکسار کو بھی حصہ عطا فرمائیں۔ فرمایا کہ پہلا قدم جو میں نے اٹھایا تو عرش پر پہنچا۔ لیکن اس کو بھوکے بھیڑیے کی طرح خالی پیٹ پایا۔ میں نے کہا کہ اے عرش تیرا پتہ تو اَلرَّحمٰنُ عَلَی الْعَرْشِ اسْتَوٰی ملتا ہے۔ دکھا تو کیا رکھتا ہے۔ عرش نے کہا کہ ہم بھی تمہارے دل کا نشان دیتے ہیں اَنَا عِندَ الْمُنکَسِرِ قُلُوبِهِمْ (میں متواضع اور منکسر القلب شخصوں کے پاس ہوں) آسمان والے زمین والوں سے طلب کرتے ہیں۔ اور زمین والے آسمان والوں سے۔ بوڑھے جوانوں سے اور جوان بوڑھوں سے دریافت کرتے ہیں۔ زاہد خراباتی سے۔ اور خراباتی زاہد سے پوچھتا ہے۔ پھر فرمایا کہ مقام قرب پر پہنچا تو حکم ہوا۔ کہ مانگ کیا مانگتا ہے۔ میں نے کہا میری کوئی خواہش نہیں۔ بجز اس کے کہ تجھ کو حاصل کروں۔ جواب ملا۔ کہ جب تک بایزید کا وجود ذرہ بھر بھی درمیان ہے یہ خواہش پوری نہ ہو سکے گی۔ اپنے نفس کو چھوڑو اور آؤ۔ میں نے عرض کیا کہ

بغیر کوئی کلمہ کہے نہ جاؤں گا۔ فرمایا کہو کیا چاہتے ہو۔ عرض کیا کہ تمام خلقت پر رحم کر حکم ہوا کہ غور سے دیکھو۔ جب میں نے غور سے دیکھا۔ تو کسی مخلوق کو بغیر شفیع کے نہ پایا۔ اور اللہ تعالیٰ کو اپنے آپ سے ان پر زیادہ مہربان پایا۔ چنانچہ خاموش ہو گیا۔ اس کے بعد میں نے کہا۔ کہ ابلیس پر بھی رحم کرو فرمایا۔ تو گستاخی کرتا ہے۔ خاموش ہو جا۔ وہ آگ سے ہے۔ آگ کے لئے آگ درکار ہے۔ تو اس بات کی کوشش کر کہ اپنے آپ کو آگ کے قابل بنانے کی طرف توجہ نہ کرے۔ کہ اس کی (آگ کی) طاقت تو نہیں رکھتا۔

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے دو ہزار مقام میں مجھ کو اپنے سامنے حاضر کیا۔ اور ہر مقام میں ایک مملکت مجھ کو پیش کی۔ مگر میں نے قبول کرنے سے انکار کیا۔ آخر کار پوچھا گیا کہ تو کیا خواہش رکھتا ہے۔ میں نے کہا میری کوئی خواہش نہیں۔ لوگ بیان کرتے ہیں۔ کہ جب کوئی شخص آپ کی خدمت میں آ کر دعا کا سائل ہوتا۔ تو آپ فرماتے کہ الٰہی تو ان کا خالق ہے اور یہ تیری مخلوق۔ میں کون ہوں جو تیرے اور تیری خلقت کے درمیان واسطہ بنوں۔ پھر اپنے آپ سے کہتے کہ وہ واقف اسرار ہے۔ مجھ کو اس فضول بات سے کیا کام۔

ایک شخص نے التماس کیا۔ کہ مجھے کوئی ایسی بات بتائیں۔ جو میری مخلصی کا موجب بنے۔ فرمایا کہ اس بات کو اچھی طرح دل میں جگہ دے لے۔ کہ اللہ تعالیٰ تیرے ہر قول و فعل کو دیکھتا اور جانتا ہے۔ اور تیرے عمل سے بے نیاز ہے۔

ایک دفعہ آپ کہیں جا رہے تھے۔ کہ ایک نوجوان نے آپ کے قدم پر قدم رکھ کر کہا۔ کہ یوں شیخ کے قدم پر قدم اٹھا کرتے ہیں۔ ایک پوستین آپ کی بغل میں تھی۔ اس نے کہا کہ یا شیخ ایک ٹکڑا اس میں سے مجھ کو عنایت فرمائیں۔ تا کہ آپ کی برکات مجھ کو بھی پہنچیں۔ فرمایا اگر تو بایزید کی پوستین پہن لیگا تو تجھ کو کوئی فائدہ نہ ہوگا جب تک بایزیدؒ جیسا کام نہ کرے۔

ایک دفعہ آپ نے ایک شوریدہ سر کو یہ کہتے ہوئے سنا۔ کہ ''خداوندا'' میری طرف دیکھ'' آپ نے نہایت جوش اور غیرت سے کہا کہ تو اچھا منہ رکھتا ہے کہ وہ تیری طرف دیکھے۔ اس نے کہا۔ کہ اے شیخ میں اسی لئے تو کہہ رہا ہوں۔ کہ وہ میری طرف دیکھے تا کہ میرا منہ عمدہ ہو جائے۔ یہ بات آپ کو بہت پسند آئی۔ اور کہا کہ تو سچ کہتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ میں نے ستر زنار اپنی کمر سے کھولے۔ ایک باقی رہ گیا۔ ہر چند کوشش کی۔ مگر وہ زنار نہ ٹوٹا آخر درگاہ الٰہی میں زاری کی۔ کہ مجھ کو قوت دے کہ اس کو بھی توڑ ڈالوں۔ آواز آئی کہ اس کا توڑنا تیرا کام نہیں۔

فرماتے ہیں کہ میں نے تمام ہاتھوں سے اللہ کو ڈھونڈا۔ مگر جب تک بلا کے ہاتھ سے نہ ڈھونڈا۔ نہ ملا۔ تمام قدموں سے اس کی راہ میں گیا۔ مگر جب تک دل کے قدموں سے نہ گیا۔ منزل پر نہ پہنچ سکا۔

فرماتے ہیں کہ تیس ۳۰ سال سے کہتا تھا۔ ایسا کر ویسا کر۔ مگر جب معرفت کے پہلے قدم پر پہنچا۔ تو میں نے کہا کہ ابھی تو میرا بن جا۔ اور جو چاہے کر۔

فرماتے ہیں۔ ایک بار میں نے اس کی بارگاہ میں مناجات کی اور کہا کہ کس طرح تیری رسائی ہو۔ آواز سنی کہ ''بایزید پہلے اپنے آپ کو تین طلاق دے۔ پھر ہمارا نام لے''۔

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ مجھ سے ستر سال کا حساب طلب کرے گا۔ تو میں اس سے ستر ہزار سال کا حساب لوں گا۔ کیونکہ ستر ہزار سال میں اس نے اَلَسْتُ بِرَبِّکُمْ کہہ کر سب کو شور میں ڈال دیا۔ بلیٰ کہنے سے۔ یہ تمام شور جو زمین و آسمان میں ہے شوق الست سے ہے۔ اس کے بعد خطاب آیا۔ کہ جواب سنو۔ روز قیامت ہم تمہارے ہفت اندام کو ذرہ ذرہ کر کے ہر ذرہ کو دیدار دکھائیں گے۔ میں کہتا ہوں کہ یہ ستر ہزار سال کا حساب ہے۔ اور حاصل و باقی کو ہم تیرے پاس رکھیں گے۔

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالےٰ بہشت کے آٹھوں دروازے میری جھونپڑی پر کھول دے۔ اور دونوں عالم کی ولایت جاگیر کے طور پر مجھ کو مل جائے۔ تو بھی میں اس ایک آہ کو جو صبح کے وقت اس کے شوق میں میری جان سے نکلتی ہے نہ دوں۔ بلکہ ایک سانس کو بھی جو درد سے لیتا ہوں۔ کائنات کے عوض بھی نہ دوں۔

فرماتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ محشر کے دن دیدار نہ دیگا۔ تو میں اس قدر زاری کروں گا کہ اہل دوزخ کو اپنا عذاب فراموش ہو جائے گا۔

فرماتے ہیں کہ ہم سے پہلے لوگ کسی نہ کسی چیز کی طرف مائل ہوئے ہیں لیکن ہم کسی طرف مائل نہیں ہوئے۔ بلکہ یکبارگی ہم نے اپنے آپ کو اس کی ذات پر نثار کر دیا۔ اور ہم اپنے آپ کو اپنے لئے نہیں چاہتے۔

فرماتے ہیں۔ اگر ہماری صفت کا ایک ذرہ بھی جنگل میں ڈال دیا جائے۔ تو ساتوں آسمان اور زمینیں تہ و بالا ہو جائیں۔

فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ نے چاہا۔ کہ ہم کو دیکھے۔ مگر ہم نے چاہا کہ اس کو دیکھیں یعنی بندے کی کوئی خواہش نہیں ہوتی۔ چالیس سال تک میں دنیا کی طرف متوجہ رہ کر اہل دنیا کو اللہ تعالیٰ کی طرف دعوت دیتا رہا لیکن ایک شخص بھی نہ آیا لیکن جب میں لوگوں سے منہ پھیر کر حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوا۔ تو اہل دنیا کو اپنے آپ سے پہلے وہاں موجود پایا۔ مطلب یہ ہے کہ خلقت کے حق میں اپنی عنایت کے مقابلے میں اللہ تعالیٰ کی عنایت کو زیادہ پایا۔ جس بات کا میں خواہشمند تھا میری التجا سے پہلے ہی اللہ تعالیٰ نے خود بخود ان کو دے دیا۔

فرماتے ہیں کہ سانپ کے کینچلی اتارنے کی مانند جب میں بایزید سے نکلا۔ تو دیکھا کہ عاشق و معشوق ایک ہی (ذات کے دو جلوے) ہیں۔ کیونکہ توحید کے عالم میں ایک ہی کو دیکھا جا سکتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ بہت سے مقامات مجھ کو نظر آئے۔ لیکن جب غور کیا۔ تو اپنے آپ کو

ضرب اللہ کے مقام میں پایا۔

فرماتے ہیں۔ کہ اللہ تعالیٰ تیس ۳۰ سال تک میرا آئینہ بنا رہا۔لیکن اب میں خود اپنا آئینہ ہوں۔ مطلب یہ کہ جو کچھ میں تھا۔ وہ نہیں رہا۔ کیونکہ میں اور ''حق'' شرک ہے۔ جب میں نہ رہا۔تو اللہ تعالیٰ اپنا آئینہ ہے۔اور یہی میں کہتا ہوں۔ کہ میں اپنا آئینہ آپ بن گیا۔ یہ جو بات میں کرتا ہوں۔ دراصل وہ آپ ہے۔ میں بیچ میں نہیں ہوں۔

فرماتے ہیں کہ کئی سالوں تک میں بارگاہ الٰہی کا مجاور بنا رہا۔لیکن بجز اس کے کہ ہیبت اور حیرت نصیب ہو۔ کچھ حاصل نہ ہوا۔

فرماتے ہیں کہ جب میں بارگاہ عزت میں پہنچا۔تو کوئی رکاوٹ نہ ہوئی۔ کیونکہ اہل دنیا تو دنیا میں مشغول تھے اہل آخرت اور محجوب لوگ آخرت میں۔ اہل دعوے اپنے دعوے امیں۔ اہل تصوف اور اہل طریقت کچھ کھانے پینے میں اور کچھ رقص و سماع میں مشغول تھے۔ وہ راہ کو طے کر چکے تھے۔قوم کے پیشرو تھے۔اور دریائے حیرت میں غرق ہو چکے تھے۔

فرماتے ہیں۔ کہ مدت تک کعبہ کا طواف کرتا رہا۔لیکن جب خدا تک پہنچ گیا۔تو خانہ کعبہ میرا طواف کرنے لگا۔

فرماتے ہیں۔ کہ ایک رات میں اپنے دل کو طلب کرتا رہا۔مگر نہ پایا صبح کو ندا آئی۔ کہ بایزید ہم سے ہمارے سوا کوئی اور چیز طلب کرتا ہے۔ دل سے تجھ کو کیا واسطہ۔

فرماتے ہیں کہ مرد وہ نہیں ہے جو کسی چیز کے پیچھے چلے۔ بلکہ وہ شخص مرد ہے' جو جہاں کہیں بھی ہو چیزیں اس کے گرد دوڑیں۔ اور جس چیز سے خطاب کرے۔ اسی سے جواب سنے۔

فرماتے ہیں کہ خداوند کریم نے مجھ کو ایسا مرتبہ عطاء کیا۔ کہ تمام کی تمام کائنات کو اپنی دو انگلیوں میں دیکھتا ہوں۔

فرماتے ہیں کہ مرید کو جب اطاعت کا مزہ دیا جاتا ہے۔تو وہ خوش ہوتا ہے لیکن یہی خوشی اس کے لئے ایک حجاب بن جاتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ عارف کا ادنے سے اونے درجہ یہ ہے۔ کہ اس میں اللہ تعالیٰ کی صفات پائی جاتی ہیں۔

فرماتے ہیں کہ اگر مجھ کو خلقت کے گناہوں کے عوض آگ میں جلایا جائے۔اور میں صبر کروں۔پھر بھی اس وجہ سے مجھ کو اس کی محبت کا دعویٰ ہے (میں کہوں گا) کہ میں نے کچھ کام نہیں کیا۔اور اگر میرے اور ساری خلقت کے گناہ بخش دئے جائیں تو (یہ کام) اس کی رحمت کے مقابلے میں بالکل ہیچ ہے۔

فرماتے ہیں۔کہ گناہ سے ایک دفعہ توبہ کی جاتی ہے۔مگر معرفت سے ہزار مرتبہ توبہ کی جاتی ہے۔مطلب یہ کہ اطاعت میں خود پسندی گناہ سے زیادہ بدتر ہے۔

فرماتے ہیں کہ عارف کے کمال کا درجہ یہ ہے۔کہ وہ محبت میں جلتا ہو۔

فرماتے ہیں کہ ازلی علم کا دعویٰ کرنا اس شخص کو زیبا ہے جو سب سے پہلے نور کا جلوہ اپنے آپ پر دکھا سکے۔

فرماتے ہیں کہ ابتداء میں میں نے دنیا کو دشمن سمجھا۔اور خدا کریم کے حضور میں گیا۔ یعنی مخلوقات کو ترک کر کے خالق کو اختیار کیا۔پھر اللہ تعالیٰ کی محبت نے مجھ پر جب غلبہ کر لیا۔تو میں اپنے آپ کو بھی دشمن سمجھنے لگا۔مگر جب درمیانی رکاوٹوں کو دور کر دیا۔تو خدائے کریم کی مہربانی کے بقا کی محبت حاصل ہوئی۔

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ایسے بندے بھی ہیں۔اگر ان کے سامنے بہشت پیش کی جائے۔تو وہ اس قدر فریاد کریں جتنی کہ دوزخ کے لوگ دوزخ سے کرینگے۔

فرماتے ہیں کہ سچا عابد اور سچا عامل وہ شخص ہے۔جو کوشش کی تلوار سے اپنی تمام مرادوں کو قتل کر دے۔اور تمام خواہشوں اور تمناؤں کو اللہ تعالیٰ کی محبت میں تباہ و برباد کر دے۔اور خداوند کریم کی رضا پر راضی رہے۔اور محض اس بات کی خواہش

کرے۔جس کا حق تعالیٰ شاہد ہو۔

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی محبت کا ایک ذرہ بھر بہشت کے ہزاروں محلوں سے بدر جہا بہتر ہے۔

لوگوں نے عرض کیا۔کہ کیا اللہ تعالیٰ لوگوں کو اپنی رضامندی سے بہشت میں نہیں لے جاتا۔فرمایا۔ہاں جب وہ کسی کو اپنی رضاء دیتا ہے۔تو بہشت کو لے کر وہ کیا کرے گا۔(اس کی رضاء کے مقابلے میں بہشت بے معنی ہے)۔

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی یگانگت بہت سے لوگوں کو عاجز کر دیتی ہے۔اور بہت سے عاجزوں کو مرد بنا دیتی ہے۔

فرماتے ہیں کہ کوئی گناہ تم کو اس قدر نقصان نہیں پہنچا سکتا جس قدر کہ ایک مسلم بھائی کو بے عزت کرنا۔

فرماتے ہیں کہ دنیا اہل دنیا کے کے لئے سرتا سر غرور ہے۔مگر آخرت اہل آخرت کے لئے سرتا سر سرور ہے اور اللہ تعالیٰ کی دوستی اہل معرفت کے لئے سراسر نور ہے۔

فرماتے ہیں کہ جب عارف چپ ہو جاتا ہے۔تو اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے بات کرے جب وہ آنکھوں کو بند کرتا ہے۔تو مطلب یہ ہوتا ہے۔کہ آنکھ کھولنے پر دیدار حق کا جلوہ دیکھے۔اور سر بزانو ہونیکے وقت اس کی خواہش یہ ہوتی ہے۔کہ اسرافیل علیہ السلام کے صور پھونکنے تک سر کو نہ اٹھائے۔کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات سے اس کی امیدیں وابستہ ہوتی ہیں۔

فرماتے ہیں کہ معرفت حق تعالیٰ کی نشانی یہ ہے۔کہ عارف دنیا سے نفرت کرتا ہے۔اور اس کی معرفت میں خاموش ہو جاتا ہے۔اور جو شخص مبتلائے حق ہے وہ خود ہی ہر دو عالم سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ورنہ اللہ تعالیٰ اس سے کچھ دریغ نہیں رکھتا۔

فرماتے ہیں کہ عشق الہٰی نے ماسواء کو دور کر دیا۔اور اس کا نشان تک باقی نہ رہنے دیا۔جب تک کہ اللہ تعالیٰ کی طرح یگانہ نہ ہو گیا۔

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

کامل ہوجاتی۔

فرماتے ہیں۔ کہ لوگوایسی کوشش کرو۔ کہ تم کوسوائے حق کے اور کچھ دکھائی ہی نہ دے۔اور حق کے ساتھ تمہاری ساری عمر بسر ہوجائے۔

فرماتے ہیں۔ کہ جس کسی کو اللہ تعالیٰ اپنا دوست بناتا ہے۔ اس کو اپنی تین خصلتیں عطا کردیتا ہے۔ دریا جیسی سخاوت زمین جیسی عاجزی یا تواضع۔اور آفتاب کی طرح شفقت۔

فرماتے ہیں۔ کہ حاجی لوگ خانہ کعبہ کے گرد بدنی طواف کرتے ہیں۔اور بقاءالٰہی کے طالب ہوتے ہیں۔لیکن اہل محبت عرش الٰہی کے گرد دلی طواف کرتے ہیں۔اور اس کی بقاء کے طالب ہوتے ہیں۔

فرماتے ہیں۔ کہ علوم میں ایک ایسا علم بھی ہے۔ جو عالم لوگوں کو معلوم نہیں۔ اسی طرح زہد میں ایک ایسا زہد ہے۔جس کو زاہد لوگ نہیں جان سکتے۔

فرماتے ہیں۔ کہ جس کو اللہ تعالیٰ برگزیدہ کرتا ہے۔اس پر ایک فرعون بھی مقرر کردیتا ہے۔تاکہ وہ اس برگزیدہ ہستی کو تکلیف پہنچائے۔

فرماتے ہیں کہ نیک کام کرنے سے نیک لوگوں کی صحبت اچھی ہے۔اسی طرح برے لوگوں کی صحبت برے کام کرنے سے بری ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ جس شخص نے اللہ تعالیٰ کو پہچان لیا۔اس کو سوال کرنے کی ضرورت نہیں۔لیکن جس نے اس کو نہیں پہچانا وہ عارف کی بات کو سمجھ نہیں سکتا۔

فرماتے ہیں۔ کہ کہ عارف وہ ہے۔جس کو کسی قسم کا شوروشغب یا شغل یا کدورت مکدر نہ کرسکے۔بلکہ کدورت خود صاف ہوجائے۔

فرماتے ہیں کہ دوزخ اس شخص کے لئے عذاب ہے جو اللہ تعالیٰ کو نہیں پہچانتا۔اور خداشناس لوگ دوزخ کے لئے عذاب ہیں۔

فرماتے ہیں کہ عارف وصال الٰہی کے سوا اور کسی بات سے خوش نہیں ہوتا۔

فرماتے ہیں۔ کہ جو شخص اپنے نفس کو برا نہیں جانتا وہ کسی کام کا نہیں۔

فرماتے ہیں کہ یا تو تم اپنے آپ کو ایسا ظاہر کرو۔ جیسے کہ تم ہو۔ اور یا ایسا بن جاؤ۔ جیسا کہ تم ظاہر کرتے ہو۔

فرماتے ہیں کہ معرفت اس بات کا نام ہے کہ عارف کو معلوم ہو جائے۔ کہ خلقت کی تمام حرکات وسکنات اللہ تعالیٰ سے ہیں۔

فرماتے ہیں۔ کہ محبت کا مطلب یہ ہے کہ انسان دنیا اور آخرت کو عزیز سمجھا جائے۔

فرماتے ہیں۔ کہ بھوک ایک ایسا بادل ہے۔ جس سے رحمت کی بارش کے سوا اور کچھ نہیں برستا۔

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک ترین وہ مخلوق ہے جو خوش خلق اور دوسروں کا بوجھ اٹھانے والا ہے۔ اور سب سے دور وہ ہے۔ جو اشارات پیش کرتا ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ عارف کا دل ایسے چراغ کی مانند ہے۔ جو بلور کی ایسی قندیل میں رکھا ہوا ہو جس کی شعاعیں تمام عالم ملکوت کو منور کرتی رہتی ہوں۔ ایسے شخص کو تاریکی کا کیا خدشہ رہ سکتا ہے؟

فرماتے ہیں۔ کہ خلقت کی ہلاکت کے دو سبب ہیں۔ اول مخلوق کی عزت نہ کرنا۔ دوسرے خالق کا ناشکر گزار ہونا۔

ایک دفعہ لوگوں نے سوال کیا۔ کہ فرض کیا ہے اور سنت کیا ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کی صحبت فرض اور دنیا کا ترک کرنا سنت ہے۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ ایک مرید نے رخت سفر باندھا اور روانگی کے وقت آپ سے وصیت طلب کی فرمایا کہ تین خصلتوں کا خیال رکھنا۔ اول یہ کہ اگر تجھ کو کسی بداخلاق سے واسطہ پڑے تو اس کی بدخلقی کو اپنی خوش خلقی میں تبدیل کر لینا۔ دوم یہ کہ اگر کوئی تجھ پر احسان کرے۔ تو اول خدا کا شکریہ ادا کرنا۔ اور پھر محسن کا کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی نے اس کے دل کو تجھ پر مہربان کیا ہے۔ تیسرے یہ کہ اگر تجھ کو کوئی مصیبت پیش

آجائے تو فوراً اپنی عاجزی کا اقرار کرنا اور فریاد کرنا کہ میں اس مصیبت کو برداشت نہیں کرسکتا۔

زہد کے متعلق آپ سے سوال کیا۔تو فرمایا کہ زہد کی کوئی قیمت نہیں ہوسکتی۔کیونکہ میں صرف تین دن زاہد رہا۔پہلے دن دنیا میں دوسرے دن آخرت میں اور تیسرے روز ماسوا میں۔اس وقت فرشتے نے آواز دی اور کہا کہ بایزید تو ہمارے جیسی طاقت نہیں رکھتا۔میں نے کہا کہ میری مراد بھی یہی ہے۔پھر آواز آئی۔کہ تو نے پالیا پالیا پالیا۔

فرماتے ہیں کہ میں اللہ تبارک تعالیٰ سے اس حد تک خوش ہوں کہ اگر کسی کو علیین تک لیا جائے اور مجھ کو اسفل کی طرف۔تو بھی میں اس بندے کی نسبت اللہ تعالیٰ سے زیادہ خوش رہوں گا۔

آپ سے سوال کیا گیا۔کہ بندہ اپنے کمال کو کس وقت پہنچتا ہے۔فرمایا جبکہ وہ اپنے عیبوں کو پہچان لے۔اور مخلوقات سے کسی قسم کا طمع نہ رکھے۔تب جس قدر وہ اپنے نفس سے دور ہوگا۔اسی قدر اللہ تعالیٰ سے نزدیک نہ ہوگا۔

سوال کیا گیا کہ کس طرح حق تک پہنچ سکتے ہیں۔فرمایا کہ گونگا۔بہرہ اور اندھا بننے سے۔

پھر پوچھا۔کہ آپ کی باتیں دوسرے بزرگوں کی باتوں سے نہایت اعلیٰ ہیں۔کیا وجہ ہے۔فرمایا کہ وہ صفا اور معاملے کے متعلق باتیں بیان کرتے ہیں۔لیکن میں صفا اور محبت کی باتیں بیان کرتا ہوں۔وہ تو اور میں کہتے ہیں۔لیکن میں صرف تو اور تو کہتا ہوں۔

کسی نے عرض کیا کہ کچھ وصیت فرمائیں۔فرمایا کہ آسمان کی طرف دیکھو۔جب اس نے اوپر نظر اٹھائی پوچھا کیا تو جانتا ہے کہ آسمان کو کس نے پیدا کیا۔عرض کی کہ ہاں جانتا ہوں۔فرمایا جس نے آسمان کو پیدا کیا ہے۔وہ ہر جگہ تمہارے حال

سے واقف ہے۔ بس اس سے ڈرتے رہو۔

پوچھا کہ عارف کی نشانی کیا ہے۔ فرمایا کہ جو تیرے ساتھ کھانا کھائے۔ لیکن تجھ سے بھاگے۔ تجھ سے خرید لے اور تیرے پاس بیچ دے اور اس کا دل خطائر قدس پر تکیہ لگائے بیٹھا ہو۔ اور عارف وہ شخص ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کے سوا خواب و بیداری میں اور کچھ نہ دیکھے اور نہ کسی سے کسی قسم کی موافقت کرے اور اپنا راز اس کے سوا اور کسی سے بیان نہ کرے۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کو پہچان لیتا ہے۔ اس کی زبان گونگی ہو جاتی ہے۔

سوال کیا گیا۔ کہ درویش کسے کہتے ہیں۔ فرمایا کہ جو شخص دل کے کونے میں اپنے پاؤں کسی خزانے پر لگاتا ہے۔ اس کو آخرت کی رسوائی کہتے ہیں۔ اس خزانے میں ایک موتی ہے جس کو محبت کہتے ہیں جس کو وہ موتی مل گیا وہ درویش ہے پھر پوچھا۔ کہ انسان کس وقت خدا رسیدہ ہوتا ہے۔ فرمایا کبھی نہیں ہو سکتا۔

پھر پوچھا کہ آپ کو یہ رتبہ کس سبب سے ملا۔ فرمایا کہ دنیا کے سارے اسباب کو قناعت کی زنجیر سے جکڑ کر صدق کے ساتھ ناامیدی کے دریا میں پھینک دینے سے حاصل ہوا۔

لوگوں نے پوچھا۔ کہ آپ بھوک کی اس قدر تعریف کیوں کرتے ہیں۔ فرمایا کہ اگر فرعون بھوکا ہوتا۔ تو اَنَا رَبُّکُمُ الْاَعْلٰی نہ کہتا۔ متکبر کو معرفت الٰہی کبھی میسر نہیں ہوتی۔ سوال کیا۔ کہ متکبر کون ہوتے ہیں۔ فرمایا جن کو تمام کائنات میں اپنا نفس زیادہ اچھا نظر آئے۔ پھر پوچھا۔ کہ آپ پانی پر چلتے ہیں۔ فرمایا کہ لکڑی کا ٹکڑا بھی پانی پر تیرتا ہے۔ پھر پوچھا۔ کہ آپ ہوا میں اڑتے ہیں۔ فرمایا کہ پرندے بھی ہوا میں اڑتے ہیں۔ پھر پوچھا۔ کہ آپ ایک رات میں کعبہ مکرمہ میں جا پہنچتے ہیں۔ فرمایا کہ جادوگر بھی ایک رات میں ہند سے دماوند میں پہنچ جاتا ہے۔ سوال کیا گیا کہ پھر مردوں کا آخر کونسا کام ہے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے دل نہ لگائیں۔

پوچھا کہ مجاہدہ میں آپ کی کیا حالت رہی ۔فرمایا سولہ سال تک مجاہدہ کرتا رہا۔اس مدت میں اپنے آپ کو حیض والی عورت کی طرح جانتا تھا۔

فرماتے ہیں کہ دنیا کو طلاق دے کر میں یگانے (خدا) کے ساتھ یگانہ ہو گیا۔اور درگاہ کے سامنے کھڑے ہو کر عرض کیا۔ابھی تیرا میرا کوئی نہیں ہے۔اور چونکہ تو میرا ہے۔اس لئے سب کوئی میرا ہے۔اور چونکہ میں اس بات پر یقین رکھتا تھا۔اس لئے اس کی پہلی مہربانی مجھ پر یہ ہوئی ۔کہ نفس کا تمام کوڑا کرکٹ میری راہ سے اٹھا دیا گیا۔

فرماتے ہیں کہ میں خیال کیا کرتا تھا۔کہ میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہوں۔لیکن جب ذرا غور سے کام لیا۔تو معلوم ہوا۔کہ وہ پہلے ہی مجھ سے محبت کرتا تھا۔

فرماتے ہیں کہ ہر شخص عمل کے دریا میں غرق ہوتا ہے یعنی ریاضت کا خیال کرتے ہیں ۔لیکن میں مراد کے سمندر میں غرق ہوا۔یعنی عنایت الٰہی سے امیدوار رہوا۔

فرماتے ہیں۔کہ قیامت کے اس سوال کے بجائے کہ کیوں نہ کیا۔میں اس اعتراض یا سوال کو زیادہ پسند کرتا ہوں کہ کیوں کیا۔فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں اللہ تعالیٰ کو دیکھ کر عرض کی۔کہ میرے عقیدہ توحید پر کچھ زیادتی کی جائے لیکن جب بیدار ہوا۔تو میں نے عرض کی ۔کہ میں زیادتی کا خواہشمند نہیں ہوں۔

پھر فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھ کر عرض کی ۔کہ تیری راہ کیسی ہے۔فرمایا کہ اپنا آپ چھوڑ کر مجھ تک پہنچ جا۔

نقل ہے کہ کسی نے آپ سے عرش کی نسبت سوال کیا۔فرمایا۔''میں ہوں''۔پھر پوچھا کہ کرسی کیا ہے۔فرمایا ''میں ہوں''۔پھر پوچھا کہ لوح کیا ہے۔فرمایا میں ہوں۔پھر پوچھا قلم کیا ہے۔فرمایا میں ہوں۔پھر پوچھا کہ کہتے ہیں ابراہیم' موسیٰ اور محمد علیہم الصلوٰۃ والسلام اللہ تعالیٰ کے بندے ہیں فرمایا۔ میں ہوں۔لوگوں نے عرض کی۔کیا اللہ تعالیٰ کے بندے حضرت جبرائیل۔اسرافیل میکائیل علیہم السلام

جیسے بھی ہیں۔فرمایا میں ہوں۔ چنانچہ وہ شخص یہ سن کر خاموش ہو گیا۔تب آپ نے فرمایا۔ کہ جو شخص حق تعالیٰ میں محو ہو جاتا ہے۔وہ حق بن جاتا ہے۔اور جو کچھ ہے حق ہے۔ایسی صورت میں وہ سب کچھ ہو تو کوئی تعجب کا مقام نہیں۔

شیخ بایزید بسطامیؒ کا معراج

فرماتے ہیں کہ جب اللہ تعالیٰ نے مجھ کو تمام موجودات سے مستغنی کر دیا۔اور اپنے نور سے منور کر کے اپنے عجائب اسرار کا محرم بنایا اور اپنی عظمت اور ہیبت مجھ پر ظاہر فرمائی۔تو میں نے یقین کی آنکھوں سے حق تعالیٰ کو دیکھا۔اور حق سے اپنی طرف دیکھ کر اپنی صفات پر نظر کی۔تو معلوم ہوا کہ نور الٰہی کے مقابلے میں میرا نور سراسر تاریکی ہے۔اور میری عظمت اس کی عظمت کے مقابلے میں سراسر حقارت اور عزت کے مقابلے میں میری عزت بالکل نابود۔وہاں ہر طرف صفائی صفائی تھی۔اور مجھ میں کدورت ہی کدورت۔پھر نگاہ کی تو اپنے نور کو اس کا نور دیکھا۔اور اس کی عزت وعظمت میں اپنی عزت وعظمت کو دیکھا اور معلوم ہوا۔کہ جو میں کرتا ہوں۔اسی کی قدرت سے کرتا ہوں۔جب اس کا نور میرے دل میں چمکا۔تو انصاف وحقیقت کی نگاہ سے دیکھنے پر معلوم ہوا۔کہ ساری عبادت حق کی طرف سے ہی تھی۔نہ کہ میری طرف سے میرا خیال تھا کہ میں اس کی عبادت کرتا ہوں۔لیکن معاملہ برعکس نکلا۔ میں نے عرض کیا۔خداوندا یہ کیا معاملہ ہے۔جواب ملا کہ سب کچھ میں ہی ہوں۔ اگرچہ افعال تجھ سے سرزد ہوتے ہیں۔لیکن ان کی توفیق میں ہی دیتا ہوں۔پھر میں نے حق تعالیٰ کی طرف نگاہ کی۔تو حق تعالیٰ کو حقیقت میں دیکھ کر وہاں پر قیام اور کرام کیا۔اور کوشش کے کان بند کر لئے۔اور زبان کی زبان کو نامرادی کے منہ میں بند کر کے کسبی علم کو ترک کر دیا۔اور نفس امارہ کی زحمت کو درمیان سے اٹھا دیا۔تب میں نے تمام موجودات کو حق سے دیکھا۔اور جب میں نے زبان لطف سے اس کی مناجات کی۔اور علم حق حاصل ہوا۔اور اسی کے نور سے اس کو دیکھا۔تو اس نے مجھ کو فرمایا۔

اے بایزید تو بغیر سب کے سب کے ساتھ ہے۔ میں نے عرض کی۔ خداوندا میں اس پر مغرور نہیں ہوں۔ اور اپنی ہستی پر تجھ سے بے پرواہ نہیں ہو سکتا۔ ہاں تو بغیر میرے میرا ہو جا۔ یہ میرے واسطے بہ نسبت اس کے کہ میں تیرے بغیر اپنا بن جاؤں بہت بہتر ہے۔ کیونکہ میں تیرے ذریعے سے باتیں کرتا ہوں۔ اس لئے یہ دستور ہے۔ کہ تیرے بغیر نفس کے ساتھ تیرے کوچہ میں آؤں۔ فرمایا کہ اب شریعت کا خیال کر۔ اور امر و نہی کی حد سے باہر ہرگز نہ نکل تا کہ تیری کوششوں کو ہم منظور کر لیں۔ میں نے عرض کی کہ میری مراد ہے۔ اور دل کو یقین۔ اگر تو شکر کرے تو اپنے آپ سے کر۔ کیونکہ وہ مجھ سے کرنے کی نسبت بہتر ہے۔ اور اگر تو مذمت کرے۔ تو تو عیب و نقصان سے پاک منزہ ہے۔ مجھ سے فرمایا کہ یہ تو نے کس سے سیکھا۔ عرض کی سائل مسئول کی نسبت بہتر جانتا ہے۔ کیونکہ وہ مراد بھی ہے۔ اور مرید بھی حجاب میں ہے اور مجیب بھی۔

جب مجھ کو صفائی حاصل ہوگئی۔ تو میرے دل نے رضائے حق کی نداء کو سنا اور مجھ سے خوش ہوا۔ اور اپنے نور سے مجھ کو منور کیا اور نفس کی ظلمت اور بشریت کی کدورت کو نظر انداز کر دیا۔ تب میں نے جانا کہ اس سے زندہ ہوں۔ اور اس کے فضل و کرم سے خوشی کی بساط بچھائی ہے۔ فرمایا کہ مانگ جو کچھ تو چاہتا ہے۔ میں نے کہا کہ تجھ کو چاہتا ہوں۔ جو کہ فضل سے افضل تر اور کرم سے بزرگتر ہے۔ اور تجھ سے تجھی پر قناعت کرتا ہوں۔ جب تو میرا ہے۔

تو میں فضل و کرم کی کتاب کو لپیٹ دیتا ہوں۔ تو ماسوا کو میرے سامنے نہ لا۔ اور اپنے آپ سے مجھ کو باز نہ رکھ۔ چنانچہ تھوڑی دیر تک مجھ کو اس عرض کا کوئی جواب نہ ملا۔ پھر کرامت کے تاج کو میرے سر پر رکھ کر فرمایا۔ کہ تو سچا ہے اور سچ کا متلاشی ہے۔ تو نے حق دیکھ لیا اور سن لیا۔ میں نے عرض کی کہ سب دیکھا سنا تجھ سے ہی ہے۔ پھر میں نے ثناء کی اور مجھ کو کبریائی کے بازو دیئے گئے۔ جن کی مدد سے میں نے غرا کے

میدان طے کر لئے اور اس کی کاریگری کے نکمائیات کو دیکھا۔ جب اس نے میری کمزوری کو دیکھا اور نیازمندی کو پہچان لیا۔ تو اپنی قوت کے ساتھ مجھ کو قوی بنا دیا۔ اور اپنی زینت سے آراستہ فرمایا اور تاج کرامت میرے سر پر رکھ کر توحید کا دروازہ مجھ پر کھول دیا۔ جب مجھ کو میری صفات کا اس کی صفات میں مل جانے کی اطلاع ہوئی۔ تو اپنی خودی سے مشرف فرما کر اپنی بارگاہ سے میرا نام رکھا۔ دوئی اٹھ گئی اور یکتائی ظاہر ہوگئی۔ پھر فرمایا کہ جو تیری رضا وہی میری رضا ہے۔ تیری بات میں کسی قسم کی آلائش نہ ہونی چاہئے۔ تا کہ کوئی مجھ کو مغرور نہ کہ سکے۔ اس کے بعد غیرت کا زخم مجھ کو لگایا۔ اور دوبارہ زندہ کر دیا۔ جب امتحان کی بھٹی سے نکلا۔ تو زیادہ خالص بن کر نکلا۔ فرمایا

لِمَنِ الْمُلْکُ یعنی کس کی بادشاہی ہے۔ میں نے عرض کی۔ کہ تیری۔ پھر فرمایا کہ کس کا حکم ہے۔ عرض کیا کہ تیرا۔ پھر پوچھا کہ کس کا اختیار ہے۔ جواب دیا کہ تیرا۔ چونکہ یہ عہد و پیان کی بات تھی جو اس نے شروع میں سننی چاہی۔ تا کہ مجھ پر یہ حقیقت ظاہر کر دے کہ اگر میری رحمت بروئے کار نہ آتی تو مخلوقات کو بالکل آرام نہ ہوتا۔ اگر محبت نہ ہوتی۔ تو نہ قدرت ہوتی اور نہ میں ہوتا۔ پھر جباری کے باعث قہر کی نگاہ سے میری طرف دیکھا۔ تو میرا نام ونشان بھی نظر نہ آیا۔ پھر جب مستی میں سارے جنگل میں نے طے کر لئے۔ اور آتش غیرت سے جسم کو ساری کٹھالیوں میں پگھلا کر رکھ دیا۔ اور میدان قضا میں طلب کے گھوڑے کو دوڑایا۔ تو نیاز سے بڑھ کر اور کوئی شکار نظر نہ آیا۔ اور خاموشی سے بہتر اور کوئی چراغ نظر نہ آیا۔ اور کوئی بات سوائے اس کے اچھی نظر نہ آئی۔ اس لئے سرائے ملکوت میں قیام کر لیا۔ صبر کا پیرہن پہن لیا۔ پھر مطلب اس حد تک پہنچ گیا۔ کہ بشریت کا ظاہر و باطن خالی دیکھا۔ اس کے بعد قضا و خدا نے میرے تاریک سینے میں فراخی کر دی۔ توحید اور تجربہ کی زبان دی۔ اس لئے اب میری زبان لطف صمدانی سے ہے۔ اور میرا دل نور ربانی سے اور آنکھ

صفت یزدانی سے۔ میں اس کی مدد سے بولتا اور قوت حاصل کرتا ہوں۔ چونکہ میں اسی سے زندہ ہوں۔ اس لئے ہرگز نہیں مرتا۔ اور چونکہ میں اس مقام پر پہنچ گیا ہوں۔ اس لئے میری زبان توحید کی زبان ہے۔ میری عبادت ابدی ہے اور اشارت ازلی۔ میری جان تجرید کی جان ہے۔ میں خود بخود نہیں کہتا۔ تا کہ محدث نہ بن جاؤں۔ اور نہ ہی خود کہتا ہوں تا کہ مذکر نہ بن جاؤں جس طرح چاہتا ہے زبان کو وہی حرکت دیتا ہے۔ میں تو درمیان میں صرف ترجمان ہوں حقیقت میں گفتگو کرنے والا وہی ہے۔ میں نہیں ہوں۔ چونکہ اس نے مجھ کو بزدلی دی ہے۔ اس نے فرمایا کہ خلقت تجھکو دیکھنا چاہتی ہے۔ میں نے عرض کی کہ میں خلقت کو دیکھنا نہیں چاہتا۔ اگر تو مجھ کو خلقت پر ظاہر کرنا چاہتا ہے تو میں تیرے حکم کے خلاف کچھ نہیں کر سکتا۔ مجھ کو اپنی وحدانیت سے آراستہ کر۔ تا کہ خلقت جب مجھ کو دیکھے تو تیری صفت کو دیکھے۔ میرے درمیان کوئی تعلق نہ رہے۔

چنانچہ میری یہ مراد پوری ہوگئی۔ اور کرامت کا تاج میرے سر پر رکھا۔ اور حد بشریت سے مجھ کو پار کر دیا۔ بعد ازاں حکم دیا۔ کہ میری خلقت کے پاس جاؤ۔ ابھی میں نے ایک ہی قدم بارگاہ سے باہر رکھا تھا۔ کہ دوسرے قدم پر گر پڑا۔ اسی وقت آواز سنی۔ کہ میرے دوست کو واپس لے آؤ۔ کیونکہ وہ میری بے ادبی نہیں کر سکتا۔ اور میرے سوا اور کسی کی راہ نہیں جانتا۔ جب میں وحدانیت کو پہنچا۔ تو وہ پہلا ہی لمحہ تھا۔ جب میں نے توحید کو دیکھا کئی سال تک فہم کے قدموں سے اس وادی میں چلتا رہا۔ پھر ایک پرندہ بن گیا۔ جس کی آنکھ یگانگی کی تھی جب میں مخلوقات سے غائب ہوا تو میں نے کہا کہ میں خالق تک پہنچ گیا ہوں۔ بعد ازاں وادی ربوبیت سے میں نے سر نکالا۔ اور ایک پیالہ پیا جس کی وجہ سے ابد تک ذکر کی پیاس نہ بجھی۔ اس کے بعد وحدانیت کے میدان میں اتر آتیس ۳۰ ہزار سال تک وہاں اڑتا رہا۔ اور پھر تیس ہزار سال تک الوہیت کے میدان میں اڑتا رہا۔ اور تیس ۳۰ ہزار سال تک فردانیت کے

میدان میں۔ نوے ۹۰ ہزار سال گذر جانے کے بعد میں نے بایزید کو دیکھا۔ جو کچھ دیکھا وہ میں ہی تھا۔ اس کے بعد چار ہزار وادیاں طے کیں۔ اور اولیاء کے آخری درجے کو پہنچا۔ غور کرنے پر معلوم ہوا کہ میں انبیاء کے ابتدائی درجے میں ہوں۔ انبیاء کے انتہائی درجے کی کوئی حد نہیں۔ میری روح ملکوت کے تمام ملک پر پھری۔ بہشت و دوزخ اس کو دکھایا گیا۔ لیکن اس نے کسی طرف بھی کوئی توجہ نہ کی۔ جو کچھ اس کے سامنے آیا، کسی کی بھی اس میں طاقت نہ تھی جناب رسالتمآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان تک پہنچ نہ سکی۔ مگر سلام کیا۔ جب حضرت مصطفے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جان تک میری روح پہنچی تو اس کو لاکھوں آتشی دریاؤں کی طرح دیکھا۔ جس میں ہزاروں نور کے حجاب تھے۔ اگر میں پہلے ہی دریا میں قدم رکھتا۔ تو جل جاتا اور تباہ و برباد ہو جاتا۔ چنانچہ اس خوف و وحشت سے میں اس قدر بدہوش ہو گیا کہ میں کچھ بھی نہ رہا۔ اگرچہ میں نے بہت چاہا کہ جناب رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے خیمے کی رسی ہی کو دیکھ سکوں لیکن میری جرات نہ ہو سکتی تھی۔ حالانکہ میں اللہ تعالےٰ تک پہنچ گیا تھا۔ جب تک کوئی شخص لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کی وادی کو طے نہ کریگا تو مُحَمَّدٌ الرَّسُوْلُ اللّٰه تک نہیں پہنچ سکے گا اگرچہ یہ دونوں وادیاں ایک ہی ہیں۔

اس کے بعد بایزید نے عرض کی۔ خداوندا جو کچھ میں نے دیکھا وہ میں ہی تھا۔ اب میں اپنا آپ لیکر تیری راہ تک نہیں پہنچ سکتا۔ اور خودی کے باعث نہیں گذر سکتا۔ اب مجھ کو کیا کرنا چاہئے۔ فرمایا کہ ہمارے دوست محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی تابعداری کے سوا تو اپنی خودی سے نجات نہیں پا سکتا۔ اس لئے اپنی آنکھوں میں اس کی خاک قدم کو سرمہ بنا کر ڈال۔ اور اسی کی تابعداری پر قائم رہ۔

فرمایا کہ مجھ کو اس شخص پر تعجب آتا ہے۔ جو باوجود معنی نہ جاننے کے اس قدر عظیم الشان صاحب نبوت کے خلاف زبان کھولتے ہیں۔ لوگوں نے جب آپ سے کہا۔ کہ قیامت کے دن ساری خلقت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے جھنڈے تلے ہوگی۔ تو

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

قبولیت اطاعت پر موقوف نہیں مجھ سے گناہ کی گرد کو جھاڑ دے کیونکہ اطاعت کے گمان کی گرد کو میں نے صاف کر دیا ہے۔

روایت ہے کہ شروع میں آپ اللہ اللہ بہت کیا کرتے تھے۔ حالت نزع میں بھی آپ اللہ اللہ کرتے رہے۔ اور عرض کی خداوندا میں نے تجھ کو ہرگز یاد نہیں کیا، لیکن غفلت سے۔ اب بھی جبکہ جسم سے جان رخصت ہو رہی ہے، تیری یاد سے غافل ہوں۔ نہیں معلوم تیری حضوری کب حاصل ہوگی۔ اسی حالت میں آپ کی روح قفس جلدی سے پرواز کر گئی جس رات آپ نے انتقال فرمایا۔ اس رات ابو موسیٰؒ غائب تھے۔ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں عرش کو سر پر اٹھائے ہوئے لا رہا ہوں۔ اس خواب سے بہت حیران ہوا۔ صبح اس خیال سے کہ خواب کا ذکر شیخ صاحب سے کروں۔ آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ لیکن آپ انتقال فرما چکے تھے۔ بہت سے لوگوں نے جب آپ کے جنازے کو اٹھایا۔ تو میں نے کوشش کی۔ کہ کسی طرح مجھ کو ایک گوشہ جنازے کا مل جائے۔ مگر موقع نہ ملا۔ آخر میں جنازے کے نیچے ہو گیا۔ خواب مجھ کو بھول چکا تھا اس وقت میں نے دیکھا شیخ صاحب نے فرمایا۔ کہ یہ تمہارے رات کے خواب کی تعبیر ہے۔

نقل ہے کہ کسی مرید نے آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا۔ کہ منکر نکیر سے آپ نے کس طرح نجات پائی۔ فرمایا کہ ان کے سوال پر میں نے کہا۔ کہ اس سوال سے آپ کا مقصد پورا نہ ہوگا۔ تم واپس جا کر اسی سے پوچھو۔ جس نے تجھ کو بھیجا ہے میں اس کا کیا ہوں۔ جو کچھ وہ کہے وہی میں ہونگا۔ میرے کہنے سے وہ میرا رب نہ بنے گا۔ جب تک کہ وہ نہ کہیگا یہ میرا بندہ ہے۔

کسی بزرگ نے خواب میں آپ سے پوچھا۔ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ سے کیا سلوک کیا۔ فرمایا کہ مجھ سے اس نے پوچھا۔ کیا لائے۔ میں نے کہا۔ ایسی کوئی چیز نہیں جو درگاہ کے لائق ہو۔ لیکن میں نے شرک نہیں کیا۔ خداوند کریم نے فرمایا۔ کہ اس رات

جوتو نے دودھ پیا۔ کیا وہ شرک نہ تھا۔ میں نے عرض کی۔ کس طرح سفر مایا ایک رات تو نے دودھ پیا۔ رات کو پیٹ میں درد ہوئی۔ تو نے کہا کہ دودھ پینے سے پیٹ میں درد ہوئی ہے۔ تم نے دودھ کو میرا شریک بنایا۔

نقل ہے کہ جب آپ کو دفن کیا گیا۔ تو احمد خضرویہؒ کی بیوی آپ کی زیارت کے لئے آئیں۔ اور زیارت سے فارغ ہو کر پوچھا۔ کہ کیا تم جانتے ہو بایزید کون تھا۔ لوگوں نے کہا۔ آپ کو بہتر معلوم ہے۔ فرمایا کہ ایک رات میں خانہ کعبہ کا طواف کر رہی تھی۔ ایک گھڑی آرام کے بعد آنکھ لگ گئی۔ تو کیا دیکھا کہ مجھ کو آسمان پر لے گئے ہیں۔ عرش کے نیچے ایک بے پایاں جنگل دیکھا۔ جس میں ہر درخت کے پتے پر بایزید ولی اللہ لکھا ہوا دیکھا۔

بعض بزرگوں نے آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ تصوف کیا ہے۔ فرمایا کہ آرام کا دروازہ اپنے اوپر بند کرنا۔ جب ابو سعید ابوالخیرؒ آپ کی زیارت کے لئے آئے۔ تو ایک دو گھڑی کے بعد جانے لگے۔ تو فرمایا کہ یہ ایک ایسی جگہ ہے کہ اگر کسی کی کوئی چیز کہیں گم ہو جائے۔ تو یہاں آ کر تلاش کر لے۔

باب نمبر 15

حالات حضرت عبداللہ بن مبارکؒ

آپ نے بہت سے مشائخ کی زیارت کی تھی۔علم وشجاعت میں بےنظیر تھے۔امام شریعت وطریقت تھے۔علوم وفنون میں لاثانی تھے۔آپ کی بہت سی تصنیفات ہیں۔

نقل ہے ایک دن آپ کہیں جارہے تھے۔سفیان ثوریؒ نے فرمایا۔''کہ اے مشرق کے آدمی آجا''اس وقت حضرت فضیل موجود تھے۔انہوں نے فرمایا۔کہ''اور مغرب جوکچھ ان میں ہے''بھلا جس شخص کی فضیلت کا ذکر فضیل سے آدمی کریں۔ اس کی تعریف کیسے ہوسکتی ہے۔

آپ کی توبہ کا قصہ یوں مذکور ہے۔کہ آپ ایک عورت پر اس قدر فریفتہ تھے۔کہ کسی پہلو چین نہ آتا تھا۔جاڑے کے موسم میں ایک رات معشوقہ کی دیوار کے ساتھ صبح تک لگے کھڑے رہے۔جب صبح کی اذان ہوئی تو آپ نے سمجھا کہ عشاء کی نماز کا وقت ہے۔لیکن فوراً ہی آدمیوں کی آمدورفت اور روشنی نمودار ہونے پر معلوم ہوا کہ میں ساری رات معشوق کی دیوار کے ساتھ لگا کھڑا رہا ہوں۔اور مفت میں ایک مخلوق کا اس قدر انتظار کرتا رہا۔اپنے آپ سے کہنے لگے۔مبارک کے بیٹے شرم کر۔ ہوائے نفسی کی خاطر تو نے ساری رات گزاردی۔اگر نماز میں ساری رات کھڑا رہتا تو کیا نہ ہوتا۔فوراً توبہ کی۔اور عبادت میں مشغول ہوگئے۔اور یہاں تک درجہ حاصل کیا۔کہ ایک روز آپ کی والدہ نے دیکھا۔کہ آپ درخت کے نیچے سوئے ہوئے ہیں۔اور ایک سانپ نرگس کی شاخ منہ میں لے کر آپ کی مگس رانی کررہا ہے۔

نقل ہے کہ آپ ایک سال حج کرتے اور ایک سال جہاد اور ایک سال تجارت میں بسر کرتے۔اور نفع اپنے دوستوں اور محتاجوں میں تقسیم کردیتے۔

ایک دفعہ کسی بدخو آدمی کے ساتھ سفر کو گئے۔لیکن جب وہ آدمی آپ سے جدا ہوا۔تو

افسوس کر کے رونے لگے کہ بیچارہ چلا گیا۔ اور اس کی بد عادت بھی اس کے ہمراہ گئی۔

آپ کا تقویٰ اس حد تک تھا کہ ایک مرتبہ آپ منزل پر اتر کر نماز میں مشغول ہو گئے۔ اور آپ کا گھوڑا نزدیک کے کھیت میں چلا گیا۔ نماز سے فارغ ہونے کے بعد جب آپ نے گھوڑے کو دوسرے کے کھیت میں چرتے ہوئے دیکھا۔ تو گھوڑے کو چھوڑ کر پیادہ ہی روانہ ہو گئے۔ اسی طرح محض ایک قلم واپس کرنے کی غرض سے جو کسی سے عاریتاً لیا تھا۔ مگر واپس دینا بھول گئے تھے۔ مرو سے شام تک کا سفر کیا۔

ایک دفعہ آپ کہیں جا رہے تھے۔ ایک اندھے کو دیکھ کر فرمایا۔ کہ عبداللہ بن مبارک آ رہے ہیں، جو چاہتا ہے مانگ لے۔ اس نے عرض کیا۔ کہ دعا کرو کہ اللہ تعالیٰ مجھے بصارت عطاء کرے۔ آپ نے دعاء کی فوراً اس کو بصارت نصیب ہو گئی۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ آپ ذوالحج کے مہینے میں جنگل میں تشریف لے گئے۔ حج کی آرزو سے جنگل میں چل رہے تھے۔ دل میں کہنے لگے۔ کہ اگر چہ میں خانہ کعبہ میں نہیں ہوں۔ تاہم لازم ہے کہ حاجیوں کے اعمال ہی بجالاؤں۔ تا کہ ان کی متابعت کے باعث حاجیوں جیسا ثواب حاصل ہو۔ کیونکہ حجامت نہ بنوانے اور ناخن نہ اتروانے سے حج کا ثواب ملتا ہے۔ اسی اثناء میں ایک بڑھیا کو دیکھا۔ جو عصاء لئے آپ کے پاس آئی۔ اور کہا کہ عبداللہ کیا تجھ کو حج کی خواہش ہے۔ آپ نے کہا ہاں۔ بڑھیا نے کہا کہ مجھے تمہارے لئے بھیجا گیا ہے۔ تا کہ تجھ کو میدان عرفات میں پہنچا دوں۔ آپ نے دل میں کہا۔ کہ تین دن حج میں باقی ہیں۔ اس قدر دور دراز کا سفر ہے۔ یہ کمزور عورت کس طرح مجھ کو تین دن میں وہاں تک پہنچا سکتی ہے۔ آپ کے دل کے اس خدشے کو بڑھیا نے معلوم کر کے کہا کہ جس عورت نے صبح کی سنتیں سنجاب میں ادا کی ہوں۔ اور فرض دریائے جیحون پر ادا کر کے سورج نکلنے تک مرو پہنچ گئی ہو۔ اس کے ساتھی بن سکتے ہو۔ آپ نے کہا بسم اللہ بڑے شوق سے اس کے

ہمراہ چل پڑے۔ راستے میں کئی دریا آئے۔ جن کو کشتی میں عبور کرنا مشکل تھا۔ لیکن کنارہ دریا پر پہنچ کر بڑھیا عورت آپ کو آنکھ بند کرنے کا حکم دیتی۔ اور جب آنکھ کھولتے تو اپنے آپ کو دریا کے دوسرے کنارے پر پاتے۔ غرض تین دن میں اس عورت نے آپ کو میدان عرفات میں پہنچا دیا۔ مراسم حج ادا کرنے کے بعد اس عورت نے کہا۔ کہ آؤ میرا ایک بیٹا ایک غار میں ریاضت کرتا ہے۔ اس کی خبر بھی لیتے چلیں۔ چنانچہ آپ اس کے ہمراہ ہو لئے۔ غار میں پہنچ کر دیکھا کہ ایک نوجوان جو ریاضت شاقہ کے باعث ہڈیوں کا پنجر ہی رہ گیا ہے۔ عبادت میں مصروف ہے۔ جب اس نے اپنی والدہ کو دیکھا۔ تو تعظیم کے لئے کھڑا ہو گیا۔ ماں کی قدم بوسی کے باعث عرض کی کہ میں جانتا ہوں تو خود نہیں آئی۔ بلکہ میری تجہیز و تکفین کے لئے اللہ تعالیٰ نے آپ کو بھیجا ہے۔ یہ سن کر اس عورت نے کہا۔ عبداللہ ذرا ٹھہرو۔ تا کہ اس کے کفن دفن کا انتظام کر لیں۔ اس کے بعد اس نورانی چہرے والے نوجوان کی روح پرواز کر گئی۔ اس کے دفن کرنے کے بعد اس عورت نے کہا۔ کہ اب دنیا میں میرا کوئی کام باقی نہیں ہے۔ میں اس کی قبر پر بیٹھی رہوں گی۔ جب تم اگلے سال آؤ گے۔ تو مجھ کو بھی نہ پاؤ گے۔ میرے حق میں دعا کرنا۔ نقل ہے کہ ایک دفعہ آپ حج سے فارغ ہو کر حرم ہی میں سو گئے۔ خواب میں دیکھتے ہیں۔ کہ دو فرشتے آسمان سے آئے ایک نے دوسرے سے پوچھا۔ کہ اس سال کتنی خلقت حج کے لئے آئی۔ دوسرے نے کہا کہ چھ لاکھ۔ پھر پوچھا کہ کتنے لوگوں کا حج قبول ہوا۔ دوسرے نے جواب دیا کہ کسی کا بھی حج قبول نہیں ہوا۔ یہ سن کر آپ گھبرائے۔ کہ اس قدر خلقت کی تمام سفر کی تکلیفیں اور اخراجات اکارت گئے۔ اس کے بعد دوسرے فرشتے نے کہا۔ کہ دمشق میں ایک شخص علی بن موفق نام کا ایک موچی رہتا ہے۔ اگرچہ وہ حج کو نہیں آیا۔ لیکن اس کا حج قبول ہو گیا۔ اور یہ ساری خلقت محض اس کی خاطر بخشی گئی۔ یہ خواب دیکھ کر آپ جاگے۔ اور دمشق میں جا کر علی بن موفق موچی کی زیارت کا

ارادہ کر کے چل پڑے۔ وہاں پہنچ کر اس کے گھر جا کر پکارا۔ علیک سلیک کے بعد فرمایا۔ کہ مجھے آپ سے کچھ پوچھنا ہے۔ اس نے کہا کہ فرمائیے۔ تب آپ نے سارا خواب کا واقع بیان کیا۔ علی نے پوچھا۔ کہ تمہارا نام کیا ہے۔ آپ نے کہا کہ عبداللہ بن مبارک۔ نام سن کر وہ شخص نعرہ مار کر بے ہوش ہو گیا۔ جب کچھ عرصہ بعد ہوش آیا۔ تو کہا کہ میں نے حج کے ارادہ سے ساری عمر میں چھڑا سی کرتیں ہزار درم جمع کیے۔ میں حج کے لئے بالکل تیار تھا۔ کہ ایک دن میری بیوی نے کہا۔ کہ ہمسائے کے گھر سے گوشت پکنے کی خوشبو آ رہی ہے۔ ذرا سا لے آؤ۔ چنانچہ میں ان کے گھر گیا۔ اور تھوڑا سا سالن طلب کیا۔ اس نے کہا کہ یہ گوشت تم پر حلال نہیں ہے۔ کیونکہ سات دن کے فاقہ کے بعد بچوں کی بھوک سے بے تاب ہو کر آج تھوڑا سا مردار پکایا ہے۔ جو تم پر حلال نہیں ہے۔ یہ سن کر میرے تن بدن میں آگ لگ گئی۔ فوراً آ کرتیں ہزار درم لئے اور ہمسائے کو آ کر دے دیئے۔ تا کہ وہ اپنے بال بچوں پر صرف کرے۔ یہ واقعہ سن کر آپ نے کہا۔ کہ واقعی فرشتوں نے سچ کہا تھا۔

نقل ہے۔ کہ آپ کا ایک غلام تھا۔ جس کی نسبت آپ سے کسی نے کہا کہ یہ کفن چور ہے۔ یہ سن کر آپ بہت غمگین ہوئے۔ لیکن جب تک اپنی آنکھوں سے اس کو کفن چراتے نہ دیکھ لیں۔ کچھ نہیں کہہ سکتے تھے۔ چنانچہ ایک رات آپ اس کے پیچھے پیچھے اس طور پر کہ غلام کو خبر نہ ہو قبرستان میں گئے۔ دیکھا کہ غلام نے ایک قبر کو کھودا۔ جس میں ایک محراب نمودار ہوئی۔ جس میں وہ نماز کے لئے کھڑا ہو گیا۔ چنانچہ آپ دور سے دیکھتے رہے۔ جب وہ نماز کے لئے کھڑا ہو گیا۔ تو آپ نے بڑھ کر دیکھا کہ غلام ٹاٹ کی دری گلے میں گودڑی ڈالے سجدہ میں پڑا رو رہا ہے۔ آپ یہ دیکھ کر پیچھے ہٹ گئے۔ غلام صبح تک وہیں روتا رہا۔ پھر اس نے قبر کو بدستور بند کیا۔ اور مسجد کی طرف آ گیا۔ آپ بھی اس کے پیچھے پیچھے آ گئے۔ غلام نے نماز ادا کرنے کے بعد دعا مانگی۔ اے رب اب دن چڑھ گیا ہے۔ میرا آقا مجھ سے دام مانگے گا۔ تو ہی

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

نصیب ہوئی ۔اور اس کو فرمایا ۔ کہ جب یہ تیری حالت تھی تو تم نے عبداللہ بن مبارک کو ایسا کیوں کہا ۔اگر تو نہ کہتا' تو طعن نہ سنتا ۔وہ بھی خواب سے بیدار ہو کر آپ کی تلاش میں نکلا ۔تا کہ معافی مانگے ۔راہ میں دونوں کی ملاقات ہوئی ۔ایک دوسرے نے اپنے خواب بیان کر کے معافی مانگی اور توبہ کی۔

روایت ہے کہ سہل بن عبداللہ ہمیشہ آپ کے پاس آیا کرتے تھے ۔ایک روز جب آپ کے پاس سے چلنے لگے ۔تو کہا کہ اب میں تمہارے پاس نہیں آؤں گا ۔کیونکہ تمہاری لونڈیاں مجھ کو چھت پر بلاتی ہیں ۔اور آپ ان کو منع نہیں فرماتے ۔ یہ سن کر آپ نے ساتھیوں کو مخاطب کر کے کہا ۔ کہ آؤ سہیل کی تجہیز و تکفین کا بندو بست کریں ۔اسی وقت سہیلؒ کی روح پرواز کر گئی ۔کفن دفن سے فارغ ہونے کے بعد لوگوں نے آپ سے پوچھا ۔کہ آپ کو کس طرح معلوم ہو گیا ۔کہ سہلؒ مرنے والے ہیں ۔آپ نے فرمایا کہ وہ حوریں تھیں ۔جو ان کو بلاتی تھیں ۔ورنہ میرے گھر میں لونڈیاں کہاں اور ان کا کیا کام۔

ایک دفعہ لوگوں نے آپ سے پوچھا ۔کہ کیا آپ نے کبھی کوئی عجیب بات دیکھی یا سنی ہے ۔فرمایا کہ ہاں ایک دفعہ ایک پادری کو دیکھا ۔جو ریاضت کے باعث کمزور ہو گیا تھا ۔میں نے اس سے سوال کیا ۔کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کی کس قدر راہیں ہیں ۔اور وہ کیسی ہیں ۔پادری نے جواب دیا ۔کہ اگر تو اس کو جان لے تو اس تک پہنچنے کے راستے بھی تجھ کو معلوم ہو جائیں ۔میں تو بغیر دیکھے اس کی عبادت کرتا ہوں ۔تو جو اس کو پہچانتا ہے ۔گنہگار ہو جائے گا ۔مطلب یہ ہے کہ معرفت خوف کی مقتضی ہے ۔لیکن تیرے دل میں خوف نہیں ہے ۔اور کفر جہالت کا مقتضی ہے ۔اس نے محض خوف کے باعث اپنے آپ کو نحیف کر لیا تھا ۔اس کی یہ بات میرے لئے نصیحت ہو گئی ۔اور بہت سی ناکردنی باتوں سے بچ گیا۔

فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ جہاد کی غرض سے روم گیا ۔وہاں دیکھا کہ ایک آدمی کو ٹکٹکی

سے باندھا ہوا ہے۔ بہت سے لوگ اس کے گرد جمع ہیں۔اور اس کو کہہ رہے ہیں۔ کہ اگر ذرہ بھی اف کرے گا۔تو بڑا بت ناراض ہو جائے گا۔وہ بیچارہ سخت تکلیف میں تھا۔لیکن منہ سے اف تک نہ کرتا تھا۔میں نے دریافت کیا۔کہ باوجود اس قدر تکلیف کے تو اف کیوں نہیں کرتا۔اس نے کہا۔کہ مجھ سے ایک بڑا گناہ سرزد ہوا ہے۔اور میرے مذہب کا یہ قاعدہ ہے۔کہ جب تک کوئی شخص گناہوں سے پاک نہ ہو جائے۔بڑے بت کا نام نہیں لے سکتا۔تو مجھ کو مسلمان معلوم ہوتا ہے۔سن میں نے ترازو کے پلڑوں کے درمیان بڑے بت کا نام لیا ہے۔جس کی پاداش میں یہ سزا مجھ کو مل رہی ہے۔میں نے کہا کہ ہمارے مذہب میں یہ سزا ہے کہ جو شخص اس کو پہچان لیتا ہے۔وہ اس کو یاد نہیں کر سکتا۔یعنی جو اللہ تعالیٰ کو پہچان جاتا ہے۔اس کی زبان گونگی ہو جاتی ہے۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ جہاد میں ایک کافر سے لڑ رہے تھے۔اسی اثناء میں کافر کی نماز کا وقت آیا۔اس نے آپ سے مہلت مانگی۔آپ نے اجازت دے دی۔ جب وہ بت کی عبادت میں مصروف ہو گیا۔تو آپ کے دل میں خیال آیا کہ اب موقعہ ہے۔فوراً تلوار سونت لی۔اور وار کرنا ہی چاہتے تھے۔کہ غیب سے آواز آئی۔ یاعبداللہ۔ اَوْفُوْا بِالْعَهْدِ اِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُوْلاً اقرار کو پورا کرو بے شک اقرار کی بابت پوچھا جائے گا۔یہ آواز سن کر آپ رو پڑے۔جب کافر نے اپنی عبادت سے فارغ ہو کر دیکھا۔تو رونے کا مطلب پوچھا۔فرمایا کہ تم کو عبادت میں مصروف دیکھ کر خیال آیا۔کہ اب تم کو قتل کرنے کا اچھا موقع ہے۔چنانچہ تلوار سونت کر وار کرنا ہی چاہتا تھا۔کہ تمہاری خاطر درگاہ الٰہی سے مجھ کو جھڑک ملی۔یہ سن کر اس نے نعرہ مارا اور کہا کہ ایسے خدا کا فرمانبردار ہونا جو دشمن کی خاطر عتاب کرتا ہے۔ جوانمردی کے خلاف ہے۔اور فوراً مسلمان ہو گیا۔

ایک دفعہ موسم سرما میں آپ نیشاپور کے بازار سے گزر رہے تھے۔کہ ایک غلام کو

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

کی کھول کر فرمائیں۔ فرمایا کہ ہمیشہ یہ سمجھو کہ اللہ تعالیٰ تمہارے ہر کام کو دیکھ رہا ہے۔۔

نقل ہے۔ کہ آپ نے اپنی زندگی میں اپنا تمام مال ومتاع درویشوں کو بانٹ دیا۔ ایک دفعہ ایک مہمان آ گیا۔ جو کچھ پاس تھا خرچ کر دیا۔ اور کہا کہ یہ اللہ تعالیٰ کا بھیجا ہوا ہے۔ آپ کی بیوی جھگڑا کرنے لگی۔ آپ نے یہ کہہ کر جو عورت جھگڑا کرے گھر میں رہنے کے قابل نہیں طلاق دے دی۔ اس دن کسی سردار کی لڑکی آپ کی مجلس میں آئی۔ آپ کی باتیں اس کو پسند آئیں۔ گھر جا کر اپنے ماں باپ سے کہا۔ کہ میرا نکاح عبداللہ بن مبارک سے کر دو۔ چنانچہ انہوں نے آپ کا

نکاح آپ سے کر دیا۔ رات کو آپ نے خواب میں دیکھا۔ تو نے ہماری خاطر اپنی عورت کو طلاق دے دی یہ اس کا بدلہ ہے۔ تا کہ تجھ کو معلوم ہو جائے۔ کہ ہمارا بن جانے پر کوئی شخص نقصان میں نہیں رہتا۔

جب آپ کی وفات کا وقت آیا۔ تو سارا اثاثہ درویشوں کو دے دیا۔ ایک مرید نے عرض کی کہ آپ کی تین لڑکیاں ہیں۔ اور آپ دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں۔ کچھ ان کے لئے بھی چھوڑ جاؤ۔ فرمایا اللہ خود ان کا کارساز ہے۔

حالات سفیان ثوریؒ

آپ بزرگان کبار میں سے ہیں۔لوگ عام طور پر آپ کو امیر المومنین کہا کرتے تھے۔علوم ظاہری اور باطنی میں صاحب کمال اور بے نظیر تھے۔ورع اور تقویٰ میں آپ انتہائی درجہ تک پہنچے ہوئے تھے۔ادب اور تواضع بھی بے حد و حساب تھی۔ بہت سے مشائخ کبار کی صحبت میں رہے۔آپ مادرزاد صاحب ورع تھے۔چنانچہ نقل ہے۔کہ جب آپ ماں کے پیٹ میں تھے۔تو آپ کی والدہ نے ایک ہمسائی عورت کے ہاں جا کر کھٹائی کی ایک انگل چاٹی۔جس کی وجہ سے آپ نے پیٹ میں اس قدر اچھلنا اور سر مارنا شروع کیا۔کہ مجبوراً آپ کی والدہ کو ہمسائی کے پاس جا کر معافی مانگنی پڑی۔

آپ کی توبہ کا قصہ یوں ہے۔کہ ایک دن جب آپ مسجد میں داخل ہوئے۔تو مسجد کے اندر غلطی سے پہلے بایاں پاؤں رکھا۔اسی وقت غیب سے آواز آئی۔کہ اے ثور۔ثور(بیل) نہ بن۔یہ آواز سن کر آپ بے ہوش ہو گئے۔ہوش آنے پر اپنی ڈاڑھی کو پکڑ کر اپنے منہ پر طمانچے لگائے۔اور کہا کہ بے ادب۔تو نے ادب کے ساتھ مسجد میں پاؤں کیوں نہیں رکھا۔اس لئے انسانوں کے دفتر سے تیرا نام مٹ گیا۔اور جانوروں کے زمرے میں لکھا گیا۔(اسی وجہ سے آپ کو ثوری کہتے ہیں) فرماتے ہیں کہ میں نے کوئی ایسی حدیث نہ سنی۔جس پر عمل نہ کیا ہو۔فرماتے ہیں لوگو حدیث کی زکوٰۃ ادا کرو۔پوچھا گیا۔کہ حدیث کی زکوٰۃ کیا ہے۔فرمایا کہ دو سو حدیثوں میں سے کم از کم پانچ پر ضرور عمل کرو۔

نقل ہے۔کہ ایک دفعہ خلیفہ وقت نماز پڑھ رہا تھا۔آپ پیچھے کھڑے تھے۔نماز کے دوران خلیفہ بار بار اپنی داڑھی کو سنوارتا تھا۔آپ نے فرمایا کہ ایسی نماز قبول نہیں ہوتی۔قیامت کے دن اس نماز کو تمہارے منہ پر دے ماریں گے۔خلیفہ نے کہا۔کہ

آہستہ بولو۔ آپ نے فرمایا کہ میں حق بات کہنے میں بزدلی نہیں کرتا۔ خلیفہ کو اس بات کا رنج پہنچا۔ اور اس نے حکم دیا کہ اس شخص کو سولی پر چڑھا دیا جائے۔ تا کہ دوسروں کو عبرت ہو۔ جس روز آپ کو دار پر چڑھایا جانا تھا۔ آپ اس دن ایک بزرگ کی بغل میں سر رکھے ہوئے تھے۔ سفیان بن عینیہ پاس بیٹھے ہوئے تھے۔ جب ان دونوں بزرگوں کو سولی پر چڑھائے جانے کا حال معلوم ہوا۔ تو انہوں نے جگا کر حالات سے خبردار کرنا چاہا۔ لیکن آپ اس وقت جاگ رہے تھے۔ پوچھا کہ کیا معاملہ ہے۔ انہوں نے ماجرا بیان کرتے ہوئے خلیفہ پر اپنی ناراضگی ظاہر کی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو اپنی جان عزیز نہیں۔ لیکن احکام شریعت کو بجالانا فرض ہے۔ پھر درگاہ الٰہی میں دعاء کی کہ اے خداوندان کو بری طرح گھیر۔ چنانچہ اسی وقت خلیفہ معہ اپنے اہالی موالیوں کے چھت کے نیچے دب کر مر گیا۔ ان دونوں بزرگوں نے کہا مستجاب الدعوات

تم جیسا ہو۔ ایسی جلدی کوئی دعاء ہم نے قبول ہوتے نہیں دیکھی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے اپنی آبرو درگاہ الٰہی میں نہیں کھوئی ہے۔ جب دوسرا خلیفہ تخت نشین ہوا۔ تو وہ آپ کا حلقہ بگوش بن گیا۔ ایک دفعہ آپ بیمار ہو گئے۔ تب خلیفہ اپنے ایک خاص حاذق طبیب کو جو کہ ایک یہودی تھا۔ ہمراہ لے کر علاج کے لئے آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ جب طبیب نے آپ کا قارورہ ملاحظہ فرمایا تو کہا کہ خوف الٰہی سے جگر پارہ پارہ ہو چکا ہے۔ پھر یہ کہہ کر کہ جس مذہب میں ایسے ایسے مردان خدا ہوں۔ وہ مذہب باطل نہیں ہو سکتا۔ مسلمان ہو گیا۔ خلیفہ نے یہ حالات سن کر کہا۔ کہ میں نے طبیب کو مریض کے پاس بھیجا تھا۔ مگر یہ خبر نہ تھی کہ مریض کو طبیب کے پاس بھیج رہا ہوں۔

روایت ہے۔ کہ ایک دفعہ کسی شخص نے آپ کی خدمت میں روپوں کی دو تھیلیاں ارسال کیں۔ اور کہلا بھیجا کہ میرا باپ آپ کا دوست تھا۔ اور ہمیشہ حلال کمائی کی

کوشش کیا کرتا تھا۔سو یہ اس کے ورثہ سے لایا ہوں۔قبول فرمائیں۔آپ نے تھیلیاں واپس کرتے ہوئے فرمایا۔کہ محض اللہ تعالیٰ کی خاطر دوست تھا۔اس آدمی کے لڑکے نے واپس اپنے ماں باپ کی خدمت میں عرض کی۔کہ ابا جان۔شاید آپ کا دوست پتھر کا ہے۔میں عیالدار ہوں۔اور میرے پاس کچھ نہیں ہے۔آپ مجھ پر مہربانی کیوں نہیں فرماتے۔اس شخص نے جواب دیا۔کہ بیٹا میں اللہ تعالیٰ کی دوستی کو دنیا کی دوستی کے عوض فروخت نہیں کروں گا۔

ایک دفعہ ایک شخص آپ کی خدمت میں ہدیہ لایا۔مگر آپ نے قبول نہ کیا۔اس نے کہا کہ میں نے آپ کی بابت کوئی بات نہیں سنی۔آپ نے فرمایا کہ تیرے بھائی نے سنی ہے۔اور مجھ کو ڈر ہے۔کہ تیرے تحفے کے سبب سے دوسروں کی نسبت میرا دل تجھ پر زیادہ مائل نہ ہو جائے۔اور پھر یہ عادت ہو جائے گی۔اسی وجہ سے آپ کسی سے کوئی چیز نہ لیا کرتے تھے۔ایک دفعہ ایک شخص کے ہمراہ ایک امیر کے گھر سے آپ کا گزر ہوا۔ہمراہی نے امیر کے محل کو دیکھنا چاہا۔مگر آپ نے منع فرما دیا۔اور فرمایا۔کہ اگر تم لوگ ان کے گھروں کو نہ دیکھو۔تو وہ اس قدر فضول خرچی نہ کریں۔چونکہ تم ان کی طرف دیکھتے ہو۔اس لئے وہ بڑا بننے اور اثر پیدا کرنے کی غرض سے اسراف کرتے ہیں۔اس طرح تم ان کے گناہ میں شریک ہوتے ہو۔بلکہ ان کے گناہ کا موجب تم ہی بنتے ہو۔

ایک دفعہ آپ کا ایک پڑوسی بیمار ہو گیا۔آپ بھی اس کے جنازے کے ساتھ تھے۔لوگ میت کی تعریف کر رہے تھے۔سن کر فرمایا اگر مجھ کو معلوم ہوتا۔کہ لوگ اس سے خوش ہیں۔تو میں ہرگز جنازے کے ساتھ نہ آتا کیونکہ جب تک انسان منافق نہ بنے۔دنیا خوش نہیں ہو سکتی۔

آپ ہمیشہ جامع مسجد کے حجرے میں بیٹھے رہتے۔جب شاہی مال سے خریدا ہوا عود اور مشک وہاں خوشبو کے لیے جلایا جاتا۔تو وہاں سے بھاگ جاتے۔تا کہ خوشبو

نہ پہنچے۔

ایک دفعہ آپ نے ایک کپڑا الٹا پہن لیا۔ لوگوں نے کہا کہ سیدھا کر کے پہنو۔ مگر آپ نے نہ کیا۔ اور فرمایا کہ یہ کپڑا میں نے خدا کی خاطر پہنا ہے۔ خلقت کی خاطر اس کو بدلنا نہیں چاہتا۔ غرض نہ بدلا اور اسی طرح رہنے دیا۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ ایک نوجوان حج نہ کر سکا۔ تو اس نے سرد آہ بھری۔ آپ نے کہا اے جوان میں اپنے چار حج کا ثواب تم کو دیتا ہوں۔ اس کے عوض تو مجھ کو یہ آہ دیدے۔ اسی رات خواب میں دیکھا۔ کہ سفیان تم نے ایسا اچھا سودا کیا ہے۔ اگر سارے اہل عرفات میں تقسیم کیا جائے۔ تو سب کے سب دولت مند ہو جائیں۔

ایک دفعہ حمام میں ایک امرد آیا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ کہ اس کو باہر نکال دو۔ کیونکہ ہر ایک عورت کے ساتھ ایک شیطان ہوتا ہے۔ اور ہر ایک مارد کے ساتھ دس شیطان ہوتے ہیں۔ جو اس کو مردوں کی نظر میں سنوارتے ہیں۔

نقل ہے کہ ایک روز آپ روٹی کھا رہے تھے۔ اور ایک کتے کو بھی جو پاس بیٹھا تھا۔ دیتے جاتے تھے۔ لوگوں نے پوچھا کہ اہل وعیال میں بیٹھ کر کیوں نہیں کھاتے۔ فرمایا اگر کتے کو دوں۔ تو دن بھر وہ پاسبانی کرے گا۔ اور میں آرام سے عبادت خدا کروں گا۔ اگر اہل وعیال کو دوں۔ تو وہ مجھ کو اطاعت سے باز رکھیں گے۔

ایک دفعہ اونٹ پر سوار مکہ کی طرف جا رہے تھے۔ اور روتے جاتے تھے۔ ساتھی نے پوچھا۔ کہ کیا آپ کسی گناہ کی وجہ سے روتے ہیں۔ یہ سن کر آپ نے ایک تنکا اٹھایا۔ اور کہا کہ میرے گناہ خواہ کتنے ہی کیوں نہ ہوں۔ رحمت الٰہی کے مقابلے میں اس تنکے جتنے بھی نہیں۔ میں صرف اس وجہ سے روتا ہوں۔ کہ میرا ایمان سلامت ہے یا کہ نہیں۔

ایک دفعہ آپ بہت سے لوگوں کے ہمراہ بیٹھے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا۔ اگر کوئی شخص تم لوگوں کے درمیان یہ منادی کرے۔ کہ تم میں سے جو شخص صبح سے لے کر

شام تک زندہ رہنے کا یقین رکھتا ہے۔ وہ کھڑا ہو جائے۔ تو شاید ایک آدمی بھی کھڑا نہ ہو۔ لیکن بڑا تعجب یہ ہے۔ کہ باوجود اس یقین کے موت درپیش ہے۔ کوئی شخص اس کے لیے تیار نہیں پھر فرمایا کہ زاہد وہ شخص ہے۔ جو دنیا میں اپنے زہد پر عمل کر سکے۔ وہ شخص زاہد نہیں۔ جس کا زہد اس کی زبان پر ہے۔ پھر فرمایا کہ موٹے کپڑے پہنے اور معمولی غذا کھانے سے زہد حاصل نہیں ہوتا۔ بلکہ دنیا سے دل نہ لگانا اور امیدوں کو کوتاہ کرنا زہد ہے۔

فرمایا سب سے بہتر وہ بادشاہ ہے۔ جو اہل علم کی صحبت رکھتا ہے۔ اور ان سے علم سیکھتا ہے۔ اور سب سے برا عالم وہ ہے جو بادشاہوں کے ساتھ مل کر بیٹھنا پسند کرتا ہے۔

فرمایا سب سے بھلی عبادت خلوت ہے۔ اس کے بعد علم کی طلب۔ اس کے بعد علم پر عمل اور پھر اس کی اشاعت۔

فرمایا۔ کہ جب تک کسی شخص میں کوئی حکمت میں نے نہ دیکھ لی۔ اس وقت تک اس کی تواضع نہ کی۔

فرمایا اگر گناہوں کا مکر ہوتا تو کوئی شخص اس مکر سے نجات نہ پاتا۔ جو شخص اپنے آپ کو بزرگ سمجھتا ہے۔ وہ متکبر ہے۔

فرمایا سب سے بہتر پانچ آدمی ہیں۔ اور وہ زاہد جو عالم ہو۔ دوسرے وہ صوفی جو فقیہ ہو۔ تیسرے وہ دولت مند جو متواضع ہو۔ چوتھے وہ درویش جو صابر و شاکر ہو۔ اور پانچویں وہ شریف جو اہل السنۃ والجماعت ہو۔

فرمایا کہ جس کی نماز میں خشوع نہیں اس کی نماز درست نہیں ہے۔ جو شخص مال حرام سے خیرات کرتا اور صدقہ دیتا ہے۔ اس کی مثال یہ ہے کہ ناپاک کپڑے کو خون سے دھوتا ہے۔ نیک عادت خدا کی ناراضگی کو فرد کرتی ہے۔

یقین کے متعلق لوگوں نے پوچھا۔ تو فرمایا یقین دل کا فعل ہے۔ یقین درست ہو۔ تو معرفت درست ہو جاتی ہے۔

نقل ہے۔ کہ جب اپ کسی مرید کے ہمراہ سفر کو جاتے۔تو فرماتے کہ اگر کہیں سے موت ملے تو میرے لیے خرید لینا۔لیکن جب آپ کی وفات کا وقت آیا۔تو رو کر فرمایا میں موت کی خواہش کیا کرتا تھا۔لیکن اب معلوم ہوا کہ دراصل موت بڑی سخت ہے۔کاش سارا کفر اس قسم کا ہوتا۔جیسے کہ عصا لے کر گلی میں پھرا کرتے ہیں۔لیکن اللہ تعالیٰ کے پاس جانا آسان کام نہیں۔

نقل ہے کہ جب آپ کبھی موت کا ذکر سنتے۔تو چند دنوں تک بے خود سے رہتے۔ جو ملتا اس کو کہہ دیتے موت کے واسطے تیار ہو جاؤ۔پیشتر اس کے کہ تجھ کو پکڑا جائے۔باوجودیکہ آپ موت سے بہت ڈرتے تھے۔پھر بھی موت کی خواہش کرتے تھے۔وفات کے وقت لوگوں نے عرض کی۔آپ کو بہشت مبارک ہو۔سر بلند کر فرمایا تم کیا کہہ رہے ہو۔مجھ کو بہشت ہرگز نہیں مل سکتا۔اور نہ ہی میرے خون کے عوض کسی کو مل سکتا ہے۔

عبداللہ مہدی کہتے ہیں۔کہ موت کے وقت آپ نے فرمایا۔کہ میرا منہ زمین کی طرف رکھو۔چنانچہ تعمیل حکم کے بعد باہر نکلا۔تاکہ لوگوں کو خبر کروں۔واپس آنے پر دیکھا کہ سب لوگ جمع ہیں۔آپ نے سرہانے کے نیچے سے ایک روپوں کی تھیلی نکالی۔اور فرمایا کہ اس کو صدقہ کرو۔لوگوں نے کہا کہ آپ تو فرمایا کرتے ہیں۔کہ دنیا جمع نہیں کرنی چاہیے۔اور خود اس قدر مال جمع کر رکھا ہے۔فرمایا کہ یہ میرے ایمان کا نگہبان تھا۔اس سے میں نے اپنے ایمان کو سلامت رکھا۔کیونکہ اس کی موجودگی میں شیطان مجھ پر غلبہ نہ پاسکا۔کیونکہ اگر وہ کہتا کہ آج کیا کھاؤ گے اور کیا پہنو گے۔تو میں کہتا کہ میرے پاس زر ہے۔اگر کہتا کہ تیرے پاس کفن نہیں۔تو میں اس کو یہ روپے دیتا تھا۔اور اس کے وسواس کو رفع کر دیتا تھا۔اگرچہ مجھ کو اس کی ضرورت نہ تھی۔یہ کہہ کر کلمہ شہادت پڑھا رحلت فرما گئے۔انا للہ وانا الیہ راجعون ■

نقل ہے کہ بخارا اور مرو میں آپ کی کچھ ورثہ۔ علما اور بخارا نے اس کو سلامت رکھا۔ اور آپ کو خبر کی۔ اور آپ بخارا جانا چاہا۔ جب شہر کے نزدیک پہنچے۔ تو اہل شہر کے استقبال کو آئے۔ اور بڑی عزت کے ساتھ آپ کو شہر میں لے گئے۔ اس وقت آپ کی عمر صرف اٹھارہ سال کی تھی۔ آپ نے وہ ورثہ لے کر محفوظ رکھا۔ تا کہ کسی سے کوئی چیز نہ پڑے۔ جب موت کا یقین ہو گیا۔ تو وہ سارا مال صدقہ کر دیا۔

آپ کی وفات کے وقت آواز آئی۔ کہ ورع کا انتقال ہو گیا۔ بعض بزرگوں نے آپ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا۔ کہ قبر کی تنہائی اور وحشت میں آپ نے کیونکہ صبر کیا۔ فرمایا کہ میری قبر ایک بہشتی مرغزار تھی۔

نقل ہے کہ خلقت پر آپ کو بے حد شفقت تھی۔ ایک دن آپ نے بازار میں دیکھا کہ ایک پرندہ پنجرہ میں تڑپ رہا ہے۔ اس کو فوراً خرید کر آزاد کر دیا۔ چنانچہ وہ پرندہ روز آپ کے گھر آتا۔ آپ ساری رات نماز میں رہتے۔ تو وہ پرندہ آپ کو دیکھتا رہتا۔ جب لوگ آپ کا جنازہ لے جا رہے تھے۔ تو وہ پرندہ اپنے آپ کو دے دے مارتا تھا۔ پھر قبر میں سے آواز آئی۔ کہ اللہ تعالیٰ نے سفیان کو اس وجہ سے بخش دیا۔ کہ وہ خلقت پر عاشورہ تھا۔ الحمد اللہ رب العالمین.

باب نمبر 17

ذکر حضرت شفیق بلخیؒ

آپ شیخ زمان تھے۔ زہد و عبادت میں یکتائے روزگار اور راسخ قدم تھے۔ ساری عمر توکل میں بسر کی ہر قسم کے علوم و فنون میں ماہر کامل تھے۔ آپ کی بہت سی تصانیف اب بھی موجود ہیں۔ حاتم اصمؒ کے استاد تھے بہت سے مشائخ کبار کی صحبت کے تربیت یافتہ تھے۔ فرماتے ہیں کہ تمام علوم و فنون سے میں نے یہ حاصل کیا کہ اللہ تعالیٰ کی رضامندی چار چیزوں میں ہے۔ روزی میں امن۔ کام میں خلوص۔ شیطان سے دشمنی موت کی تیاری۔

آپ کی توبہ کا قصہ یوں مذکور ہے۔ کہ ایک دفعہ دوران تجارت آپ ترکستان کے ایک بتخانہ کو دیکھنے کے لئے تشریف لے گئے۔ وہاں ایک بت پرست کو بتوں کی عبادت میں نہایت خشوع کے ساتھ معروف دیکھا۔ آپ نے اس کو مخاطب کر کے کہا۔ کہ تیرا خالق زندہ اور قادر ہے۔ اس کی عبادت کر اور بتوں کو چھوڑ۔ کیونکہ یہ تیرے کسی کام نہ آئیں گے۔ یہ کلمہ سن کر بت پرست نے کہا۔ اگر تیرا خدا ایسا ہی ہے۔ تو کیا تجھ کو وہ تمہارے اپنے شہر میں روزی نہیں دے سکتا۔ اس کلام سے آپ کے دل پر سخت چوٹ لگی۔ اسی وقت بلخ کا رخ کیا۔ واپسی میں ایک آتش پرست آپ کے ہمراہ تھا۔ اس نے پوچھا۔ کہ کیا کام کرتے ہو۔ آپ نے کہا سوداگری۔ آتش پرست نے کہا۔ ایسی روزی کی خاطر کوشش کرنا جو تمہاری قسمت میں نہ ہو عمر ضائع کرنا ہے۔ اگر ایسی روزی کے لئے جدوجہد کرتے ہو جو تمہاری قسمت میں لکھی ہے تو یہ اور فضول بات ہے۔ ایسی روزی بہر حال تم کو مل کر رہے گی۔ اس کلام سے آپ کے دل کو اور چوٹ لگی۔ اور دنیا کی محبت آپ کے دل سے نکل گئی۔

نقل ہے۔ ایک مرتبہ بلخ میں شدید قحط نمودار ہوا۔ اور زحمت یہاں تک پہنچی۔ کہ لوگ ایک دوسرے کو کھانے لگے۔ اس حالت میں آپ نے ایک غلام کو خوش و خرم پھرتے

دیکھ کر پوچھا۔ کہ یہ کونسا خوشی کا وقت ہے۔ کیا تو خلقت کو بھوکوں مرتی نہیں دیکھتا۔ غلام نے کہا کہ مجھے کیا فکر۔ میرا آقا امیر آدمی ہے۔ اور غلے کے سینکڑوں انبار اس کے پاس موجود ہیں۔ یہ سن کر آپ کے دل کو اور چوٹ لگی۔ اور کہا خداوندا ایک غلام ایک محتاج آقا پر اس قدر ناز کرتا ہے۔ تو تیری ذات بابرکات پر جس قدر بھی ناز کیا جائے کم ہے۔ اسی وقت دنیاوی شغل کو ترک کر دیا۔ اور توبہ کر کے توکل کو مضبوطی سے تھام لیا۔ اور اکثر فرمایا کرتے کہ میں ایک غلام کا شاگرد ہوں۔

نقل ہے کہ حاتم صمؒ نے فرمایا کہ ایک مرتبہ میں شفیق کے ہمراہ جہاد کو گیا۔ ایک دن سخت جنگ ہوئی سوائے اس کے کہ ہوا میں سے گذرتے ہوئے تیر اور باہم گرتے ہوئے نیزے دکھائی دیتے تھے اور کچھ نظر نہ آتا تھا۔ مجھ سے فرمایا کہ آج دن کیا ہے۔ شاید تم یہ سمجھتے ہو۔ کہ کل ہی کا دن ہے۔ کہ تم نے اپنی بیوی کے پاس خواب کے کپڑوں میں بسر کیا۔ اس کے بعد دونوں فوجوں کے درمیان لیٹ کر سو گئے۔ گویا آپ کے نزدیک جنگ کوئی چیز ہی نہ تھی۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ آپ مجلس میں بیٹھے تھے۔ کہ شہر میں غل پڑ گیا۔ کہ غنیم نے حملہ کر دیا ہے۔ سنتے ہی آپ فوراً باہر تشریف لے گئے۔ کافروں کو شکست دے کر واپس آ گئے۔ اسی اثناء میں ایک مرید نے کچھ پھول لا کر آپ کے مصلّے کے قریب رکھ دیئے۔ آپ ان پھولوں کو سونگھنے لگے۔ ایک شخص نے کہا۔ کہ غنیم سر پر کھڑا ہے۔ اور آپ پھول سونگھ رہے ہیں۔ آپ نے فرمایا کہ منافق لوگ پھول سونگھنا دیکھ لیتے ہیں۔ لیکن لشکر کو شکست دینا نہیں دیکھ سکتے۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ آپ سمرقند میں وعظ فرما رہے تھے۔ لوگوں کو کہا کہ اگر تم مردہ ہو تو یہ قبرستان ہے۔ اگر بچے ہو تو مدرسہ ہے۔ اگر دیوانے ہو تو ہسپتال ہے۔ اگر کافر ہو تو کوستان ہے۔ اگر بندے ہو تو اسلام کی داد دو۔

ایک دفعہ ایک شخص نے کہا۔ کہ لوگ آپ کو ملامت کرتے ہیں۔ تم خواہ مخواہ تکلیف

قصاص لے۔ اگر ایسا نہ کرے گا۔ تو دوزخیوں کا سردار تو ہی ہوگا۔ ہارون نے کہا کچھ اور فرمائیے۔ آپ نے کہا کہ تو چشمہ ہے اور تیری رعایا کے اعمال نہریں۔ اگر چشمہ صاف ہے تو نہروں کا میلا ہونے سے کوئی حرج نہیں۔ لیکن اگر چشمہ ہی گندا ہوگا۔ تو نہروں کے صاف ہونے کی کوئی صورت ہی نہیں ہے پھر خلیفہ نے کہا کہ کچھ اور فرمائیں۔ آپ نے کہا۔ اگر تو جنگل میں اس قدر پیاسا ہو جائے کہ قریب مرنے کے پہنچ جائے اور کوئی شخص ایک گھونٹ پانی آدھی سلطنت کے عوض بیچے تو کیا تو خریدے گا۔ پھر فرمایا کہ اگر تیرا پیشاب بند ہو جائے اور کوئی شخص کہے کہ اگر آدھی سلطنت دے تو تیرا اعلاج کرتا ہوں۔ تو پھر کیا کرے گا۔ ہارون نے کہا کہ آدھی سلطنت دے دوں گا۔ پھر آپ نے فرمایا کہ ایسی حکومت پر کیا ناز ہے۔ جس کی قیمت پانی کا ایک گھونٹ ہو۔ سن کر ہاروں الرشید رونے لگا۔ اور احترام کے ساتھ آپ کو واپس کیا۔

جب آپ مکہ معظمہ میں پہنچے۔ تو لوگ آپ کے گرد جمع ہو گئے۔ آپ نے فرمایا کہ اس جگہ روزی کی تلاش کرنا نادانی ہے۔ اور روزی کے لئے کام کرنا حرام ہے۔ پھر حضرت ابراہیم ادھمؒ نے فرمایا۔ کہ اگر مل جاتی ہے تو شکر کرتے ہیں۔ نہیں ملتی تو صبر کرتے ہیں۔ آپ نے فرمایا۔ یہ حالت تو ہمارے شہر کے کتوں کی بھی ہے۔ ابراہیمؒ نے پوچھا کہ تم کیا کرتے ہو۔ آپ نے فرمایا کہ اگر مل جاتا ہے۔ تو خیرات کرتے ہیں۔ اگر نہیں ملتا تو شکر کرتے ہیں۔ یہ سن کر ابراہیمؒ نے آپ کا سر منہ چوم لیا اور کہا کہ تم میرے استاد ہو۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ ایک بوڑھا آدمی آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا۔ کہ میں نے بہت سے گناہ کئے ہیں۔ توبہ کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا کہ تو دیرے سے آیا ہے۔ اس نے کہا کہ میں جلدی آیا ہوں۔ کیونکہ جو شخص موت سے پہلے آ جائے۔ وہ جلدی آیا سمجھو۔ آپ نے فرمایا کہ اے مرد خدا تو نے خوب کہا۔ اور خوب آیا۔

فرماتے ہیں کہ اطاعت دس حصہ ہے۔نو حصے دنیا سے بیزاری اور ایک حصہ خاموشی میں ہے۔فرماتے ہیں کہ آدمیوں کی ہلاکت تین باتوں میں ہے۔توبہ کی امید پر گناہ کرنا۔زندگی کی امید پر توبہ نہ کرنا۔اور رحمت کی امید بغیر توبہ کئے رکھنا۔فرماتے ہیں کہ میں مہمان سے بڑھ کر اور کسی چیز کو زیادہ پسند نہیں کرتا۔کیونکہ اس کی روزی اور اجرت خدا کے ذمے ہے۔اور میرا درمیان میں کوئی تعلق نہیں۔فرماتے ہیں۔اگر تم دیکھنا چاہو کہ کوئی آدمی اچھا ہے یا برا۔تو دیکھو کہ وہ خدا کے وعدہ پر زیادہ مطمئن ہے یا لوگوں کے وعدے پر۔فرماتے ہیں کہ سات سو علمائے کرام سے میں نے پانچ باتیں دریافت کیں۔کہ عقلمند کون ہے۔امیر کون ہے۔زیرک کون ہے بخیل کون ہے۔اور درویش کون ہے سب نے ایک ہی جواب دیا۔کہ وہ شخص عقلمند ہے جو دنیا کو محبوب نہ رکھے۔زیرک وہ شخص ہے۔جو کہ دنیا کو اپنے آپ پر فریفتہ نہ کرے۔امیر وہ ہے۔جو کہ خدا کی تقدیر پر راضی رہے۔درویش وہ ہے جس کے دل میں دنیا کی زیادتی کی خواہش نہ ہو۔بخیل وہ شخص ہے جو زکوۃ ادا نہ کرے۔

حاتم اصمؒ فرماتے ہیں کہ آپ سے ایسی بات کی وصیت چاہی جو فائدہ مند ہو۔تو آپ نے فرمایا کہ اپنی زبان کو محفوظ رکھو یہ وصیت عام ہے۔اور وصیت خاص یہ ہے کہ اس وقت تک زبان سے کوئی بات نہ کہو۔جب تک یہ یقین نہ ہو جائے کہ اگر نہ کہوں گا۔تو جل جاؤں گا۔

باب نمبر 18

ذکر حضرت امام اعظمؒ

آپ شرع محمدی کے چراغ اور امت محمدیہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امام و پیشوا ہیں۔ آپ کی ریاضت ومجاہدہ کی کوئی حد نہیں ہے۔ بہت سے مشائخ صابر کی ریاضت کا شرف آپ کو حاصل ہے۔ آپ فضیل۔ ابراہیم ادھمؒ بشر حافی اور داؤد طائیؒ کے استاد ہیں۔ جب آپ نے روضہ نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر حاضر ہو کر السلام علیک یا سید المرسلین کہا۔ تو جواب میں وعلیکم السلام یا امام المسلمین کی ندا سنائی دی۔

آپ نے ابتدائی عمر ہی میں گوشہ نشینی اختیار کر لی تھی۔ ایک رات خواب میں دیکھا۔ کہ آپ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی استخوان مبارک لحد میں سے جمع کر رہے ہیں۔ ان میں سے بعض کو پسند کرتے تھے۔ اور بعض کو ناپسند۔ چنانچہ خواب کی ہیبت سے آپ بیدار ہوئے۔ اور ابن سیرین کے ایک رفیق سے خواب بیان کیا۔ انہوں نے جواب دیا۔ کہ خواب نہایت مبارک ہے۔ تم آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علم اور حفظ سنت میں اس حد تک پہنچ جاؤ گے۔ کہ صحیح کو غیر صحیح سے علیحدہ کر دو گے۔ پھر ایک بار آپ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو خواب میں دیکھا۔ جو فرما رہے تھے۔ کہ ابو حنیفہ تم کو اس لئے پیدا کیا گیا ہے۔ کہ میری سنت کو ظاہر کرو۔ اور عزلت کا قصد ترک کر دو۔

آپ کی احتیاط کا یہ عالم تھا۔ کہ ایک دفعہ خلیفہ نے ایک مجلس کی۔ جس میں آپ کے استاد شعبیؒ اور دوسرے علمائے وقت کو جمع کیا۔ اور داروغہ کو حکم دیا کہ ہر ایک خادم کے نام کچھ جائداد وقف یا ملک یا اقرار کے طور پر لکھ دو۔ اور علمائے کرام کی گواہیاں کرالو۔ چنانچہ کاغذ لکھا گیا۔ اور تمام علمائے کرام اور آپ کے استاد نے اس کاغذ پر دستخط کر دئے۔ جب کاغذ آپ کے پاس پہنچا۔ تو آپ نے فرمایا کہ خلیفہ کہاں ہیں۔ جواب ملا کہ اپنے محل میں۔ آپ نے فرمایا کہ امیر المومنین یہاں آئیں یا میں

ان کے پاس جاؤں ۔تب شہادت ٹھیک ہو۔ یہ لفظ سن کر داروغہ نے کچھ درشتی سے کام لیا۔ اور کہا کہ سب علمائے کرام نے گواہی لکھ دی۔ آپ فضول باتیں کرتے ہیں ۔آپ نے فرمایا ہر ایک کا فعل اس کے اپنے لئے ہے۔ چنانچہ آپ نے شہادت لکھنے سے انکار کر دیا۔ جب خلیفہ کو خبر ہوئی تو اس نے آپ کے استاد شعبی کو بلا کر پوچھا کہ کیا گواہی میں اپنی آنکھوں سے دیکھنا ضروری ہے۔ کہا کہ ہاں۔ پھر خلیفہ نے پوچھا کہ اگر یہ بات ہے تو تم نے بغیر دیکھے گواہی کیوں لکھدی شعبیؒ نے کہا کہ مجھ کو معلوم تھا کہ آپ کے حکم سے ہے۔ خلیفہ نے کہا کہ یہ بات حق سے دور ہے۔ اور تم منصب قضا کے قابل نہیں ہو۔ اس کے بعد خلیفہ نے اکابر علماء کے مشورہ کے بعد ابو حنیفہ' سفیان م؟ بن خرام اور شریح کو منتخب کیا کہ ان میں سے کسی ایک کو قاضی بنانا چاہئے چنانچہ ان چاروں کو طلب کر کے خلیفہ نے اپنی رائے کا اظہار کیا۔ اور کہا کہ تم لوگ اپنے میں سے کسی ایک کو قاضی مقرر کر لیں۔ یہ سن کر آپ نے فرمایا کہ میں تو قضا کو قبول نہیں کرونگا۔ آپ نے اپنے دوسرے ساتھیوں سے فرمایا کہ نجات کی ایک سبیل میں تم کو بتاتا ہوں سب کے اتفاق پر آپ نے فرمایا کہ سفیان کو بھاگ جانا چاہئے ۔مسفر ؟ بن خرام اپنے آپ کو دیوانہ بنالیں میں قضاء کو قبول نہ کرونگا اور شریح کو قاضی بنالیا جائے ۔ چنانچہ اسی تجویز کے مطابق سفیان تو بھاگ گئے ۔اور باقی تینوں دربار میں پہنچے خلیفہ نے آپ کو قاضی بنانا چاہا۔ مگر آپ نے فرمایا کہ میں اس کے قابل نہیں ہوں ۔ اگر میں اس بات میں سچا ہوں ۔تو فی الحقیقت قاضی بننے کے قابل نہیں ۔ اگر جھوٹا ہوں ۔تو جھوٹا شخص بھی قاضی نہیں بن سکتا۔ علاوہ ازیں میں قریشی نہیں ہوں بلکہ موالی ہوں۔ اور عرب کے لوگ میری قضا کو قبول بھی نہیں کرینگے۔ اس کے بعد مسفر ؟ نے آگے بڑھ کر خلیفہ کا ہاتھ پکڑا اور دیوانہ پن کی باتیں شروع کیں۔ چنانچہ ان کو نکال دیا گیا۔ اس کے بعد شریح کو قاضی بنا دیا گیا۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ لڑکے گیند کھیل رہے تھے ۔تو اتفاقاً گیند اچھل کر مجلس میں

آپڑا۔ کسی کو جا کر لانے کی جرات نہ ہوتی۔ آخر ایک لڑکا گستاخانہ اندر آیا۔ اور گیند اٹھا کر لے گیا۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا کہ شاید یہ لڑکا حلال زادہ نہیں ہے چنانچہ دریافت پر ایسا ہی معلوم ہوا۔ لوگوں نے پوچھا کہ آپ کو کیسے معلوم ہو گیا۔ فرمایا اگر حلال زادہ ہوتا تو اس میں شرم و حیا ہوتی۔

فرماتے ہیں کہ جب کبھی کسی مسئلہ میں کچھ تردد ہوتا۔ تو میں چالیس بار قرآن کریم کا ختم کرتا تو وہ مسئلہ منکشف ہو جاتا۔

داؤ طائی ؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں بیس ۲۰ سال تک آپ کی خدمت میں رہا۔ خلوت وجلوت میں آپ کو دیکھا مگر کبھی ننگے سر نہ دیکھا۔ اور نہ آپ کو آرام کے لئے پاؤں پھیلائے ہوئے دیکھا۔ میں نے عرض کیا۔ اگر خلوت میں آپ آرام کیلئے پاؤں پھیلا لیں تو کیا حرج ہے۔ فرمایا کہ خلوت میں خدا کے ساتھ ادب سے رہنا زیادہ مناسب ہے۔

ایک دفعہ کہیں جا رہے تھے۔ راہ میں ایک لڑکے کو دیکھ کر فرمایا کہ سنبھل کر چل تا کہ کیچڑ میں نہ گر پڑے۔ اس نے کہا۔ اگر میں گر پڑا تو معمولی بات ہے۔ اکیلا ہی گروں گا۔ لیکن اگر آپ کا پاؤں پھسل گیا۔ تو وہ تمام مسلمان جو آپ کے بعد آئیں گے پھسل جائیں گے۔ اور پھر ان کا اٹھ سکنا دشوار ہو گا۔ آپ کو اس لڑکے کے فہم پر تعجب آیا۔ فوراً مجلس میں آکر اپنے معتقدین اور اصحاب کو فرمایا۔ کہ خبردار اگر کسی مسئلہ میں تم کو میری نسبت کوئی بات زیادہ واضح معلوم ہو۔ تو میری اطاعت نہ کرو۔ اور اگر میرے قول کو حدیث وقرآن سے مطابق نہ پاؤ۔ تو میرے قول کو زمین پر پٹخ دو۔ یہ الفاظ آپ کے کمال انصاف کی علامت ہیں۔

ایک مالدار شخص امیر المومنین عثمان ؓ سے اختلاف رکھتا تھا۔ اور اکثر آپ کو یہودی کہہ دیتا۔ جب یہ بات آپ کے کانوں تک پہنچی۔ تو آپ نے اس کو بلایا اور فرمایا۔ کہ میں تمہاری لڑکی کا نکاح فلاں یہودی سے کر دونگا۔ اس مالدار نے کہا آپ امام

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

کیوں دھوتے ہیں فرمایا کہ ہاں وہ فتوی ہے۔ اور یہ تقوی ۔

شیخ بو علی بن عثمان اطابی بیان کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں ملک شام میں حضرت بلال موذن کی قبر پر سویا ہوا تھا۔ کیا دیکھتا ہوں۔ کہ میں مکہ معظمہ میں ہوں۔ اور جناب رسول کریم (روحی فداہ) صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک بوڑھے شخص کو نہایت شفقت کے ساتھ گود میں لئے ہوئے آئے۔ میں نے دوڑ کر قدموں میں سر رکھا اور پوچھا کہ یہ کون شخص ہے۔ فرمایا کہ تمہارے ملک اور مسلمانوں کے امام ابو حنیفہؒ ہیں۔

نوفل بن حیانؒ کہتے ہیں۔ کہ جب آپ انتقال فرما گئے۔ تو میں نے خواب میں قیامت کو دیکھا۔ تمام خلقت حساب دے رہی ہے۔ جناب رسول مقبول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حوض کوثر کے کنارے تشریف فرما ہیں۔ اور دونوں طرف مشائخ کھڑے ہیں وہاں ایک سفید چہرہ خوبصورت بزرگ کو دیکھا۔ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے منہ پر منہ رکھتے ہیں۔ اور امام ابو حنیفہ آپ کے برابر کھڑے ہیں۔ میں نے سلام کر کے حضرت امام ابو حنیفہ سے پانی طلب کیا۔ مگر آپ نے فرمایا۔ کہ جب تک آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اجازت نہ دینگے۔ پانی نہیں دے سکتا۔ اس پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے پانی دیدینے کا حکم دیا۔ تب آپ نے ایک پیالہ پانی کا دیا۔ جو ہم کئی شخصوں نے پیا۔ مگر پھر بھی پیالہ بھرا ہوا تھا۔ میں نے پھر پوچھا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے دائیں طرف کون بزرگ ہیں۔ فرمایا حضرت ابراہیم خلیل اللہؑ اور بائیں طرف صدیق اکبرؓ۔ اسی طرح سترہ شخصوں کی نسبت میں نے پوچھا۔

حضرت یحیٰی معاذ رازیؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے خواب میں جناب رسالتمآب کی زیارت کر کے پوچھا آپ کو کہاں تلاش کروں۔ فرمایا کہ ابو حنیفہؒ کے علم کے نزدیک مجھ کو تلاش کرو۔

اگرچہ آپ کے مجاہدات ومناقب بیشمار ہیں۔ جو کسی سے پوشیدہ نہیں ہیں۔ اس لئے ہم اس قدر حالات پر اکتفا کرتے ہیں۔

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. اقبال اکادمی سائبر لائبریری ©2002-2006

حالات حضرت امام شافعیؒ

آپ سلطان شریعت وطریقت اور برہان حقیقت ومحبت مفتی اسرار الٰہی اور مہدی انوار نامتناہی وارث دین نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں۔اگرچہ آپ کے حالات بیان کرنے کی چنداں ضرورت نہیں۔کیونکہ ایک عالم آپ کے مقلدین میں سے ہے۔فراست میں آپ یگانہ روزگار تھے۔چاروں اماموں سے ایک امام ہیں۔آپ کی ریاضات وکرامات بیشمار ہیں۔ابھی آپ کی عمر تیرہ ۱۳سال ہی کی تھی۔کہ آپ نے کہا کہ جومسئلہ مجھ سے چاہو۔پوچھ لو۔اور جوفتویٰ چاہو طلب کرو۔امام احمد حنبل جوکہ امام جہاں تھے۔اور کئی ہزار حدیثیں ازبر تھیں۔آپ کی شاگردی کو آتے تھے۔اور فرماتے تھے۔کہ فقہ کا دروازہ خلقت پر بند تھا امام شافعی کی طفیل اللہ تعالیٰ نے اس دروازے کو ہم پر کھول دیا ہے اور میں نہیں جانتا کہ اس زمانہ میں شافعیؒ سے زیادہ کسی اور شخص کا احسان اسلام پر ہے۔اور پھر فرمایا کہ حدیث نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مطابق کہ ہر دوسو سال کے بعد ایک شخص پیدا ہوتا ہے' جس سے لوگ دین سیکھتے ہیں اس سے مراد امام شافعیؒ ہیں۔بلال خواص فرماتے ہیں۔کہ خضر علیہ السلام نے فرمایا کہ امام شافعی اوتاد میں سے ہیں۔عبداللہ انصار اللہؒ فرماتے ہیں۔اگرچہ میں امام شافعی کا مقلد نہیں ہوں۔لیکن ان کو دوست رکھتا ہوں۔امام صاحب خود فرماتے ہیں کہ میں نے خواب میں جناب رسالتمآب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو دیکھا۔آپ نے مجھ سے پوچھا کہ تم کون ہو۔میں نے عرض کیا کہ آپ کا ایک امتی ہوں۔تب آپ نے فرمایا کہ قریب آؤ۔تو آپ نے اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا اور فرمایا کہ جاؤ۔اب اللہ تعالیٰ تم کو برکت دیگا۔اس کے بعد حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے اپنی انگشتری اتار کر میرے حوالے کی۔

نقل ہے۔کہ ابھی آپ کی عمر چھ سال کی تھی۔کہ ایک دفعہ دو شخص آپ کی والدہ کے

پاس کچھ امانت رکھ گئے کچھ دنوں کے بعد ان میں سے ایک شخص واپس آیا۔ اور اپنی امانت لے کر واپس چلا گیا۔ اس وقت آپ کی والدہ موجود نہ تھیں۔ تھوڑی دیر کے بعد جب آپ کی والدہ تشریف لے آئیں۔ تو دوسرا آدمی بھی آ گیا۔ اور اپنی امانت طلب کی آپ نے کہا کہ تمہار ساتھی امانت لے گیا ہے۔ اس نے کہا کہ یہ اقرار نہ تھا۔ آپ کی والدہ بہت ملول ہوئیں۔ تو آپ نے کہا۔ کہ فکر کی کوئی بات نہیں۔ پھر دوسرے آدمی کو کہا۔ کہ تم اپنے ساتھی کو بلا کر لے آؤ۔ اور اپنی امانت لے جاؤ۔ یہ لفظ سن کر وہ تحسین کرتا ہوا چلا گیا۔

آپ عام طور پر امام مالکؒ کے دروازے پر کھڑے رہتے۔ جو شخص کوئی فتویٰ لے کر آتا۔ اس کو دیکھتے اگر وہ درست نہ ہوتا۔ تو کہتے کہ واپس لے جاؤ۔ اور درست کروا کر لاؤ۔ وہ شخص واپس جا کر فتویٰ کی صحت طلب کرتا۔ جب امام مالکؒ اس فتویٰ کو دوبارہ ملاحظہ کرتے۔ تو حق امام شافعیؒ کی طرف پاتے۔ اور امام مالکؒ اس پر ناز کرتے۔

نقل ہے۔ کہ ایک دفعہ خلیفہ ہارون الرشید اپنی بیوی زبیدہ سے مناظرہ کر رہا تھا۔ اثنائے گفتگو میں زبیدہ نے ہارون الرشید کو دوزخی کہہ دیا۔ ہارون نے کہا۔ اگر میں دوزخی ہوں۔ تو تم کو طلاق۔ غرض دونوں جدا ہو گئے۔ چونکہ خلیفہ کو زبیدہ سے بہت محبت تھی۔ اور زبیدہ بھی خلیفہ کو نہایت محبوب رکھتی تھی۔ اس لئے دونوں بیقرار ہوئے۔ تمام علمائے کرام کو جمع کر کے فتویٰ طلب کیا۔ مگر سب چپ رہے۔ اور کہنے لگے کہ سوائے خداوند کریم کے کوئی نہیں جانتا۔ کہ خلیفہ دوزخی ہے یا بہشتی۔ اس وقت آپ مجلس میں موجود تھے۔ اور عمر بھی ابھی گیارہ سال کی تھی۔ آپ نے کھڑے ہو کر کہا کہ اس مسئلہ کا جواب میں دیتا ہوں۔ سب لوگ حیران رہ گئے۔ کہ ایک بچہ کیا جواب دے سکتا ہے۔ تب ہارون نے آپ کو نزدیک سے پوچھا۔ تو آپ نے کہا۔ کہ چونکہ آپ سائل ہیں۔ اس لئے تخت سے نیچے اتر جائیں۔ اور مجھ کو تخت پر جگہ

آپ کی قوت حافظ اس قدر زبردست تھی کہ جو بات غور سے ایک دفعہ دیکھ لیتے وہ کبھی نہ بھولتے۔ چنانچہ آپ کو قرآن حفظ نہ تھا۔ خلیفہ نے بغرض امتحان آپ کو امام بنا دیا۔ آپ روز ایک پارہ دیکھ لیتے اور رات کو پڑھ دیتے۔ اس طرح ایک ماہ میں قرآن شریف زبانی یاد کرلیا۔

کسی نے آپ سے نصیحت چاہی۔ آپ نے فرمایا اطاعت میں اس قدر رشک کر جس قدر لوگ مردوں پر کرتے ہیں یعنی جس قدر اطاعت الٰہی اس نے کی ہے۔ میں اس سے زیادہ کروں۔ مگر کسی پر حد نہ کرنا۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ میں نے آپ کی وفات کے پیشتر خواب دیکھا۔ کہ حضرت آدم علیہ السلام کا انتقال ہو گیا ہے اور لوگ ان کا جنازہ لیجا رہے ہیں۔ میں نے اس خواب کی تعبیر ایک معتبر سے دریافت کی۔ تو اس نے کہا کہ موجودہ وقت کا سب سے بڑا عالم وفات پائیگا۔ کیونکہ علم حضرت آدم علیہ السلام کا خاصہ ہے۔ اس کے بعد آپ کی وفات ہوئی۔

وفات کے وقت آپ نے وصیت کی۔ کہ مجھ کو فلاں شخص غسل دے۔ لیکن اس وقت وہ شخص مصر میں تھا۔ وصیت کی تعمیل نہ ہو سکی۔ جب وہ شخص واپس آیا۔ تو لوگوں نے اسے یہ بات بیان کی۔ اس نے کہا کہ آپ کے کاغذات لاؤ جب آپ کے کاغذ دیکھے گئے۔ تو معلوم ہوا کہ ستر ہزار درم قرض تھے۔ چنانچہ اس نے معاف کر دئے۔ اور کہا میرا ان کو غسل دینا یہی تھا۔

ربیع بن سلیمانؒ کہتے ہیں۔ کہ میں نے امام شافعیؒ کو دیکھا۔ اور پوچھا کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ فرمایا کہ کرسی پر بٹھا کر زر و جواہر نثار کئے۔ اور چند دینار کے بدلے میں ستر ہزار دے کر رحمت فرمائی۔

باب نمبر 20

حالات حضرت امام احمد حنبلؒ

آپ دین وسنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے امام تھے۔ اور مذہب وملت کے پیشوا۔ صاحب علم ورع حدیث میں آپ عالم اجل تھے۔ صاحب ریاضت وکرامات۔ صاحب فراست اور مستجاب الدعوت تھے۔

نقل ہے۔ کہ ایک دن آپ کے صاحبزادے اس حدیث شریف "خُمِرَتْ طِیْنَۃُ اٰدَمَ بِیَدِہٖ (یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے ہاتھ سے آدم علیہا سلام کی مٹی کو گوندھا) کے معنی کررہے تھے۔ اور آستین سے ہاتھ باہر نکال لئے۔ آپ نے دیکھ کر فرمایا۔ کہ جب اللہ تعالی کے ہاتھ کے متعلق گفتگو کرو۔ تو اپنے ہاتھ سے اشارہ نہ کرو۔

بہت سے مشائخ کبار کو آپ نے دیکھا اور ان سے فیض حاصل کیا۔ حضرت بشر حافیؒ فرماتے ہیں۔ کہ احمد حنبلؒ میں تین خصلتیں ایسی ہیں جو مجھ میں نہیں۔ اول یہ کہ مال حلال اپنے لئے اور اپنے اہل عیال کیلئے طلب کرنا۔ میں صرف اپنے لئے طلب کرتا ہوں۔

نقل ہے کہ جب بغداد میں فرقہ معتزلہ کا غلبہ ہوا۔ تو لوگوں نے آپ کو تکلیف دینی چاہی۔ تا کہ آپ بھی قرآن کریم کو مخلوق کہیں۔ چنانچہ آپ کو خلیفہ کے دربار میں لے گئے۔ وہاں دروازے پر ایک دربان کو دیکھا۔ اس نے کہا امام المسلمین خبردار رہنا اور بہادروں کی طرح مقابلہ کرنا۔ میں نے ایک دفعہ چوری کی تھی۔ اگر چہ مجھ کو ہزار تکلیفیں دی گئیں۔ لیکن میں نے اقبال جرم نہ کیا۔ آخر بری کر دیا گیا۔ یاد رکھو۔ میں نے باطل پر صبر کیا۔ اور تم حق پر ہو۔ اس لئے تم کو مجھ سے زیادہ صبر کرنا چاہئے۔ امامؒ فرماتے ہیں کہ دربان کی یہ بات میرے دل میں بہت اثر کر گئی۔۔ اگر چہ آپ ضعیف تھے اور آپ کو صدہا طرح سے ایذاء دی گئی۔ مگر آپ نے قرآن کو مخلوق نہ کہا۔ اسی اثناء میں جبکہ ظالم آپ کو مار رہے تھے اور آپ کے دونوں ہاتھ بندھے

ہوئے تھے۔آپ کا کمر بند کھل گیا۔اورابھی برہنہ نہ ہوئے ہونے تھے۔کہ قدرت الٰہی سے غیب سے دو ہاتھ نمودار ہوئے جنھوں نے آپ کے کمر بند کو باندھ دیا۔یہ حال دیکھ آپ کو رہا کر دیا۔اسی تکلیف دہی کے دوران میں آپ کی وفات ہوئی۔ اور وفات کی وجہ یہی سزا تھی۔وفات کے وقت لوگوں نے آپ سے پوچھا۔کہ جن لوگوں نے آپ کو تکلیف دی۔ ان کے حق میں آپ کیا کہتے ہیں۔فرمایا کہ انہوں نے مجھ کو خدا کے لئے مارا اور تکلیف دی۔کیونکہ وہ سمجھتے تھے۔کہ وہ حق پر ہیں۔قیامت کے دن میں ان سے کوئی بدلہ طلب نہ کروں گا۔

آپ کی اجابت دعا کا یہ حال تھا۔کہ ایک دفعہ ایک شخص جس کی والدہ کے ہاتھ پاؤں بیکار ہو گئے تھے۔ہر چند علاج کیا۔مگر کوئی فائدہ نہ ہوا۔آپ کی خدمت میں دعا کے لئے آیا۔آپ نے اس کی والدہ کے حق میں صحت کی دعا کی ابھی ابھی وہ نوجوان اپنے گھر بھی نہ پہنچا تھا۔کہ اللہ تعالٰی نے اس کی والدہ کو تندرست کر دیا۔

ایک دفعہ آپ دریائے دجلہ کے کنارے وضو کر رہے تھے۔ایک اور آدمی آپ سے اوپر کی طرف وضو کر رہا تھا جب اس نے امام کو نیچے کی طرف وضو کرتے ہوئے دیکھا۔تو تعظیم کے خیال سے اٹھ کر نیچے کی طرف چلا گیا۔کسی شخص نے اس آدمی کو وفات کے بعد خواب میں دیکھ کر پوچھا کہ اللہ تعالٰی نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا۔اس نے کہا کہ وضو کرنے میں امام کی تعظیم کرنے کے باعث اللہ تعالٰی نے مجھ کو بخش دیا۔

نقل ہے۔کہ ایک دفعہ آپ جنگل میں راہ بھول گئے۔وہاں ایک طرف ایک اعرابی کو بیٹھے دیکھا۔آپ راہ دریافت کرنے کی غرض سے اس کی طرف گئے۔جب جا کر پوچھا۔تو وہ رونے لگا۔آپ نے سمجھا شاید بھوکا ہے۔روٹی کا ایک ٹکڑا پاس تھا۔ وہ اس کو دیا۔مگر وہ ناراض ہو گیا۔اور کہنے لگا۔تو کون ہے۔کہ خدا کے گھر کو جاتا ہے مگر اس کی روزی رسانی پر ایمان نہیں رکھتا۔تب ہی تو راہ بھول گیا۔یہ سن کر آپ

نے فرمایا۔ کہ میں آتش حسرت سے جل گیا۔ اور کہا۔ خداوندا تیرے ایسے ایسے باکمال بندے گوشوں میں چھپے بیٹھے ہیں۔ اس نے کہا۔ یہ تم نے کیا کہا۔ اللہ تعالیٰ کے ایسے ایسے بندے موجود ہیں، کہ جس بات کی وہ اللہ تعالیٰ کو قسم دیں۔ کہ ایسا کر، تو خداوند کریم ضرور ویسا ہی کر دے۔ اس وقت ہاتف کی آواز کان میں سنائی دی۔ کہ احمد دل کو نگاہ میں کیوں نہیں رکھتے ہو۔ ہم نے تم کو صرف ایک ہی بندہ دکھایا ہے۔

اگر چہ آپ بغداد میں رہتے تھے۔ مگر بغداد کا آٹا نہ کھاتے تھے۔ بلکہ موصل کا آٹا منگا کر کھایا کرتے تھے۔ کیونکہ آپ کہتے کہ بغداد کو خلیفہ عمر رضی اللہ عنہ نے غازیوں پر وقف کر دیا تھا۔

آپ کا صاحبزادہ صالحؒ ایک سال شہر اصفہان کا قاضی بنا۔ دن کو روزہ اور رات کو نماز ان کا معمول تھا اور صرف ایک دو گھڑی آرام فرمایا کرتے تھے۔ گھر کے دروازے پر ایک جگہ بنالی تھی۔ کہ شاید رات کو کوئی مہم پیش آجائے۔ اور دروازہ بند ہونے کی وجہ سے سائل خالی نہ چلا جائے۔

آپ کے تقویٰ کا یہ حال تھا۔ کہ ایک دفعہ آپ کی روٹی میں آپ کے صاحبزادہ کے ہاں سے خمیر لے کر ڈالا گیا۔ مگر آپ نے وہ روٹی کھانے سے یہ کہہ کر انکار کر دیا۔ کہ صاحبزادہ ایک سال اصفہان کا قاضی رہ چکا ہے۔ آخر وہ روٹی رکھ چھوڑی۔ تاکہ کوئی سائل اگر مانگے۔ تو اس کو یہ کہہ کر کہ آٹا احمدؒ کا ہے دیدی جائے چالیس ۴۰ دن تک کوئی سائل نہ آیا۔ آخر وہ روٹی دریائے دجلہ میں ڈال دی۔ اس کے بعد آپ نے دجلہ کی مچھلی کا کھانا ترک کر دیا۔

آپ عبداللہ بن مبارکؒ کی زیارت کے بہت مشتاق رہا کرتے تھے۔ ایک دفعہ اتفاق سے عبداللہ بن مبارکؒ آپ کے دولت خانہ پر حاضر ہوئے۔ بیٹے نے آپ کو اطلاع دی۔ مگر آپ نے ملاقات کی اجازت نہ دی۔ بیٹے نے پوچھا۔ کہ یہ کیوں۔ آپ تو ہمیشہ ان کی زیارت کے مشتاق رہا کرتے تھے۔ فرمایا اس لئے کہ ان کی

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

شخص وصیت کا طالب ہوا۔تو فرمایا کہ دنیا کے لئے صرف اتنی کوشش کرو۔ جو دنیا میں رہنے تک کام آئے۔ آخرت کے لئے اس قدر کوشش کرو۔ جو آخرت میں ہمیشہ رہنے تک کام آئے۔ ایک اور شخص نے وصیت چاہی۔تو فرمایا کہ مردے تمہارے منتظر ہیں۔ ایک مرید سے فرمایا کہ اگر تو سلامتی چاہتا ہے تو دنیا کو رخصتی سلام کر۔ اگر کرامت کا طالب ہے تو آخرت پر تکبیر کہہ یعنی دونوں جہانوں سے بے نیاز ہو جا۔تب تو حق تک پہنچ سکے گا۔

فضیل بن عیاضؒ نے دو دفعہ آپ کو دیکھا۔اور فخر کیا کرتے تھے۔ کہ میں نے داؤد طائیؒ کی زیارت کی ہے۔حضرت معروف کرخیؒ فرماتے ہیں۔ کہ دنیا کو ذلیل خوار سمجھنے والا شخص داؤد طائیؒ سے بڑھ کر میں نے کسی کو نہ دیکھا۔حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں۔ کہ ایک حجام نے آپ کی حجامت بنائی۔تو اس کو ایک دینار دیا۔لوگوں نے کہا۔ کہ آپ نے اسراف سے کام لیا ہے۔فرمایا کہ جس میں مروت نہیں۔اس کی عبادت بھی نہیں۔

امام محمدؒ اور امام ابو یوسفؒ آپ کے زمانہ میں تھے۔اگر ان دونوں میں کسی مسئلہ پر اختلاف ہوتا۔تو وہ آپ کو حکم یعنی منصف مقرر فرماتے۔اور جب وہ دونوں عالم آپ کے پاس آتے تو ابو یوسفؒ کی طرف پشت کرکے اور محمدؒ کی طرف منہ کرکے بات کرتے۔اگر امام محمدؒ کا قول درست ہوتا۔تو فرماتے کہ حقیقت یہ ہے۔ جو امام محمدؒ فرماتے ہیں۔اگر امام ابو یوسفؒ کا قول درست ہوتا تو فرماتے کہ اصل مسئلہ یوں ہے جیسے کہ یہ کہتے ہیں۔یعنی امام ابو یوسفؒ کا نام نہ لیتے۔لوگوں نے پوچھا کہ دونوں عالم اور بزرگ آدمی ہیں۔مگر ابو یوسفؒ کی طرف آپ پشت کیوں کر لیتے ہیں۔اور ان کا نام کیوں نہیں لیتے۔فرمایا کہ امام محمدؒ نے نعمت کی حالت میں علم حاصل کیا اور ابو یوسف نے ذلت ومسکنت میں علم حاصل کیا۔امام محمدؒ نے علم کو دین کی عزت کا سبب سمجھا۔اور ابو یوسفؒ نے دنیا کی عزت کا سبب سمجھا۔کیونکہ جب ابو

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

باب نمبر 22

حالات حضرت حارث محاسبیؒ

آپ علوم ظاہری و باطنی میں یکتائے روزگار تھے۔ انواع علوم میں آپ کی بہت سی تصانیف موجود ہیں۔ عالی ہمت اور صاحب مروت تھے۔ فراست و سخاوت میں بے نظیر تھے۔ اور اپنے وقت کے شیخ المشائخین تھے۔ اور مجتہد کا درجہ رکھتے تھے۔ آپ کی پیدائش خواجہ حسن بصریؒ کے زمانے میں ہوئی۔ وفات بغداد میں ہوئی۔ شیخ ابو عبداللہ حنیفؒ فرماتے ہیں۔ کہ ہمارے پانچ بزرگوں یعنی حارث محاسبیؒ 'بغدادیؒ اویمؒ 'ابن عطارؒ 'اور عمر بن عثمانؒ کی اقتداء اور متابعت کرو۔ اور باقی تمام بزرگوں کو تسلیم کرو۔ کیونکہ یہ پانچوں بزرگ جامع شریعت طریقت اور حقیقت کے ہیں۔ اور باقی صرف تسلیم کے قابل۔ یہ پانچوں اقتداء اور متابعت کے قابل ہیں۔ بزرگان طریقت فرماتے ہین۔ کہ ابوعبداللہ حنیفؒ ان میں چھٹے ہیں۔

تیس ۳۰ ہزار دینار آپ کو ترکہ میں پہنچے۔ لیکن آپ نے وہ سارا ترکہ بیت المال میں جمع کرا دیا۔ لوگوں نے پوچھا۔ آپ نے بیت المال میں اپنا روپیہ کیوں دیدیا۔ فرمایا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ فرقہ قدریہ کے لوگ میری امت میں مجوسیوں کا سا درجہ رکھتے ہیں۔ میرا باپ قدریہ طریقے پر تھا۔ اور مسلمان مجوسی سے میراث نہیں لے سکتا۔

آپ کے حق میں خدا کی اس قدر عنایت تھی۔ کہ اگر کبھی کسی مشتبہ کھانے کی طرف ہاتھ لے جاتے تو انگلی کی رگیں کھچ جاتی تھیں۔ اور آپ وہ لقمہ اٹھا نہ سکتے تھے۔ آپ سمجھ جاتے کہ یہ مشتبہ چیز ہے۔ اور ترک کر دیتے۔

حضرت جنید بغدادیؒ فرماتے ہیں۔ کہ ایک دن حارث محاسبیؒ میرے ہاں تشریف لائے۔ میں نے ان کو قیافہ سے بھوکا سمجھ کر عرض کیا کہ اباعم کھانا لاؤں۔ فرمایا کہ بہتر 'لے آؤ۔ چنانچہ میں کھانا لینے کے لئے گیا۔ رات کو کسی کے ہاں سے کچھ آیا تھا۔ وہ

لاکر ان کے سامنے رکھ دیا۔ لیکن کھانے کے وقت ان کے ہاتھ نے ان کی متابعت نہ کی۔ اور پھر اٹھ کر چلے گئے۔ پھر میں نے ان کو پوچھا تو فرمایا کہ میں بھوکا تھا۔ لیکن میں نہ کھا سکا۔ کیونکہ وہ کھانا مشتبہ تھا۔ وہ کہاں سے آیا تھا۔

نفس کا محاسبہ کرنے میں نہایت مبالغہ کیا کرے تھے۔ اسی لئے آپ کو محاسبی کہتے ہیں۔ اہلمحاسبہکی چند ازمودہ خصلتیں ہیں۔ جن لوگوں نے ان کی متابعت کی' خدا کے فضل سے شریعت کو پا گئے۔ اور تمام باتیں حاصل کر لیں۔ جس کا عزم قوی ہوگا' اس پر حرص و ہوا کی مخالفت آسان ہو جائیگی۔ اس لئے فرماتے ہیں۔ کہ اپنے عزم وارادے کو قوی رکھو۔

فرماتے ہیں کہ قسم ہرگز نہ کھاؤ۔ خواہ سچ ہو یا جھوٹ۔ جھوٹ سے قطعی پرہیز کرو۔ اگر وعدہ وفا کر سکتے ہو۔ تو وعدہ کے خلاف نہ کرو۔ اور جہاں تک ہو سکے کوئی وعدہ ہی نہ کرو۔ کسی پر لعنت نہ بھیجو خواہ ظالم ہی کیوں نہ ہو۔ کسی قسم کی بری دعا نہ مانگو۔ بدلہ نہ چاہو۔ بلکہ خدا کے لئے برداشت کرو۔ کسی قسم کی گواہی سچی یا جھوٹی نہ دو۔ ظاہر و باطن میں کسی قسم کے گناہ کا ارادہ نہ کرو۔ اپنے اعضا کو گناہ سے دور رکھو۔ کسی کو تکلیف نہ دو۔ اپنا سارا بوجھ خود اٹھاؤ۔ دنیا کے لوگوں سے کسی قسم کی طمع نہ رکھو اور سب سے ناامید ہو جاؤ۔ عزت و بلندی کی تلاش کرو۔ ہر انسان کو بلکہ ہر مخلوق شے کو اپنے آپ سے بہتر جانو۔

فرماتے ہیں۔ احکام مجازی کے ماتحت آرام لینا رضائے الٰہی ہے۔ تیر ابلا کا نشانہ بننا صبر ہے۔ قرب خدا میں دل کا علم مراقبہ ہے۔ اسباب الٰہی کو قائم سمجھنا تفکر ہے۔ اور مصیبتوں میں ثابت قدم رہنا اور کسی قسم کی دفعیہ کی تدبیر نہ کرنا تسلیم ہے۔ تمام بری باتوں سے باز رہنا حیا ہے۔

فرماتے ہیں کہ صادق وہ ہے جس کو کسی قسم کا خوف نہ ہو۔ اور جب تم اپنے عزم میں کسی قسم کا نقص دیکھو۔ تو اپنے آپ پر اطمینان نہ کرو۔ اللہ تبارک وتعالیٰ سے پناہ مانگو۔

خدا کے ہو جاؤ۔ یا اپنے آپ کو فنا کر دو۔

فرماتے ہیں۔ کہ جس شخص نے ریاضت کر کے اپنے نفس کو مہذب بنا لیا۔ اس کو جادۂ سلوک پر گامزن ہونا چاہئے۔ جو شخص بہشت کی لذت حاصل کرنا چاہے۔ اس کو لازم ہے کہ صابر اور صالح فقیروں کی صحبت اختیار کرے۔

فرماتے ہیں کہ تین چیزیں اگر مل جائیں۔ تو ان سے فائدہ اٹھانا چاہئے۔ باوفا دوست باوفا امانت اور باوفا شفقت۔

نقل ہے کہ ایک دفعہ آپ کچھ لکھ رہے تھے۔ کہ ایک درویش نے پوچھا۔ کہ معرفت الٰہی کا بندے پر حق ہے یا بندے کا حق معرفت الٰہی پر ہے۔ یہ سنتے ہی آپ نے اس دن سے تصنیف و تالیف کا سلسلہ چھوڑ دیا۔ کیونکہ اگر کہا جائے۔ کہ بندے کو معرفت خود حاصل ہوتی ہے۔ تو اللہ تعالیٰ پر بندے کا حق ہوا۔ اگر یہ درست نہیں اور اگر معرفت الٰہی کا حق بندے پر ہو۔ تو حق کے حق کا ترک کرنا ادا نہیں۔

جس وقت آپ نے وفات پائی۔ اس وقت ایک کے محتاج تھے۔ اگر چہ باپ سے بہت ساتر کہ پایا تھا۔ مگر اس کو بیت المال میں داخل کرا دیا۔ اور اسی تنگ دستی میں وفات پائی۔

باب نمبر 23

حالات ابو سلیمان داؤدیؒ

آپ یگانہ وقت اور لطیفہ عہد تھے۔ غایت لطف کے باعث آپ کو ریحان القلوب کہتے ہیں۔ بھوک پر بہت صبر کیا کرتے اور شکر الٰہی بجالا کر زیادہ شوق سے ریاضت اور مجاہدہ کیا کرتے تھے۔ موضع دارا کے رہنے والے تھے۔ جو کہ ملک شام میں واقع ہے۔ آپ کے ایک مرید احمد حواریؒ فرماتے ہیں۔ کہ ایک رات میں نماز خلوت ادا کر رہا تھا۔ اور مجھ کو اس نماز میں بہت سی راحت ملی۔ دوسرے دن میں نے اپنے مرشد سے عرض کی۔ تو فرمایا تم ضعیف آدمی ہو۔ اور ابھی تم کو خلوت درپیش ہے۔ حالانکہ خلا اور ملا میں مختلف حالتیں ہوا کرتی ہیں۔

فرماتے ہیں۔ کہ ایک رات میں مسجد میں تھا۔ سردی سخت تھی۔ دعا کے وقت میں نے ایک ہاتھ بغل میں دیدیا جس سے کچھ گرمی محسوس ہوئی۔ اور آنکھ لگ گئی۔ اسی وقت ہاتف نے آواز دی۔ کہ ابو سلیمان جو ہاتھ تمہارا باہر تھا۔ صرف اسی ہاتھ کی روزی تم کو دیجاتی ہے۔ اگر دوسرا ہاتھ بھی باہر ہوتا۔ تو دونوں ہاتھوں کا حصہ ملتا تو میں نے قسم کھائی' آئندہ خواہ کوئی موسم بھی ہو۔ دعا کے وقت دونوں ہاتھ باہر رکھوں گا۔

فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ نیند نے غلبہ کیا۔ اور میرا ورد قضا ہوگیا۔ خواب میں ایک حور کو دیکھا۔ جس نے کہا کہ پانچ سو سال سے مجھ کو تمہارے لئے آراستہ کر رہے ہیں لیکن تم سو رہے ہو۔ پھر فرماتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں نے ایک حور کو ہنستی ہوئی دیکھا۔ میں نے اس کو پوچھا کہ یہ جمال و کمال تجھ کو کہاں سے ملا۔ حور نے جواب دیا۔ کہ ایک رات تم نے محبت خدا میں چند آنسو بہائے تھے۔ ان آنسوؤں سے میرا منہ دھویا گیا۔ اور مجھ کو یہ حسن عطا ہوا۔

نقل ہے کہ حضرت فضیلؒ کے صاحبزادہ صاحب آپ عذاب کو سننے کی طاقت نہ رکھتے تھے۔ یہ بات آپ سے بیان کی گئی۔ تو فرمایا کہ جس کو خوف زیادہ ہوگا۔

گناہوں کی کثرت سے ہوگا۔ نہ کہ کم ہونے سے۔ اور فرمایا کہ دنیا میں اور آخرت میں تمام چیزوں کی اصل خوف الٰہی ہے۔ جب رجا خوف پر غالب ہوگی، تو دل خراب ہو جائے گا۔

فرماتے ہیں کہ جب تم اپنے دل کو شوق میں ڈالو تو اس کے بعد خوف میں ڈالو۔ تا کہ اس شوق کو وہ خوف دور کر دے۔

فرماتے ہیں کہ پیٹ بھر کر روٹی کھانا نور دل کا زنگار ہے۔ فرماتے ہیں کہ احتلام عقوبت ہے۔ جو سیر ہونے کی نشانی ہے۔ اور جو شخص سیر ہو کر کھاتا ہے۔ اس میں چھ باتیں ظاہر ہوتی ہیں۔ اول یہ کہ عبادت میں مزا نہیں پاتا۔ قوت حافظہ کم ہو جائے گی۔ خلقت پر شفقت کرنے سے محروم ہو جائے گا۔ کیونکہ وہ سارے جہان کو ہی سیر سمجھے گا۔ شہوت زیادہ ہوگی۔ اور عبادت گراں گذرے گی۔ بھوکا رہنا خداوند کریم کے نزدیک ایک خزانہ ہے۔ جسے وہ اسی کو دیتا ہے، جو دوست ہو جب آدمی سیر ہو جاتا ہے، تو تمام اعضاء شہوت کے بھوکے ہوتے ہیں۔ اور جب تمام اعضاء بھوکے ہوتے ہیں۔ تو شہوت سیر ہوتی ہے۔ یعنی جب تک پیٹ نہ بھرے گا۔ کسی شہوت کی آرزو نہیں ہوگی۔ پھر فرمایا کہ بھوک آخرت کی کنجی ہے۔ اور سیر شکمی دنیا کی کنجی ہے۔ فرماتے ہیں کہ بھوکے رہو۔ کیونکہ بھوک نفس کو ذلیل اور دل کو رقیق بناتی ہے۔ اور شہوت دنیا سے وہی شخص صبر کر سکتا ہے جس کے دل میں نور ہوگا۔ اور وہ نور اس کو آخرت کی طرف مصروف رکھے گا۔

فرماتے ہیں کہ کوئی بندہ اس وقت تک تواضع نہیں کر سکتا، جب تک وہ اپنے نفس کو نہ جانے۔ اور ہرگز زہد نہیں کر سکتا، جب تک دنیا کو ہیچ نہ سمجھے۔ زہد یہ ہے۔ کہ جو چیز تم کو حق تعالیٰ سے باز رکھنے والی ہو۔ اس کو ترک کر دو۔

فرماتے ہیں کہ اگر میرے سامنے کوئی شخص گناہ کا ذکر کرتا ہے تو میں زار و زار روتا ہوں۔ کیونکہ میں اطاعت ہی میں اس قدر آفت دیکھتا ہوں کہ گناہ میں نہیں۔

فرماتے ہیں کہ آنکھوں کو رونے اور دل کو فکر کرنے کی عادت ڈالو۔

فرماتے ہیں۔ کہ جس عمل کا نقد ثمرہ تم کو دنیا میں نہ ملے۔ سمجھ لو آخرت میں بھی اس عمل کا کوئی ثمرہ نہیں ہے۔ مطلب یہ کہ اطاعت الٰہی کی راحت تم کو دنیا میں بھی پہنچنی چاہئے۔ فرماتے ہیں کہ وہ ٹھنڈی سانس جو ایک درویش کے منہ سے کسی چیز کی خواہش کی ناامیدی ہونے پر نکلتی ہے۔ وہ ہزار سالہ طاعت و عبادت سے بہتر ہے۔

فرماتے ہیں کہ بہتر سخاوت وہ ہے۔ جو حاجت کے موافق ہو۔ زاہدوں کا آخر قدم متوکلوں کا پہلا قدم ہوتا ہے۔ عارف کی چشم دل کھلی ہوتی ہے۔ اور ظاہری آنکھ بند ہو جاتی ہے۔ مطلب یہ کہ عارف کو سوائے خدا کے اور کچھ نظر ہی نہیں آتا۔

فرماتے ہیں کہ ذکر اس کی غذا ہے۔ انس اس کی راحت۔ معاملت اس کی تجارت۔ عبادت اس کا کسب ہے۔ قرآن اس کی پونجی۔ دنیا اس کی کھیتی۔ قیامت خرمن گاہ ہے۔ اور اس کے رنج کا ثمرہ حق تعالیٰ کا جواب۔

فرماتے ہیں کہ ہمارے لئے اس زمانے میں سب سے بہتر صبر ہے۔ جو کہ دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایک وہ جس کو طلب نہ کیا جائے اور دوسرے اس بات پر جس کا تو طالب ہے۔ وہ باتیں جن پر حرص تجھ کو بلائے، لیکن اللہ تعالیٰ نے ان سے منع کر دیا ہو۔ پس جو چیز کہ اس میں شر نہیں وہ نعمت پر شکر ہے۔ اور بلا پر صبر ہے۔ جو شخص اپنے نفس کی کچھ قیمت جانتا ہے۔ وہ اطاعت کی حلاوت نہیں پاتا۔ فرماتے ہیں جس شخص کے دل میں سے آخرت کی دوستی کی محبت جاتی ہے۔ اس میں دنیا کی محبت سما جاتی ہے۔ اور جس کسی نے محبت دنیا کو چھوڑا۔ تو اس کا دل تو حکمت سے منور ہو جاتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے۔ کہ اے میرے بندے اگر تو مجھ سے شرم کرے گا۔ تو میں تیرے گناہوں کو لوگوں کی نظروں سے پوشیدہ کروں گا۔ اور لوح محفوظ سے بھی مٹا دوں گا۔ اور قیامت کے دن تجھ پر سختی نہ کروں گا۔

ایک دفعہ ایک مرید کو فرمایا کہ اگر تو کسی دوست سے خیانت دیکھے، تو عتاب نہ کر۔

کیونکہ ممکن ہے عتاب میں اس سے زیادہ سخت بات تجھ کو سننی پڑے ۔ مرید کہتا ہے کہ میں نے اس بات کا تجربہ کیا۔ تو ایسا ہی پایا۔

جب آپ کی وفات نزدیک ہوئی ۔ تو اصحاب نے عرض کی ۔ کہ آپ درگاہ غفور الرحیم میں جا رہے ہیں ۔ ہم کو کوئی بشارت دیجئے ۔ فرمایا کہ یہ کیوں نہیں کہتے ۔ کہ ایسے خدا کی درگاہ میں جا رہے ہو ۔ جو صغیرہ کا حساب لے گا۔ اور کبیرہ پر عذاب کرے گا۔ یہ کہا اور روح پرواز کر گئی ۔

وفات کے بعد بعض بزرگوں نے آپ کو خواب میں دیکھ کر پوچھا۔ اللہ تعالیٰ نے آپ کے ساتھ کیا سلوک کیا فرمایا کہ اس نے رحمت و عنایت سے کام لیا۔

حالات حضرت محمد سماکؒ

آپ حافظ قرآن کریم اور واعظ و زاہد تھے۔ حضرت معروف کرخیؒ کو آپ کے کلام سے کشائش تھی۔ خلیفہ وقت آپ کی نہایت تعظیم کرتا تھا۔

فرماتے ہیں کہ تواضع کا حق ہے۔ کہ اپنے آپ کو کسی سے بہتر و بزرگ نہ جاننا۔

فرماتے ہیں کہ پہلے آدمی بمنزلہ دوا تھے جن سے شفا حاصل ہوئی۔ مگر آج کل کے آدمی بمنزلہ درد ہیں جس کی دوا نہیں۔ فرماتے ہیں کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کو اپنا مونس بناؤ۔ اور کلام اللہ کو ہمراز۔ طمع انسان کی گردن میں رسی اور پاؤں میں بیڑی کی مانند ہے۔ اس کو کھول دو یعنی طمع ترک کرو۔ تاکہ آزاد ہو جاؤ۔

احمد حواریؒ فرماتے ہیں۔ کہ ایک بار آپ بیمار ہو گئے۔ تو میں آپ کا قارورہ ایک مجوسی طبیب کے پاس لے جا رہا تھا۔ راہ میں ایک بزرگ سے ملاقات ہوئی۔ جس نے ارادہ کا استفسار کیا۔ میں نے ماجرا سنایا تو فرمایا کہ سبحان اللہ خدا کا دوست دشمن خدا سے مدد کا طالب ہے۔ چنانچہ یہ سنتے ہی میں لوٹ کر واپس آیا۔ اور سارا ماجرا آپ کی خدمت میں بیان کیا آپ نے پوچھا کیا اس بزرگ نے کچھ اور بھی فرمایا تھا۔ میں نے کہا کہ ہاں۔ انہوں نے فرمایا تھا کہ جس مقام پر تکلیف ہے وہاں ہاتھ رکھ کر "اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّیْطَانِ الرَّجِیْم اَنْزَلْنَاهُ وَ بِالْحَقِّ نَزَلَ" پڑھو۔ چنانچہ شیخ نے ایسا ہی کیا۔ اور اسی وقت شفاء پائی۔ پھر فرمایا۔ جانتے ہو کہ وہ بزرگ کون تھے۔ فرمایا کہ وہ خضر علیہ السلام تھے۔

نقل ہے کہ لوگوں نے پوچھا۔ آپ نکاح کیوں نہیں کرتے۔ فرمایا دو شیطانوں کے ہاتھ میں کس طرح رہ سکتا ہوں۔

وفات کے بعد بعض بزرگوں نے آپ کو خواب میں دیکھ کر حال پوچھا۔ کہ خدا نے تمہارے ساتھ کیا سلوک کیا۔ فرمایا کہ رحمت و بخشش سے کام لیا۔ مگر درگاہ الٰہی میں

ان شخصوں کی زیادہ آبرو ہے۔ جو اہل وعیال کا بوجھ اٹھاتے اور بدن کو ریاضت شاقہ کی تکلیف میں ڈالتے ہیں۔

www.IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

حالات حضرت محمد بن اسلم طوسیؒ

آپ یگانہ جہاں اور مقتدائے خلقت تھے۔ لسان الرسول (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) شحنۂ خراسان آپ کا لقب ہے۔ اتباع سنت میں آپ اپنے وقت کے سب لوگوں سے بڑھ کر تھے۔ تمام عمر مطابق سنت نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں آپ نے بسر فرمائی۔ امام علی بن موسیٰ الرضاؒ کے ہمراہ آپ نیشاپور میں آئے۔ جب آپ شہر میں داخل ہوئے تو اسحٰق بن زاہری اونٹ کی مہار پکڑے ہوئے تھے۔ بالوں کا کرتہ اور نمدی ٹوپی زیب سر اور کتاب الٰہی کا خریطہ کاندھے پر تھا۔ لوگوں نے آپ کو اس ہیبت کرمائی کے ساتھ دیکھ کر رونا شروع کیا اور کہا۔ کہ اس حالت میں ہم آپ کو دیکھنا برداشت نہیں کر سکتے۔ آپ اعلیٰ درجے کے واعظ بھی تھے۔ چند لوگ آپ کی مجلس میں آتے تھے۔ تقریباً پچاس ہزار لوگ آپ کی وعظ کی بدولت راہ راست پر آئے۔

معتزلہ نے دو سال تک آپ کو قید رکھا۔ کہ قرآن کریم کو مخلوق کہو۔ مگر آپ نے نہ کہا۔ ہر جمعہ کے روز قید خانہ میں غسل فرماتے۔ اور جانماز کاندھے پر ڈال کر دروازے تک آتے۔ جب پاسبان قید خانہ منع کرتے۔ تو واپس لوٹتے ہوئے فرماتے۔ الٰہی میں نے اپنا حق ادا کر دیا۔ اب تو جانے اور تیرا کام۔ قید سے رہائی کے بعد حاکم نیشاپور آپ کے شہر میں آیا جس کا روساء نے استقبال کیا۔ اور تین دن تک تمام شہر کے لوگ قدم بوسی کو آتے رہے۔ تیسرے دن پوچھا کیا کوئی ایسا شخص شہر میں رہ گیا ہے' جو میرے سلام کو نہیں آیا۔ لوگوں نے کہا۔ کہ وہ عالم ربانی ہیں۔ بادشاہوں کے سلام کو نہیں آتے۔ عبداللہ بن طاہر حاکم نیشاپور نے کہا۔ اگر وہ ہمارے سلام کو نہیں آتے۔ تو ہم ان کے سلام کو جاتے ہیں۔ پس پہلے وہ احمد حربؒ کی خدمت میں گیا۔ دیکھا کہ احمد حربؒ سر نیچا کیے بیٹھے ہیں۔ دیر تک حاکم بیٹھا رہا۔

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

چکے تھے۔اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّا اِلَیہِ رَاجِعُوْنَ۔

WWW.IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

حالات حضرت احمد حربؒ

آپ اکابر مشائخین میں سے ہیں۔آپ کے فضائل بے حد وحساب ہیں۔عبادت و ریاضت میں یگانہ روزگار تھے۔آپ کے تقویٰ کی یہ حالت تھی۔کہ آپ کی والدہ نے ایک دن ایک جانور کے کباب بنائے اور کہا کہ کھالو۔اس میں کسی قسم کا شک و شبہ نہیں۔میں نے اس کو اپنے گھر پالا ہے۔آپ نے فرمایا کہ یہ جانور ایک دن ہمسایہ کے کوٹھے پر جا کر چند دانے کھا آیا تھا۔اور وہ ہمسایہ فوجی آدمی ہے۔اس لئے میں نہیں کھا سکتا۔

روایت ہے کہ نیشا پور میں دو ۲ احمد تھے۔ایک سراسر دین اور دوسرے سراسر دنیا تھے۔یعنی ایک آپ تھے۔جن پر ہر وقت حق غالب رہتا تھا۔اور دوسرے احمد سوداگر جس پر دنیا کیحرص اس قدر غالب تھی۔کہ کھانے پینے کی بھی ہوش نہ رہتی تھی۔اور سخت کنجوس تھا۔

روایت ہے کہ آپ اپنے بیٹے کو توکل کی ترغیب دیتے تھے۔اور فرماتے تھے۔کہ جب تجھ کو کسی چیز کی ضرورت ہو۔تو فلاں جگہ جا کر کہنا۔خداوندا مجھ کو فلاں چیز کی ضرورت ہے۔اور گھر والوں سے کہہ دیا تھا۔کہ جب فلاں جگہ پر سے کسی چیز کی ضرورت کی آواز آئے۔تو وہ چیز اسی مقام پر پوشیدہ طور پر رکھ دیا کرو۔چنانچہ ایک عرصے تک یہی حال رہا۔جب آپ کا صاحبزادہ کوئی چیز طلب کرتا۔تو پوشیدہ طور پر گھر والے رکھا دیتے۔وہ سمجھتا کہ اللہ تعالیٰ نے ہی بھیجی ہے اتفاقاً ایک دفعہ گھر میں کچھ بھی نہیں تھا۔آپ کے صاحبزادہ نے حسب معمول کھانے کی خواہش ظاہر کی۔تب اللہ تعالیٰ نے غیب سے کھانا بھیج دیا۔جب گھر والوں نے ان کو کھانا کھاتے دیکھا۔تو پوچھا کہ کھانا کہاں سے آیا ہے۔صاحبزادہ نے کہا۔کہ جہاں سے روز آتا ہے۔یہ حالت دیکھ کر آپ کے والد یعنی احمد حربؒ نے فرمایا کہ یہ بات ان کے لئے

مسلم ہوگئی ہے۔

ایک بزرگ روایت کرتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ میں احمد حرب کی مجلس میں گیا۔ وہاں آپ کی زبان سے ایک ایسا لفظ نکلا۔ جس کو سن کر میرا دل روشن ہو گیا۔ اگر چہ چالیس سال گذر چکے ہیں۔ لیکن وہ لفظ میرے دل سے محو نہیں ہوا۔ اور ابھی تک اس کے ذوق سے ہوں۔

ایک رات آپ اپنے عبادت خانہ میں گئے۔ بارش زور شور سے ہو رہی تھی۔ آپ نے سوچا۔ ایسا نہ ہو کہ پانی گھر کے اندر آ جائے۔ اسی وقت غیب سے آواز آئی۔ کہ احمد گھر کو چلے جاؤ۔ کیونکہ جو کام تم کرتے تھے وہ تم نے گھر بھیج دیا ہے۔ آپ نے فوراً اس خیال سے توبہ کی۔

آپ کے ہمسایہ میں بہرام ایک آتش پرست رہا کرتا تھا۔ ایک دفعہ اس کے گھر میں چوری ہوگئی۔ آپ چند مریدوں کے ہمراہ اس کی غم خواری کو اس کے گھر تشریف لے گئے۔ چونکہ اس وقت قحط کا زمانہ تھا۔ آتش پرست نے خیال کیا۔ کہ شاید کچھ کھانے کے لئے آئے ہیں۔ اس نے اٹھ کر آپ کی تعظیم کی۔ اور اسی خیال میں تھا کہ آپ کے سامنے کیا چیز رکھے۔ لیکن آپ نے اس کے خیال کو سمجھ کر فرمایا۔ خاطر جمع رکھو۔ ہم آپ کی غم خواری کے لئے آئے ہیں۔ کچھ کھانے کے لئے نہیں آئے۔ بہرام نے کہا کہ فی الحقیقت میرے ہاں چوری ہوگئی۔ لیکن پھر بھی تین شکر واجب ہیں۔ اول یہ کہ کسی نے میرا مال چرایا میں نے کسی کی چوری نہیں کی۔ دوسرے یہ کہ آدھا مال چوری ہوا۔ اور تیسرے یہ کہ دنیا چوری ہوئی ہے۔ میرا دین میرے پاس ہے۔ آپ کو یہ بات پسند آئی اور فرمایا کہ لکھ لو۔ اس سے محبت اور دوستی کی خوشبو آتی ہے۔ پھر آپ نے پوچھا کہ تم آتش کیوں پوجتے ہو۔ اس نے کہا کہ کل قیامت کے دن مجھ کو عذاب نہ کرے۔ آپ نے فرمایا کہ تیرا یہ خیال بالکل غلط ہے۔ جو چیز اس قدر ضعیف ہو۔ کہ اگر ایک لڑکا اس پر پانی ڈال دے تو بجھ جائے۔ وہ کل تم کو خدا کے

عذاب سے کیسے نجات دے سکتی ہے۔اس کو ذرہ بھر تمیز نہیں۔وہ ادنی اعلی سب کو جلا دیتی ہے۔اگر چہ تم نے ستر سال تک اس کی پوجا کی ہے۔اور میں نے اس کی پوجا نہیں کی۔آؤ ہم دونوں آگ میں ہاتھ رکھیں دیکھیں کہ وہ تمہارا خیال کس قدر کرتی ہے۔اس بات نے بہرام کے دل پر اثر کیا۔اور پوچھا کہ چار باتوں کا جواب دیں۔ اول یہ کہ اللہ تعالی نے خلقت کو کیوں پیدا کیا۔اگر پیدا کیا تو رزق کیوں دیا۔اگر رزق دیا تو موت کیوں دی۔اور اگر موت دی تھی۔تو پھر قیامت کے دن کس لئے زندہ کرے گا۔آپ نے فرمایا۔اس نے خالقیت سے کام لے کر خلق کو پیدا کیا تا کہ اس کو جانیں۔رازقیت سے رزق دیا۔کہ اس کو پہچانیں۔موت دی کہ قہر الہی کو سمجھیں۔دوبارہ زندہ کیا۔کہ اس کی قدرت کو جانیں۔یہ سن کر بہرام نے کہا کہ آگ لائیں اور تجربہ کریں۔چنانچہ آپ نے کتنا ہی عرصہ تک اپنا ہاتھ آگ میں ڈالے رکھا۔لیکن اس نے کچھ اثر نہ کیا۔بہرام نے یہ حالت دیکھ کر کلمہ شہادت پڑھا۔اور مسلمان ہو گیا۔آپ نے اسی وقت نعرہ مارا اور بیہوش ہو کر گر پڑے۔بڑی دیر کے بعد ہوش آئی۔تو یاروں نے وجہ پوچھی۔فرمایا جب بہرام نے کلمہ شہادت کا پڑھا۔تو میرے دل نے کہا۔کہ بہرام ستر سال کے بعد ایمان لے کر خدا کے ہاں جائیگا۔تو ستر سال سے مسلمان ہے آخر خدا کے ہاں کیا لے جائیگا۔

روایت ہے کہ ساری عمر آپ رات کو کبھی نہ سوئے۔لوگوں نے وجہ پوچھی۔تو فرمایا کہ جس شخص کے سامنے بہشت کو آراستہ کیا جارہا ہو۔اور دوسری طرف دوزخ کو بھی خوب گرم کیا جارہا ہو۔لیکن وہ نہیں جانتا۔کہ اس کو دوزخ میں ڈالا جائیگا۔یا بہشت میں داخل کیا جائیگا۔مجھے بتاؤ کہ وہ شخص کس طرح سوسکتا ہے۔

فرماتے ہیں۔اے کاش مجھ کو معلوم ہوتا۔کہ میرا وہ کونسا دشمن ہے۔جو میری غیبت کرتا ہے۔تا کہ میں اس کو مال و متاع بخش دیتا۔کیونکہ وہ مجھے فائدہ پہنچا رہا ہے تو میرا مال کیوں نہ خرچ کرے۔

فرماتے ہیں کہ خدا سے ڈرو۔ اور جس طرح جانو اس کی اطاعت کرو۔ گذشتہ لوگوں کی طرح دنیا تم کو فریفتہ نہ کرے۔

حالات حضرت حاتم اصمؒ

آپ زاہد زمانہ اور بزرگان یگانہ میں سے تھے۔ آپ شیخ خضرویہؒ کے مرشد اور شفیق ؒ کے مرید تھے۔ حضرت جنیدؒ بغدادی فرماتے ہیں۔ کہ حضرت حاتم اصمؒ ہمارے زمانے کے صدیق ہیں۔ اصم یعنی بہرہ آپ کا لقب تھا۔ حقیقت میں آپ کانوں سے بہرے نہ تھے۔ لیکن ایک دفعہ کا ذکر ہے۔ کہ ایک عورت آپ کے پاس ایک مسلہ دریافت کرنے کے لئے آئی۔ لیکن اتفاق سے عورت کی ریخ زور میں نکل گئی۔ جس سے وہ شرمندہ ہوگئی۔ عورت کی شرمندگی کو دیکھ کر آپ نے فرمایا کہ اونچی آواز سے کہو۔ میں نے کچھ نہیں سنا۔ کہ تم نے کیا پوچھا۔ ہے۔ کیونکہ میں کانوں سے بہرہ ہوں۔ یہ سن کر عورت کی شرمندگی جاتی رہی۔ اور اس کی ندامتکو مٹانے کے لئے آپ اس وقت تک بہرے بنے رہے۔ جب تک کہ وہ عورت زندہ رہی۔

روایت ہے کہ ایک دن آپ بلخ میں وعظ فرما رہے تھے۔ تو فرمایا کہ خداوندا اس مجلس میں جو سب سے زیادہ گنہگار ہے۔ اس کو بخشدے۔ اس مجلس میں ایک کفن چور بھی تھا۔ چنانچہ رات کو جب وہ حسب معمول قبرستان میں کفن چرانے کے لئے گیا۔ تو آواز آئی۔ کہ اے بندہ خدا تجھ کو حاتم اصمؒ کی دعا کی طفیل بخش دیا گیا ہے۔ اور پھر گناہ کے لئے آیا ہے جب اس نے یہ آواز سنی۔ تو فوراً توبہ کرلی۔

حضرت محمد رازیؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں کئی سال تک حاتم اصمؒ کی خدمت میں رہا۔ لیکن میں نے صرف ایک مرتبہ آپ کو غصے کی حالت میں دیکھا۔ اور اس دن غصہ کی بات یہ تھی کہ بازار میں جاتے ہوئے ایک دکاندار نے آپ کے شاگرد کو پکڑلیا۔ اور کہا۔ کہ تو نے میری فلاں چیز لے کر کھائی ہے۔ دام دیدے۔ آپ نے یہ ماجرا دیکھ کر دکاندار سے کہا۔ کہ بھائی معاف کردے۔ اس نے کہا۔ کہ میں ہرگز معاف نہیں کرتا۔ اس بات پر آپ کو غصہ آگیا۔ اور اپنی چادر کندھے پر سے اتار کر زمین پر پٹخ

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

کفن۔ پھر سوال کرتا ہے۔ کہاں سو گے۔ میں کہتا ہوں کہ قبر میں۔ پھر وہ یہ کہہ کر کہ تم بہت برے شخص ہو۔ مجھ کو چھوڑ کر چلا جاتا ہے۔

آپ نے اپنی بیوی سے فرمایا۔ کہ میں جہاد پر جاتا ہوں۔ چار مہینے کے لئے تجھے کس قدر خرچ درکار ہوگا۔ بیوی نے کہا کہ جس قدر میری زندگی ہے۔ فرمایا کہ تمہاری زندگی میرے ہاتھ میں نہیں بیوی نے کہا۔ کہ پھر میری روزی بھی تمہارے ہاتھ میں نہیں ہے۔ چنانچہ آپ جہاد پر چلے گئے۔ آپ کی عدم موجودگی میں ایک بڑھیا نے آپ کی بیوی سے پوچھا۔ کہا تم تمہارے لئے کس قدر روزی چھوڑ گیا ہے۔ آپ کی بیوی نے کہا کہ وہ روزی کھانے والا تھا۔ چلا گیا۔ روزی دینے والا نہیں تھا۔ روزی دینے والا تو یہیں ہے۔

فرماتے ہیں۔ کہ دوران جہاد ایک کافر نے مجھ کو پکڑ کر گرا لیا۔ اور مار ڈالنا چاہا۔ مگر میرا دل سوائے خدا کے اور کسی طرف بھی مشغول نہ ہوا۔ ورنہ ہی ڈرا۔ لیکن اس انتظار میں تھا کہ درگاہ الٰہی سے کیا حکم ہوتا ہے۔ اور ابھی تلوار کھینچ ہی رہا تھا کہ ایک تیر اس پر پڑا۔ جس نے اس کا کام تمام کر دیا۔

ایک شخص سفر کو جا رہا تھا۔ اس نے آپ سے وصیت چاہی۔ فرمایا اگر دوست مطلوب ہے۔ تو خداوند عزوجل تیرے لئے کافی ہے۔ اگر ہمراہی چاہتا ہے۔ تو کراماً کاتبین تیرے ہمراہ ہیں۔ اگر عبرت درکار ہے تو دنیا ہے۔ مونس چاہتا ہے تو قرآن کافی ہے۔ اگر کام درکار ہے تو عبادت کر۔ واعظ درکار ہے تو موت سے بڑھ کر کوئی واعظ نہیں۔ اگر یہ باتیں تیرے لئے کافی نہیں تو پھر دوزخ تیرے لئے کافی ہے۔

ایک شخص نے دریافت کیا۔ کہ آپ نماز کس طرح ادا کرتے ہیں۔ فرمایا جب نماز کا وقت آتا ہے۔ تو پانی سے ظاہر کا وضو اور توبہ سے باطن کا وضو کرتا ہوں۔ پھر مسجد میں جا کر مسجد الحرام کا مشاہدہ کرتا ہوں۔ اور مقام ابراہیم کو دونوں ابروں کے درمیان تصور کرتا ہوں۔ بہشت کو دائیں ہاتھ اور دوزخ کو بائیں ہاتھ ہاتھ دیکھتا ہوں۔ اور

پلصراط کو زیر قدم سمجھتا ہوں اور ملک الموت کو پشت پر۔ پھر دل خدا کے سپرد کر کے تعظیم کے ساتھ تکبیر۔ حرمت سے قیام۔ ہیبت سے قرات۔ تواضع سے رکوع۔ تضرع سے سجدہ۔ حلم سے قعود۔ اور شکر سے سلام کرتا ہوں۔

ایک دفعہ آپ کا گذر عالموں کی ایک جماعت پر ہوا۔ فرمایا اگر تم تین چیزیں رکھتے ہو۔ تو خیر ورنہ دوزخ تم پر واجب ہے۔ پوچھا کیا کیا۔ فرمایا کہ گذرے ہوئے دن پر حسرت کہ کافی عبادت نہ کر سکے۔ اور گناہوں کا عذر اور توبہ نہ کر سکے۔ اگر تم آج کے دن کل کا عذر کرو تو آج کا عذر کس دن کرو گے۔ دوسرے یہ کہ جس قدر ہو سکے آج کے دن عبادت کرنے کی خواہش۔ تیسرے اس امر کا خوف کہ کل کیا ہوگا۔ نجات ملے گی یا ہلاکت۔ اور دائمی عذاب۔

فرماتے ہیں۔ کہ اگر اس زمانے کے عالموں اور زاہدوں کے غرور کا وزن کیا جائے تو امراء اور بادشاہوں کے تکبر سے بہت زیادہ ہوگا۔ فرماتے ہیں کہ آراستہ مکانوں پر غرور نہ کرو۔ بہشت سے بہتر کوئی جگہ نہیں ہے۔ کثرت عمل پر غرور نہ کرو۔ باوجود اس قدر عبادت کے ابلیس کا کیا حشر ہوا۔ کثرت کرامت اور عبادت میں بھی گھمنڈ نہ کرو۔ کیونکہ بلعم باعور کا آخر کیا نتیجہ نکلا۔ پھر فرمایا کہ عالم اور زاہد لوگوں کے دیکھنے پر غرور نہ کرو۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بڑھ کر اور کوئی شخص ذی رتبہ نہیں ہے۔ ابوجہل۔ ابولہب اور دیگر کافر قریش ان کو دیکھتے اور ان کے رشتہ دار تھے۔ مگر کیا فائدہ۔

فرماتے ہیں۔ کہ دل پانچ قسم کے ہوتے ہیں۔ ۱۔ مردہ ۲۔ بیمار ۳۔ غافل ۴۔ وہ جس پر پردہ پڑا ہو۔ ۵۔ ہوشیار۔ مردہ دل کافروں کا۔ بیمار گنہگاروں کا۔ غافل بہت کھانے والوں کا۔ پردہ پڑا ہوا دل یہود کا۔ اور ہوشیار دل عبادت گذار اور متقین کا۔

فرماتے ہیں۔ کہ تین وقت نفس کی حفاظت کرو۔ کام کے وقت اس بات کی کہ خدا تم کو دیکھتا ہے۔ بات کرو تو سمجھو کہ خدا سنتا ہے۔ خاموش رہو تو یاد رکھو کہ خدا جانتا

ہے۔

فرماتے ہیں کہ شہوت تین قسم کی ہے۔ کھانے کی ' کہنے کی ' اور دیکھنے کی۔ کھانے میں اللہ تعالیٰ پر بھروسہ رکھو۔ کہنے میں سچ کا خیال کرو۔ اور دیکھنے میں عبرت حاصل کرو۔

فرماتے ہیں کہ جہاد تین ہیں۔ اول پوشیدہ جہاد شیطان سے مرتے وقت تک جاری رکھو۔ دوسرا جہاد علانیہ ادائے فرائض کا ہے ' مرتے دم تک فرائض کو ادا کرو۔ تیسرے دشمن دین سے یہاں تک لڑو ' کہ یا خود مر جاؤ یا دشمن خدا اور رسول کو قتل کردو۔

نقل ہے کہ آپ کسی سے کوئی چیز قبول نہ کرتے تھے۔ لوگوں نے وجہ پوچھی۔ تو فرمایا کہ لینے میں اس کی عزت اور اپنی ذلت سمجھتا ہوں۔ اور نہ لینے میں اس کے خلاف اپنی عزت اور اس کی ذلت تصور کرتا ہوں۔ ایک دفعہ آپ نے کچھ کسی سے قبول کر لیا۔ تو لوگوں نے وجہ دریافت کی۔ فرمایا کہ میں نے اس شخص کی عزت کو اپنی عزت پر ترجیح دی۔

جب آپ بغداد پہنچے۔ تو خلیفہ کو خبر ہوئی۔ اس نے آپ کو بلا بھیجا۔ جب آپ دروازہ سے باہر نکلے۔ تو آپ نے کہا اسلام علیکم یا زاہد۔ خلیفہ نے کہا کہ میں زاہد نہیں ہوں۔ کیونکہ ایک دنیا میرے زیر فرمان ہے۔ زاہد تو آپ ہیں فرمایا نہیں تم ہی زاہد ہو۔ خلیفہ نے کہا کہ کیسے۔ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ''قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيْلٌ '' اور تم نے اس سے تھوڑے پر قناعت کی ہے اس لئے تم ہی زاہد ہو۔ نہ کہ میں جو دنیا اور عقبیٰ دونوں کی طرف توجہ نہیں کرتا۔ زاہد کیسے بن گیا۔

The image cannot be displayed. Your computer may not have enough memory to open the image, or the image may have been corrupted. Restart your computer, and then open the file again. If the red x still appears, you may have to delete the image and then insert it again.

ریاضت ومجاہدہ کے لئے آپ جگہ جگہ پھرے اور کمال حاصل کیا۔ تمام مال وزر کو خدا کی راہ میں لٹا کر نفس سے کہا کہ اب میں مفلس ہوں۔ کسی چیز کی مجھ سے خواہش نہ کرنا۔ اس کے بعد آپ حج کے لئے مکہ معظمہ کی طرف روانہ ہوئے جب کوفہ میں پہنچے۔ تو نفس نے کہا کہ اب مجھ کو ایک ٹکڑا روٹی اور مچھلی کھلا دو۔ پھر میں مکہ معظمہ تک تم سے کوئی درخواست نہ کروں گا۔ چنانچہ آپ نے ایک گاڑی میں اونٹ جتا دیکھ کر گاڑی والے سے دریافت کیا۔ کہ ایک دن کے لئے اس کو کتنے پر دو گے۔ اس نے کہا کہ دو درم میں۔ آپ نے فرمایا کہ اونٹ کھول دو اور شام تک مجھے گاڑی میں جوت دو چنانچہ آپ صبح سے شام تک گاڑی میں جتے رہے۔ شام ایک درم مزدوری کا ملا۔ جس سے آپ نے روٹی اور مچھلی خرید کر اپنے نفس کے سامنے رکھی۔ اور کہا کہ یاد رکھ اگر تو آرزو کرے گا۔ تو سارا سارا دن بیلوں کا کام کرنا پڑے گا۔

اس کے بعد آپ مکہ معظمہ پہنچے۔ مشائخ سے ملاقات کی۔ اور ان سے فیض حاصل کیا۔ کبھی دیوار سے پشت نہ لگائی۔ پیر نہ پھیلائے۔ کسی سوال کا جواب نہ دیا۔ اور نہ قبر پر گئے۔

چار ماہ تک آپ نے اپنے پاؤں کی انگلی بندھی رکھی۔ ایک درویش نے پوچھا۔ کہ انگلی کیوں بندھی ہے۔ فرمایا کچھ نہیں۔ پھر وہ درویش مصر میں گیا۔ تو حضرت ذوالنون مصریؒ کے پاؤں کی انگلی کو بھی بندھا دیکھا۔ تو پوچھا کہ کیا ہوا ہے فرمایا کہ درد ہوتی ہے۔ پھر پوچھا کہ کب سے حضرت ذوالنون نے فرمایا۔ کہ چار ماہ سے۔ پھر درویش نے حساب کیا۔ تو وہی زمانہ نکلا جب کہ سہلؒ کی انگلی بندھی دیکھی تھی۔ یہ بات اس نے حضرت ذوالنون سے بیان کی۔ تو انہوں نے کہا۔ کہ اس وقت دنیا میں ایک شخص ہے۔ جس کو ہمارے درد سے واقفیت ہے۔ اور ہماری موافقت کرتا ہے۔

ایک روز آپ نے بستر میں پاؤں اکٹھے کر لئے اور دیوار سے پیٹھ لگا کر بیٹھ گئے۔ اور

فرمایا کہ جو کچھ پوچھنا ہو مجھ سے پوچھو۔ لوگوں نے پوچھا۔ کہ پہلے آپ نے ایسا کبھی نہیں کیا۔ فرمایا کہ ہاں۔ مگر جب تک استاد زندہ ہو۔ شاگرد پر ادب واجب ہے چنانچہ دریافت کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ حضرت ذوالنون کا انتقال اسی دن ہوا۔

آپ دفعہ عمرولیثؒ بیمار ہو گئے۔ ہر چند علاج کیا۔ مگر فائدہ نہ ہوا۔ آخر لوگوں نے کہا کہ کسی ایسے شخص سے دعا کرائیں جو مستجاب الدعوات ہو۔ کسی نے آپ کا پتہ دیا۔ چنانچہ آپ کو بلایا گیا۔ آپ عمرولیثؒ کے سامنے جا کر بیٹھ گئے۔ اور کہا کہ دعا اس کے حق میں منظور ہوتی ہے جو توبہ کر کے خدا کی طرف رجوع کرے۔ اور قید خانہ میں سے تمام بے گناہ قیدیوں کو رہا کر دے چنانچہ عمرولیث نے ایسا ہی کیا۔ خدا کی قدرت سے اسی وقت عمرولیثؒ کو صحت ہو گئی۔ بہت سا مال نقد آپ کے پیش کیا گیا۔ مگر آپ نے قبول نہ کیا۔ جب آپ باہر نکلے۔ تو ایک مرید نے عرض کیا۔ اگر آپ نذرانہ قبول کر لیتے تو ہمارا قرض ادا ہو جاتا۔ فرمایا کہ تجھ کو زر درکار ہے۔ دیکھ جب اس نے اوپر نگاہ اٹھائی۔ تو ہر چیز سونا نظر آئی۔ پھر فرمایا کہ جس کی حالت خدا کے ساتھ ہو وہ کسی سے کیا کچھ قبول کر سکتا ہے۔

ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ جمعہ کے دن میں سہلؒ کے پاس گیا۔ آپ کے گھر میں ایک سانپ دیکھ کر میں ڈر گیا۔ اور آپ سے پوچھا۔ کہ کیا میں اندر آؤں۔ فرمایا کہ آ جاؤ۔ پھر فرمایا کہ کوئی شخص حقیقت کے آسمان تک نہیں پہنچتا۔ جب تک کہ زمین کی کسی چیز سے ڈرتا ہے۔

نقل ہے کہ شیر اور دوسرے درندے جانور آپ کی خدمت میں آتے۔ آپ ان کا خیال رکھتے۔ اور ان کو کھانے کے لئے دیتے۔ آج تک اس مکان کو بیت السباع کہتے ہیں۔

ایک دفعہ آپ نے اپنے ایک مرید سے کہا۔ کہ بصرہ میں ایک نانبائی ہے۔ جو ولایت کا درجہ رکھتا ہے۔ چنانچہ وہ مرید بصرہ میں اس نانبائی کے پاس پہنچا۔ تو

فرمایا کہ مبتدی پر سب سے پہلے توبہ لازم ہے۔ اور ندامت دل کے ساتھ شہوات کا نکال ڈالنا۔

فرمایا جو شخص مدعی ہوگا وہ خائف نہیں۔ جو خائف نہیں وہ امین نہیں۔ اور جو امین نہیں اس کو بادشاہ کے خزانوں پر اطلاع نہیں ہوسکتی۔

فرماتے ہیں۔ کہ اس شخص میں بوئے صدق نہ ہوگی۔ جو دوسرے کے ساتھ ہدایت کرتا ہے۔ اور اپنے ساتھ ہدایت دیا ہے۔

فرمایا کہ جو مبتدع سے دوستی رکھتا ہے۔ اس سے سنت علیحیدہ ہو جائے گی۔ جو مبتدع کے ساتھ ہنسے گا۔ اس سے اللہ تعالیٰ ایمان چھین لے گا۔

فرمایا کہ اہل معاصی سے جو مال لیتا ہے وہ حرام ہے۔ اور دنیا میں سنت کی مثال ایسی ہے جیسے کہ عقبیٰ میں بہشت کی۔

فرمایا عارف وہ ہے۔ کہ کبھی اس کا مزا نہ جائے۔ اور ہر دم خوشبو میں رہے۔ خدا کے سوا کوئی مددگار نہیں۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سوا کوئی رہبر نہیں۔ تقویٰ کے سوا کوئی نام نہیں۔ اور ان پانچ چیزوں پر صبر کے سوا کوئی عمل نہیں۔

فرماتے ہیں کوئی دن نہیں گذرتا۔ کہ حق تعالیٰ ندا نہ کرتا ہو۔ اے میرے بندے تو انصاف نہیں کرتا میں تجھ کو یاد کرتا ہوں لیکن تو مجھ کو فراموش کرتا ہے میں تجھ کو اپنی طرف بلاتا ہوں لیکن تو دوسروں کی طرف جاتا ہے۔ میں آفتوں کو تجھ سے علیحدہ رکھتا ہوں۔ لیکن تو آفت کی طرف جاتا ہے۔ جب تو قیامت کے دن حاضر ہوگا۔ تو کیا عذر کرے گا۔

فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے خلقت کو پیدا کر کے فرمایا کہ راز مجھ سے کہو۔ اگر راز نہ کہو تو نظر مجھ پر رکھو۔ اگر یہ بھی نہ ہو تو حاجت مجھ سے طلب کرو۔

فرماتے ہیں کہ کہ جب تک نفس مردہ نہ ہو۔ دل زندہ نہیں ہوسکتا۔

فرماتے ہیں جو شخص اپنے نفس کا مالک ہوگیا۔ اس نے عزت پائی۔ اور دوسروں کا

بھی مالک بن گیا۔

فرماتے ہیں کہ سوائے نفس کی مخالفت سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ کی اور کوئی عبادت نہیں ہے جس نے اپنے نفس کو پہچان لیا اس نے خداوند کریم کو پہچان لیا۔ جس نے خدا تعالیٰ کو پہچان لیا وہ دریائے اندوہ شادی میں غرق ہو گیا۔

فرماتے ہیں کہ عنایت معرفت حیرت و وحشت ہے۔ اور معرفت کا اول مقام یہ ہے۔ کہ عقیدے کو یقین دیا جائے کہ خطرات بد ضعف یقین سے ہوتے ہیں۔

فرماتے ہیں کہ صادق وہ ہے کہ خدا تعالیٰ اس پر فرشتہ مقرر کرے۔ جب نماز کا وقت آئے تو اس کو نماز میں مشغول کر دے۔ سوتا ہو تو بیدار کر دے۔

فرمایا کہ صوفی وہ ہے جو کدورت سے صاف ہو۔ اور تفکر سے پر ہو۔ اور قرب خدائے عزوجل میں بشر سے منقطع ہو۔ اور اس کی آنکھوں میں خاک اور سونا یکساں ہو۔ اور تصوف کے معنی کم کھانا اور خدا سے آرام حاصل کرنا اور خلق سے بھاگنا ہے اور توکل رکھنا ہے۔

فرماتے ہیں کہ توکل میں پہلا مقام یہ ہے۔ کہ تم قدرت کے سامنے ایسے بن جاؤ جیسے مردہ غسل دینے والے کے سامنے۔ اور توکل کی تین علامات ہیں۔ اول یہ کہ سوال نہ کرے۔ اور جب ملے تو قبول نہ کرے۔ اگر قبول کرے تو خرچ کر دے۔ اور اہل توکل کو تین باتیں دی جاتی ہیں۔ حقیقت یقینی۔ مکاشفہ غیبی۔ مشاہدہ قرب حق تعالیٰ۔ اور توکل میں اللہ تعالیٰ پر الزام نہ دو۔ کیونکہ جس چیز کے پہنچانے کا اس نے وعدہ کیا ہے۔ وہ پہنچائے گا۔ اور توکل یہ ہے کہ کسی چیز کے ہونے یا نہ ہونے کی حالت میں مطمئن رہیں اور کہ توکل اس دل کو حاصل ہوتا ہے جو کسی علاقہ کے بغیر خدائے کریم کے ساتھ زندگی بسر کرتا ہے۔

فرماتے ہیں کہ ہر چیز کی دونوں طرفیں یعنی منہ اور پشت ہوتی ہیں۔ لیکن توکل کا صرف منہ ہی ہے پشت نہیں ہوتی۔

فرماتے ہیں کہ زہد چار چیزوں میں ہے۔ اول کھانے میں۔ دوسرے لباس میں تیسرے بھائیوں میں اور چوتھے دنیا میں۔ اور ورع کے معنی ترک دنیا کے ہیں۔ اور دنیا نفس ہے جو شخص اپنے نفس کو دوست رکھتا ہے۔ وہ خدا کے دشمن کو دوست رکھتا ہے اور نفس سے خدا کی طرف سفر کرنا کارے دارد ہے۔ اور نفس ہر حال میں تین حالتوں سے خالی نہیں ہوتا۔ یا کافر ہے یا منافق یا ریا کار۔ اور کہ نفس کی شرارتیں بہت ہیں۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ فرعون کو خدائی دعویٰ پر آمادہ کر دیا۔

فرماتے ہیں کہ انس اس سے کرو جس کے پاس وہ تمام چیزیں ہوں جو تجھ کو درکار ہیں۔

فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے نیک لوگوں کو خیرات اور یقین سے اپنا قرب بخشا۔

فرماتے ہیں کہ روغن کا استعمال زیادہ کرو۔ تاکہ تمہاری عقل زیادہ ہو۔ کیونکہ کوئی ناقص دل خدا کو کبھی نہیں پا سکتا۔

لوگوں نے پوچھا۔ کہ نفس پر سب سے زیادہ سخت کیا چیز ہے۔ فرمایا اخلاص۔ کیونکہ اخلاص میں کچھ نصیب نہیں ہوتا۔ اور کہ اخلاص اجابت حکم ہے۔ اگر اجابت نہیں تو اخلاص بھی نہیں۔ اور اخلاص یہ ہے کہ دین تم نے اللہ تعالےٰ سے لیا۔ اس کے سوا اور کسی کو مت دو۔

لوگوں نے سوال کیا۔ کہ صادق لوگوں کا وصف بیان کریں۔ فرمایا کہ تم صادق لوگوں کے اسرار لے آؤ میں تم کو ان کا وصف بتاؤں گا۔

پوچھا کہ مشاہدہ کیا چیز ہے۔ فرمایا عبودیت

پوچھا کہ آیا گنہگاروں کو انس ہوتا ہے یا نہیں۔ فرمایا کہ نہیں۔ اور نہ اس کو جو گناہ کا ارادہ کرے۔

سوال کیا کہ کسی نے بہت دنوں تک کچھ نہ کھایا تو اس کی بھوک کہاں جاتی ہے۔ فرمایا کہ وہ نار کو نور میں تبدیل کر دیتی ہے۔ اور بھوک کے تین درجے ہوتے ہیں۔ اول

سبوع طبع یہ عقل کا مقام ہے۔ دوسرے رجوع موت یہ فساد کا مقام ہے۔ تیسری بھوک شہوت کی۔ اور یہ اسراف کا مقام ہے۔

پوچھا کہ توبہ کیا ہے۔ فرمایا۔ یہ کہ گناہ کو فراموش کر دو۔ ایک شخص نے کہا۔ کہ توبہ یہ ہے کہ گناہ کو نہ بھولا جائے۔ فرمایا نہیں۔ کیونکہ ایام وفا میں جفا کا ذکر ہی جفا ہے۔

کسی شخص نے آپ سے وصیت طلب کی۔ فرمایا تیری نجات چار باتوں میں ہے۔ کم کھانا۔ تنہائی۔ بے خوابی اور خاموشی اس نے عرض کیا کہ میں آپ کی صحبت میں رہنے کا خواہشمند ہوں۔ فرمایا کہ جب میں مر جاؤں گا۔ تو کس کی صحبت میں رہے گا۔ عرض کیا کہ خدا کے ساتھ۔ فرمایا۔ اب بھی خدا کی صحبت میں رہو۔

آپ کی مناجات

آپ یہ مناجات کیا کرتے تھے۔ خداوندا تو نے مجھ کو یاد کیا اور میں کسی قابل نہیں۔ اگر میں تجھ کو یاد کروں تو مجھ سا کوئی نہیں۔ اور مجھ سے زیادہ نالائق کوئی نہیں اگر میں تجھ کو یاد نہ کروں۔

آپ عالم و واعظ بھی تھے۔ بہت سے لوگ آپ کی وعظ سے راہ راست پر آ گئے۔ وفات کے وقت آپ کے چار سو مرید تھے۔ جو آپ کے سرہانے بیٹھے تھے۔ انہوں نے عرض کیا۔ کہ اے شیخ آپ کی جگہ کون بیٹھا کرے گا اور آپ کے منبر پر کون وعظ کہا کرے گا۔ آپ نے ایک گبر کا جس کا نام شادول تھا' نام لے کر کہا۔ کہ میری جگہ شادول بیٹھے گا۔ اور وعظ بیان کرے گا۔ لوگوں نے خیال کیا۔ کہ شاید عالم نزع میں شیخ کی عقل میں فتور آ گیا ہے بس اس لئے شادو آتش پرست کا نام لے رہے ہیں۔ شیخ نے فرمایا کہ چپ رہو۔ اور شادول کو بلا لاؤ۔ چنانچہ لوگ اس کو لے آئے۔ شیخ نے اس کی طرف دیکھ کر کہا۔ کہ جب میری وفات کو تین دن گذر جائیں۔ تو میرے منبر پر جا کر وعظ نصیحت کرنا۔ یہ کہہ کر آپ نے وفات پائی۔ دوسرے دن لوگ نماز کے بعد جمع ہوئے۔ اس وقت شادول آیا۔ آتش پرستوں کی ٹوپی سر پر تھی۔ زنار کمر

میں ڈالے ہوئے منبر پر گیا۔اور کہا کہ تمہارے سردار نے مجھ کو تمہارے پاس قاصد بنا کر بھیجا ہے۔اور کہا ہے۔اے شادول زنار توڑنے کا وقت آ گیا ہے۔یہ کہہ کر اس نے سب کے سامنے زنار توڑ ڈالا۔اور ٹوپی اتار کر پھینک دی اور "اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ" کہا۔اور پھر کہا۔کہ شیخؒ نے فرمایا ہے کہ استاد کی نصیحت کو بھول نہ جانا۔میں نے ظاہر کی زنار توڑ ڈالی ہے۔اگر تم قیامت کے دن مجھ کو دیکھنا چاہتے ہو۔تو باطن کی زنار توڑ ڈالو۔یہ سنتے ہی سب لوگوں میں ایک کہرام مچ گیا۔اور عجیب حالات ظاہر ہوئے۔جس دن شیخؒ کا جنازہ اٹھایا گیا۔تو بہت شور سن کر ایک ستر سالہ یہودی تحقیق حال کیلئے باہر نکلا۔جنازہ کے پاس پہنچ کر اس نے لوگوں سے یہ کہتے ہوئے۔کہ میں فرشتوں کو آسمان سے اترتے اور جنازے پر اپنے پر ملتے ہوئے دیکھتا ہوں۔کلمہ شہادت پڑھا۔اور مسلمان ہو گیا۔

باب نمبر 29

ذکر حضرت معروف کرخیؒ

آپ صدر طریقت۔ رہنمائے راہ حقیقت اور عارف اسرار تھے۔ اپنے زمانہ کے قطب تھے۔ آپ کی ریاضتیں اور کرامتیں بے حدو حساب ہیں۔ تقویٰ میں بے عدیل تھے۔ اور انس و شوق میں انتہاء کو پہنچے ہوئے تھے۔ آپ کے والدین عیسائی تھے۔ جب آپ کو والدین نے مکتب میں بھیجا تو استاد نے کہا کہو خدا تین میں ایک ہے۔ فرمایا نہیں خدا ایک ہے۔ استاد نے بہتر ازور لگایا کہ آپ خدا کو تین میں سے ایک کہیں۔ لیکن آپ نے نہ کہا۔ آخر بہت سی مار کھا کر بھاگ نکلے۔ ہر چند آپ کی تلاش کی گئی۔ مگر آپ نہ ملے۔

مکتب سے بھاگ کر آپ حضرت امام علی بن موسیٰ الرضا کے دست حق پرست پر مسلمان ہوئے۔ اور کچھ عرصہ بعد گھر واپس آئے۔ دروازے پر دستک دی گئی۔ تو اندر سے آواز آئی کہ کون ہے۔ آپ نے کہا کہ معروف۔ پوچھا کس دین پر ہو۔ فرمایا دین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر۔ یہ سن کر ماں باپ حظ شوق سے باہر نکل آئے۔ اور خود بھی مسلمان ہو گئے۔ اس کے بعد آپ حضرت داؤد طائیؒ کی خدمت میں پہنچے اور طاعت و ریاضت کرنے لگے۔

فرماتے ہیں کہ ایک دن میں قرآن اور مصلی مسجد میں رکھ کر طہارت کے لئے دجلہ پر گیا۔ اتنے میں ایک بوڑھی عورت آئی اور میرے قرآن اور مصلی کو اٹھا کر لے گئی۔ میں اس کے پیچھے پیچھے جاتا تھا۔ جب اس کے پاس پہنچ گیا۔ تو اپنا سر نیچے ڈال دیا تا کہ اس کے چہرے پر نظر نہ پڑے۔ اور پوچھا۔ کیا تمہارے ہاں کوئی قرآن پڑھنے والا ہے۔ اس نے کہا نہیں۔ پھر میں نے پوچھا۔ کہ قرآن مجھ کو دے دو۔ اور مصلی تم لے جاؤ۔ یہ حکم دیکھ کر وہ عورت متعجب ہو گئی۔ اور دونوں چیزیں واپس دیدیں۔ میں نے کہا کہ مصلی میں تم کو دے چکا ہوں۔

ایک دن آپ نے چند لوگوں کو آپس میں لڑتے ہوئے دیکھا۔ جب ان کے پاس سے گذر کر دجلہ پر پہنچے تو مریدوں نے کہا کہ حضرت ان فسادیوں کے لئے بد دعاء کریں۔ تاکہ ان کی شرارت کا اثر دوسروں تک نہ پہنچے۔ فرمایا ہاتھ اٹھاؤ۔ پھر کہا۔ خداوندا جس طرح اس جہان میں تو ان کا عیش رکھتا ہے۔ اسی طرح عاقبت میں بھی ان کے عیش کو خوش رکھنا۔ مرید لوگ تعجب کرنے گے۔ اور پوچھا کہ شیخ ہم اس کا مطلب نہیں سمجھے۔ فرمایا صبر کرو۔ ظاہر ہو جائے گا۔ تھوڑی دیر بعد دیکھا۔ کہ وہی لوگ آپ کی خدمت میں آکر توبہ کرنے لگے۔ اور نیک بن گئے۔

حضرت سری سقطیؒ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے عید کے دن معروف کو خرما کی کٹھلیاں اکٹھے کرتے ہوئے دیکھ کر پوچھا کیا کروگے۔ فرمایا۔ کہ اس بچے کو روتا دیکھ کر میں نے پوچھا تو کہا کہ میں یتیم ہوں۔ لڑکوں کے پاس نئے کپڑے ہیں میرے پاس نہیں۔ میں نے چاہا کہ یہ دانے اکٹھے کر کے فروخت کروں اور اس کو اخروٹ خرید کر دوں۔ تاکہ کھیلے اور نہ روئے۔ میں نے کہا کہ یہ کام میرے ذمے رہنے دیں۔ چنانچہ لڑکے کو نئے کپڑے خرید کر پہنائے اور اخروٹ کھیلنے کے لئے دئے۔ اسی دن سے میرے دل میں نور خدا جلوہ گر ہو گیا۔ اور حالت دگرگوں ہو گئی۔

آپ کا ایک ماموں تھا۔ جو اس شہر کا حاکم تھا۔ ایک روز وہ کسی خراب جگہ جا رہا تھا۔ کہ راہ میں معروفؒ کو دیکھا۔ جو ایک جگہ بیٹھے روٹی کھا رہے تھے۔ ایک لقمہ اپنے منہ میں ڈالتے اور دوسرا ایک کتے کے منہ میں جو پاس بیٹھا تھا۔ ماموں نے کہا معروفؒ شرم کرو۔ کتے کے ساتھ روٹی کھا رہے ہو۔ فرمایا کہ میں شرم ہی کی وجہ سے کتے کے ساتھ کھا رہا ہوں۔ پھر سر اٹھایا اور ایک پرندے کی طرف اشارہ کیا۔ جو ہوا سے اتر کر آپ کے ہاتھ پر بیٹھ گیا۔ پھر فرمایا کہ جو شخص حق تعالیٰ سے شرم رکھتا ہے۔ اس سے تمام چیزیں شرم رکھتی ہیں۔ یہ بات سن کر آپ کا ماموں شرمندہ ہو گیا۔

ایک دن آپ کا وضو ٹوٹ گیا۔ اسی وقت تیمم کر لیا۔ لوگوں نے کہا دجلہ پاس ہے۔